الغزالی
رحمۃ اللہ علیہ

مُصنّف

علامہ شبلی نعمانی

الغزالی

رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

علامہ شبلی نعمانی

اسلامی کتب خانہ
اردو بازار ہ لاہور ہ پاکستان
Ph: 7223506

Marfat.com

نام کتاب .... الغزالی

مصنف .... علامہ شبلی نُعمانی

ناشر .... اسلامی کتب خانہ
فضل الٰہی مارکیٹ' چوک اردو بازار لاہور۔

مطبع .... رضا پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ .... پرنٹ ویژن
سرورق ٹائٹل ایم۔اے۔حافظ

نوٹ

ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ' معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جائے۔

شکریہ!
(ادارہ)

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تمہید	۹
۲	امام غزالی (ولادت)	۱۲
۳	امام صاحب کی تعلیم	۱۳
۴	نیشاپور کا سفر	۱۵
۵	امام الحرمین کا مختصر حال	۱۷
۶	امام الحرمین کی وفات اور انکا اتم	۱۹
۷	نیشاپور سے نکلنا	۱۹
۸	خاندان سلجوقیہ	۲۰
۹	نظام الملک	۲۱
۱۰	مصارف تعلیم	۲۲
۱۱	علماء سے مناظرہ	۲۳
۱۲	مدرس اعظم مقرر ہونا	۲۵
۱۳	ایک بڑی ملکی مہم کا حل کرنا	۲۷
۱۴	خلیفہ مستظہر باللہ کی فرمائش	۲۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵	تعلقات کا ترک اور عزلت وسیاحت	۲۹
۱۶	مذہبی خیالات میں انقلاب	۲۹
۱۷	امام صاحب کے خیالات	۳۰
۱۸	فلسفہ	۳۲
۱۹	تصوف	۳۲
۲۰	باطنیہ	۳۲
۲۱	بیخودی کی حالت میں بغداد سے نکلنا	۳۴
۲۲	دمشق کا قیام اور مراقبہ ومجاہدہ	۳۵
۲۳	شیخ فارمدی سے امام صاحب کی بیعت	۳۵
۲۴	بیت المقدس پہنچنا	۳۶
۲۵	حج وزیارت	۴۷

Marfat.com

۲۶	سفر کے بعض دلچسپ حالات	۳۸
۲۷	مقام خلیل میں	۳۸
۲۸	احیاء العلوم کی تصنیف	۳۹
۲۹	دوبارہ درس وتدریس	۴۰
۳۰	نظامیۂ نیشا پور میں تدریس	۴۱
۳۱	نظامیہ سے کنارہ کشی	۴۲
۳۲	امام صاحب کے حاسدین	۴۲
۳۳	امام صاحب کی مخالفت	۴۳
۳۴	سلطان سنجر کا امام صاحب کو طلب کرنا	۴۴
۳۵	سنجر کے دربار میں	۴۵
۳۶	سنجر امام صاحب کی تقریر کا اثر	۴۷
۳۷	وزیر اعظم کا خط	۴۹
۳۸	دربار خلافت سے امام صاحب کی طلبی	۵۰
۳۹	امام صاحب کا انکار اور معذرت	۵۱

۴۰	فن حدیث کی تکمیل	۵۲
۴۱	آخری تصنیف	۵۲
۴۲	وفات	۵۲
۴۳	اولاد	۵۳
۴۴	تلامذہ	۵۴

﴿حصہ دوم﴾

۴۵	تصنیفات	۵۶
۴۶	مضامین کے لحاظ سے تصنیفات کی تقسیم	۵۹
۴۷	مجوث فی تصنیفات	۶۱
۴۸	منخول	۶۱
۴۹	مضنون بہ علی غیر اہلہ	۶۲
۵۰	کتاب الفتح والتسویۃ	۶۳
۵۱	سر العالمین	۶۴
۵۲	تصنیفات پر مختلف حیثیتوں سے بحث	۶۴
۵۳	روزانہ تصنیف کا اوسط	۶۴
۵۴	تصنیفات کے موضوع	۶۵
۵۵	تصنیفات کی قبولیت	۶۵
۵۶	تصنیفات کے ساتھ علماء کا اعتناء	۶۷

Marfat.com

۵۷	امام صاحب کی تصنیفات اور یورپ	۶۸
۵۸	مقاصد الفلاسفہ	۷۰
۵۹	المنقذ	۷۰
۶۰	تہافتہ الفلاسفہ	۷۱
۶۱	میزان العمل	۷۱
۶۲	امام صاحب کے اشعار	۷۲
۶۳	علوم وفنون	۷۵
۶۴	فلسفہ اخلاق اور احیاء العلوم	۷۶
۶۵	یونانی تصنیفات اور ان کے عربی ترجمے	۷۶
۶۶	حکمائے اسلام کی تصنیفات	۷۷
۶۷	آراء المدینۃ الفاضلہ	۷۷
۶۸	کتاب البر والاثم	۷۷
۶۹	تہذیب الاخلاق	۷۷
۷۰	فن اخلاق میں مذہبی طرز کی تصنیفات	۷۸
۷۱	تصنیفات مقبول عام نہ ہونے کی وجہ	۷۹

۷۲	احیاء العلوم کی عام خصوصیت	۸۱
۷۳	احیاء العلوم کا زمانہ تصنیف	۸۴
۷۴	احیاء العلوم کی خصوصیات	۸۵
۷۵	احیاء العلوم کا فلسفہ اخلاق	۹۹
۷۶	اخلاقی امراض کا علاج	۱۱۹
۷۷	غیبت	۱۲۱
۷۸	غیبت کے اسباب	۱۲۱
۷۹	غصہ وغضب	۱۲۴
۸۰	حسد اور رشک	۱۲۸
۸۱	اخلاص کی غرض وغایت	۱۳۲
۸۲	علم کلام	۱۳۴
۸۳	منقولی علم کلام	۱۳۵
۸۴	فلسفے کا ابطال	۱۳۶
۸۵	فن منطق میں امام صاحب کی تصنیفات	۱۳۶
۸۶	مسائل منطق پر امام صاحب کے اعتراضات	۱۳۷

Marfat.com

۸۷	فلسفے میں تصنیف	۱۳۸
۸۸	آپ کی طرز تحریر سے فلسفہ کو فائدہ	۱۴۲
۸۹	تہافتہ الفلاسفہ	۱۴۳
۹۰	جن مسائل فلسفہ کو باطل کیا	۱۴۶
۹۱	اثبات عقائد	۱۵۳
۹۲	قدیم علم کلام	۱۶۴
۹۳	قدیم علم کلام کے مسائل	۱۶۵
۹۴	قدیم علم کلام کی نسبت رائے	۱۶۹
۹۵	علم کلام میں اصلاحتیں	۱۷۲
۹۶	التفرقہ بین الاسلام وزندقہ	۱۷۶
۹۷	وجود کے مراتب خمسہ	۱۷۸
۹۸	تاویل کے متعلق امام صاحب کی رائے	۱۸۰
۹۹	قدیم علم کلام کا طرز استدلال	۱۸۲

۱۰۰	امام صاحب کا خاص علم کلام	۱۸۴
۱۰۱	الٰہیات	۱۸۴
۱۰۲	صفات باری۔ تنزیہ وتشبیہ	۱۸۴
۱۰۳	نبوت	۱۸۷
۱۰۴	معجزات	۱۹۳
۱۰۵	تکلیفات شرعیہ اور عذاب وثواب	۱۹۹
۱۰۶	معاد یا حالات بعد الموت	۲۰۳
۱۰۷	روح کی حقیقت	۲۰۵
۱۰۸	واقعات بعد الموت	۲۰۸
۱۰۹	قیامت	۲۱۲
۱۱۰	تصوف	۲۶۱
۱۱۱	صوفی کا لقب کب سے شروع ہوا	۲۶۱
۱۱۲	تصوف کی حقیقت	۲۱۷
۱۱۳	تصوف کی علمی حیثیت	۲۱۸
۱۱۴	تصوف	۲۲۰
۱۱۵	تصوف کا اثر اعمال پر	۲۲۶

Marfat.com

۱۱۶	تصوف کے لفظ کی تحقیق	۲۲۶
۱۱۷	مجددیت	۲۲۷
۱۱۸	تقلید کا عام تسلط	۲۲۸
۱۱۹	عقلیات میں تقلید	۲۲۹
۱۲۰	اشاعرہ اور حنابلہ کی نزاعیں	۲۲۹
۱۲۱	اعتقادات کے لحاظ سے اسلامی ممالک کی تقسیم	۲۳۰
۱۲۲	تقلید کو چھوڑنا	
۱۲۳	عقائد کی اصلاح	۲۳۲
۱۲۴	نصوص کی تاویل	۲۳۵
۱۲۵	تاویل کا اصول	۲۳۶
۱۲۶	تواتر	۲۳۶
۱۲۷	اجماع	۲۳۷
۱۲۸	اصلاح کا عملی اثر	۲۳۹
۱۲۹	مناظرہ ومباحثہ کی اصلاح	۲۳۹
۱۳۰	مسائل کی اصلاح	۲۴۱
۱۳۱	اسباب وعلل کا سلسلہ	۲۴۳

۱۳۲	عذاب و ثواب کی حقیقت	۲۴۳
۱۳۳	الٰہیات اور معاد میں جسمانیت کا غلبہ	۲۴۴
۱۳۴	مذہب کی غرض وغایت	۲۴۶
۱۳۵	تعلیم کی اصلاح	۲۴۷
۱۳۶	مذہبی وغیر مذہبی علوم کی تفریق	۲۴۷
۱۳۷	علوم شرعیہ کا غلط استعمال	۲۵۰
۱۳۸	فقہی مناظرات سے احتراز	۲۵۱
۱۳۹	قرون اولیٰ میں علم توحید	۲۵۱
۱۴۰	کن علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔	۲۵۳
۱۴۱	اخلاق کی اصلاح	۲۵۸
۱۴۲	علماء کی اصلاح	۲۶۰
۱۴۳	مفتی	۲۶۱
۱۴۴	ارباب مناظرہ	۲۶۱
۱۴۵	متکلمین	۲۶۱

Marfat.com

۱۴۶	واعظین	۲۶۱
۱۴۷	مناظرہ ومجادلہ	۲۶۳
۱۴۸	اصلاح ملکی	۲۶۷
۱۴۹	بادشاہ وقت کے نام ہدایت نامہ	۲۷۴
۱۵۰	امام صاحب کی کوششوں کے نتائج	۲۷۷
۱۵۱	وزراء اور امراء کے نام خطوط	۲۷۸
۱۵۲	امام صاحب پر اسباب خارجی کا اثر	۲۸۸
۱۵۳	امام صاحب پر فلسفہ کا اثر	۲۹۱
۱۵۴	احیاء العلوم اور ابن مسکویہ کی کتاب کا موازنہ	۲۹۳
۱۵۵	امام صاحب کا اثر عقائد، علوم وفنون اور شاعری پر	۲۹۸
۱۵۶	عقائد وکلام	۲۹۸
۱۵۷	امام صاحب کا اثر تصوف پر	۳۰۰
۱۵۸	فلسفہ وکلام	۳۰۱
۱۵۹	فارسی لٹریچر اور شاعری	۳۰۴
۱۶۰	امام صاحب کا اثر فارسی شاعر پر	۳۰۶
۱۶۱	امام صاحب کی مخالفت	۳۰۷

تمت بالخیر (۳۱۲)

Marfat.com

تمہید

ماطفلِ کم سوا دو سبق قصہ ہائے دوست
صد بارخواندہ و دگراز سرگرفتہ ایم

الحمد لله رب العالمین والصلوة علی رسوله محمد واله اصحابه اجمعین O

علم کلام جو مسلمانوں کی خاص ایجادات میں سے ایک مہتم بالشان علم اور اس کا سرمایہ ناز ہے میں آج کل اس کی ایک نہایت مبسوط تاریخ لکھ رہا ہوں اور اس کے چار حصے قرار دیئے ہیں۔

۱۔ علم کلام کی ابتداء' اس کی مختلف شاخیں' عہد بعہد کی تبدیلیاں اور ترقیاں۔
۲۔ علم کلام نے اثباتِ عقائد اور ابطال فلسفہ کے متعلق کیا کیا اور کس حد تک کامیابی حاصل کی۔
۳۔ ائمہ علم کلام کی سوانح عمریاں۔
۴۔ جدید علم کلام۔

پہلا حصہ بقدر معتد بہ لکھا جا چکا تھا کہ بوجوہ چند رک گیا اور تیسرا حصہ شروع ہوگیا۔ اس حصہ میں امام غزالی کی سوانح عمری شروع ہوئی تو

Marfat.com

بڑھتے بڑھتے ایک مستقل کتاب بن گئی۔ چونکہ پوری کتاب کی تیاری کو عرصہ درکار تھا مناسب ہوا کہ بلا انتظار باقی یہ حصہ الگ شائع کر دیا جائے۔ امام صاحب کے حالات میں ان کے اصول عقائد اور طرز استدلال کی تفصیل بھی ہے۔ اس طرح علم کلام کے اکثر مہتم بالشان مسائل بھی اس کتاب میں آ گئے ہیں۔

امام غزالی کی سوانح عمری میں کوئی مستقل کتاب تو غالباً لکھی نہیں گئی لیکن رجال اور تراجم کی کتابوں میں عموماً ان کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں ان میں سے تبیین کذب المفتری فیما نسب الی ابی الحسن الاشعری اور طبقات الشافعیہ خاصۃً ذکر کے قابل ہیں۔

پہلی کتاب علامہ ابن عدساکر دمشقی مشہور محدث کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اصل میں امام اشعری کے حالات میں ہے' لیکن اشاعرہ میں جو لوگ مشاہیر تھے ان کا بھی تذکرہ ہے۔ اس تقریب سے امام غزالی کے حالات بھی لکھے ہیں اور چونکہ عبدالغافر فارسی کے حوالے سے لکھے ہیں جو خود امام غزالی کے ہم عصر تھے اس لئے جس قدر لکھا ہے حرف سند کے قابل ہے۔ یہ کتاب یورپ میں چھپ گئی ہے۔

دوسری کتاب علامہ ابن السبکی کی تصنیف ہے جو مشہور محدث تھے۔ یہ کتاب اس طبیعت سے لکھی گئی ہے کہ مجموعی حیثیت سے رجال کی کوئی کتاب اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ امام غزالی کا حال جس قدر اس کتاب میں ہے کسی کتاب میں اس سے زائد کیا اس کے برابر بھی نہیں مل سکتا۔ اس لئے میں نے سوانح عمری کے متعلق زیادہ تر انہی دونوں کتابوں پر مدار رکھا۔ باقی امام صاحب کے اصول اور مسائل تو ان کے

Marfat.com

لئے خود امام صاحب کی تصانیف کافی تھیں جس کا بہت بڑا ذخیرہ میرے پاس موجود تھا۔

امام صاحب اس رتبہ کے شخص تھے کہ ایک مدت تک ان کی تصنیفات کا یورپ میں بھی چرچا رہا اور بہت سے نامور مصنفوں نے ان کی تصانیف پر شروح و حواشی لکھے۔ فلسفہ کی جو تاریخیں لکھی گئی ہیں ان میں امام صاحب کا ذکر خاص طرح پر کیا گیا اور بعض کتابیں خاص امام صاحب کی تصنیفات کے متعلق لکھی گئی ہیں ان میں سے دو تصنیفیں میرے پاس موجود ہیں پروفیسر گوشی (RGOSCHE) کی کتاب الغزالی (AL-GHAZALI) پروفیسر مونک (MUNK) کی کتاب الربط بین فلسفہ الیہود والاسلام D.E.PHILOSOPHIE MELAGES (JUNE.ET.ARABE)' پہلی کتاب جرمن زبان میں تھی اس لئے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ دوسری کتاب سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے اور جا بجا اس کے حوالے دیئے ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام غزالیؒ

ولادت

محمد نام' حجتہ الاسلام لقب' غزالی عرف سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن احمد' خراسان کے اضلاع میں ایک ضلع کا نام طوس ہے۔ اس میں دو شہر ہیں طاہران اور طوقان۔ امام صاحب ۴۵۰ھ میں طاہران میں پیدا ہوئے۔ انکے باپ رشتہ فروش تھے اور اس مناسبت سے ان کا خاندان غزالی کہلاتا تھا۔ غزال کے معنی کاتنے کے ہیں۔ عربی زبان میں جو نسبت کا قاعدہ ہے اس کی رو سے غزال کافی تھا لیکن خوارزم اور جرجان وغیرہ میں نسبت کا یہی طریقہ ہے چنانچہ عطارد کو عطاری اور قصار کو قصاری کہتے ہیں۔ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ غزالہ طوس کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ امام صاحب وہیں کے رہنے والے تھے چنانچہ علامہ موصوف کے نزدیک غزالی بہ تشدید نہیں بلکہ بہ تخفیف ہے۔ ابن خلطان نے امام صاحب کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی کے حال میں علامہ سمعانی کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ "یہ تحقیق تمام مورخین کے

Marfat.com

خلاف ہے۔ اگرچہ بعض بعض مورخین نے بھی علامہ سمعانی کی تائید کی ہے چنانچہ فیومی نے مصباح میں شیخ محی الدین سے جو کہ ساتویں پشت میں امام غزالی کے نواسے تھے' یہ روایت کی ہے کہ ہمارے نانا کا نام بہ تشدید نہیں بلکہ بہ تخفیف [1] ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ پہلی روایت ہی معتبر ہے اور بڑی دلیل اس کی یہ ہے کہ طوس کے ضلع میں غزالہ کوئی گاؤں نہیں۔

امام صاحب کے خاندانی پیشہ کے ذکر میں یہ بیان کرنا ناموزوں نہ ہوگا کہ اس زمانے میں اور اس سے پہلے مسلمانوں میں تعلیم اس قدر عام ہوگئی تھی کہ ادنٰے سے ادنٰے پیشہ والے بھی تعلیم سے محروم نہیں رہے تھے یہاں تک کہ انہی پیشہ وروں میں ایسے ایسے صاحب کمال پیدا ہوئے جن کو آج ہم امام اور علامہ کے لقب سے پکارتے ہیں مثلاً امام ابوحنیفہ بزاز تھے' شمس الائمہ حلوائی تھے' امام ابوجعفر کفن دوز تھے' علامہ قفال مروزی قفل ساز تھے وغیرہ وغیرہ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تعلیم کی بدولت خود یہ پیشے ذلیل نہ رہے' بڑے بڑے علماء یہ پیشے اختیار کرتے تھے اور انہی پیشوں کے انتساب سے ان کا نام لیا جاتا تھا۔

امام صاحب کی تعلیم

امام صاحب کے والد اتفاق سے تعلیم سے محروم رہ گئے تھے جب مرنے لگے تو انہوں نے امام صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی امام احمد

---

[1] شرح احیاء العلوم تذکرہ امام غزالی۔

Marfat.com

غزالی کو اپنے ایک دوست کے سپرد کیا اور کہا کہ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ میں لکھنے پڑھنے سے محروم رہ گیا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکوں کو تعلیم دلائی جائے تاکہ میری جہالت کا کفارہ ہو جائے انکے مرنے پر اس بزرگ نے امام صاحب کو تعلیم دلانی شروع کی۔ چنانچہ ابتدائی مراحل طے کرائے لیکن چند روز کے بعد تعلیم کا کوئی سامان نہ رہا۔ امام صاحب کے والد جو رقم مصارف تعلیم کے لئے دے گئے تھے وہ ختم ہو چکی۔ اس بزرگ نے امام صاحب سے کہا کہ تمہارے والد کا سرمایہ ختم ہو چکا ہے اور میرے پاس کچھ مال و متاع نہیں' اس لئے تم دونوں بھائی کسی مدرسے میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ امام صاحب نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ اس زمانہ تک اگرچہ باقاعدہ مدارس بہت کم تھے لیکن خانگی درسگاہیں نہایت کثرت سے تھیں۔ بڑے بڑے نامور اور ائمہ فن اپنے گھروں یا مساجد میں تعلیم دیتے تھے اور جس قدر طلباء ان کے حلقہ درس میں تعلیم پاتے تھے ان کے ہر قسم کے مصارف کا بندبست شہر کے امراء و رؤسا کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ آج ہمارے ملک میں بھی تعلیم عام ہے لیکن یہ محض ابتدائی تعلیم ہے اعلیٰ تعلیم صرف کالجوں میں ہوتی ہے اور وہ اس قدر گراں ہے کہ کم مایہ آدمی اس سے بہت کم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم

امام صاحب نے فقہ کی کتابیں احمد بن محمد رازکانی سے پڑھیں۔

Marfat.com

یہ بزرگ امام صاحب کے شہر میں مقیم تھے اور یہیں درس دیتے تھے۔ اس کے بعد جرجان کا قصد کیا اور امام ابونصر اسمٰعیلی کی خدمت میں تحصیل شروع کی۔ اس زمانے میں درس کا یہ قاعدہ تھا کہ استاد مطالب علمیہ پر جو تقریر کرتا تھا شاگرد اس کو قلم بند کرتے جاتے تھے اور نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتے تھے۔ ان یادداشتوں کو تعلیقات کہتے تھے۔ چنانچہ امام صاحب نے بھی ان تعلیقات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ چند روز کے بعد وطن کو واپس آئے۔ اتفاق سے راہ میں ڈاکہ پڑا اور امام صاحب کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا۔ اس میں وہ تعلیقات بھی تھیں جو امام ابونصر نے لکھوائی تھیں۔ امام صاحب کو اس کے لٹنے کا نہایت صدمہ تھا۔ چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا کہ "میں اپنے اسباب اور سامان میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہی کے سننے اور یاد کرنے کے لئے یہ سفر کیا تھا وہ ہنس پڑا اور کہا کہ "تم نے خاک سیکھا' جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے۔" یہ کہہ کر اس نے وہ کاغذ واپس کر دیئے۔ امام صاحب پر اس کے طعنہ آمیز فقرے نے ہاتف غیبی کی آواز کا اثر کیا۔ چنانچہ وطن پہنچ کر وہ یادداشتیں زبانی یاد کرنی شروع کیں' یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دیئے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے۔

نیشاپور کا سفر

اب امام صاحب کی تحصیل علمی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ معمولی

Marfat.com

علماء ان کی تشفی نہیں کر سکتے تھے۔اس لئے تکمیل علوم کے لئے وطن سے نکلنا چاہا۔اس زمانے میں اگرچہ تمام ممالک اسلامیہ میں علوم وفنون کے دریا بہہ رہے تھے ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ مدرسوں سے معمور تھا۔ بڑے شہروں میں سینکڑوں علماء موجود تھے اور ہر عالم کی درسگاہ بجائے خود ایک مدرسہ تھا۔لیکن ان سب میں دو شہر علم وفن کے مرکز تھے۔نیشاپور' بغداد۔ کیونکہ خراسان' فارس اور عراق کے تمام ممالک میں دو بزرگ استادالکل تسلیم کیے جاتے تھے یعنی امام الحرمین اور علامہ ابواسحٰق شیرازی اور یہ دونوں بزرگ انہیں دونوں شہروں میں درس دیتے تھے۔نیشاپور چونکہ قریب تھا اس لئے امام صاحب نے وہیں کا قصد کیا اور امام الحرمین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نیشاپور کی علمی حالت

نیشاپور کی علمی حالت یہ تھی کہ اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ جو تعمیر ہوا یہیں ہوا جس کا نام مدرسہ بیہقیہ تھا۔امام الحرمین (امام غزالی کے استاد) نے اسی مدرسے میں تعلیم پائی تھی۔ عام شہرت ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بغداد کا نظامیہ تھا۔چنانچہ ابن خلکان نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فخر بغداد کے بجائے نیشاپور کو حاصل ہے۔بغداد کا نظامیہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا کہ نیشاپور میں متعدد بڑے بڑے دارالعلوم قائم ہو چکے تھے ایک وہی بیہقیہ جس کا ذکر ابھی گذر چکا ہے' دوسرا اسعدیہ' تیسرا نصریہ' جس کو سلطان محمود کے بھائی نصر

Marfat.com

بن سبکتگین نے قائم کیا تھا۔[1] ان کے سوا اور بھی مدرسے تھے جن کا سرتاج نظامیہ نیشاپور تھا۔ امام الحرمین اسی مدرسے کے مدرس تھے۔

امام الحرمین کا مختصر حال

امام الحرمین کا اصلی نام عبدالملک اور لقب ضیاء الدین تھا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں ان کے انتقال کے بعد ابوالقاسم اسکافی کے شاگرد ہوئے جو مدرسہ بیہقیہ کے مدرس اعظم تھے۔ فراغ تحصیل کے بعد بغداد گئے اور وہاں بڑے بڑے نامور علماء کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔ بغداد سے واپس آ کر نیشاپور مسندِ درس پر بیٹھے' لیکن اسی زمانے میں عمید کندری کی تحریک سے الپ ارسلان سلجوقی نے حکم دیا تھا کہ مساجد میں امام ابوالحسن اشعری پر خطبہ میں لعنت پڑھی جائے۔ امام الحرمین سلسلہ اشعریہ میں داخل تھے ان کو نہایت ناگوار ہوا اور ناراض ہو کر حرمین چلے گئے۔ وہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور ان کا حلقہ درس ملجائے عام بن گیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے فتوے انہی کے پاس آتے تھے۔ اسی بنا پر امام الحرمین کے لقب سے پکارے جانے لگے' عمید کندری کے بعد الپ ارسلان نے نظام الملک کو وزیر مقرر کیا۔ نظام الملک کی بے تعصبی' عدل و انصاف اور قدردانی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ امام الحرمین یہ حالات سن کر حرمین سے واپس آ گئے اور نظام الملک نے خاص ان کے لئے ایک بڑا مدرسہ نیشاپور میں تعمیر کیا

[1] مقریزی جلد دوم صفحہ ۳۶۳

Marfat.com

جس کا نام نظامیہ رکھا۔

دربار میں امام الحرمین کی عزت

امام الحرمین درس و تدریس کے علاوہ تمام مذہبی صیغوں کے افسر تھے۔ وعظ امام' خطابت اور تمام ممالک اسلامیہ کے اوقاف انہی کے سپرد تھے۔ سلاطین وقت ان کا یہ احترام کرتے تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے ملک شاہ سلجوقی کے ایک حکم کے مقابلے میں اعلان کرا دیا کہ ملک شاہ کا حکم غلط ہے اور اس کو اس قسم کے حکم دینے کا کوئی اختیار نہیں۔ ملک شاہ نے بجائے اس کے مخالفت کرتا خود بھی یہی اعلان کرا دیا کہ میرا حکم درحقیقت غلط تھا امام الحرمین کا حکم صحیح ہے۔[1]

امام الحرمین بہت بڑے مصنف تھے' انکی مشہور تصنیفات یہ ہیں۔ نہایۃ المطلب شامل' برہان' ارشاد' مغیث الخلق' اخیر تصنیف ہماری نظر سے گذری ہے۔

غرض امام غزالی نے ان کی خدمت میں پہنچ کر نہایت جدوجہد سے علم کی تحصیل شروع کی' یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں تحصیل سے فارغ ہو کر تمام اقران میں ممتاز ہو گئے۔ امام الحرمین کے حلقہ درس میں چار سو طلباء تعلیم پاتے تھے' ان میں تین شخص سب سے ممتاز تھے۔ کیا ہراسی' احمد بن محمد خوانی اور امام غزالی' چنانچہ امام الحرمین کہا کرتے تھے کہ غزالی دریائے ذخار ہیں اور کیا شیر درندہ اور خوانی آتش سوزاں۔ لیکن کیا اور

[1] اخلاق جلالی میں یہ واقعہ مفصل مذکور ہے۔ ۱۲

Marfat.com

خوانی کی ہمسری طالب علمی ہی کے زمانے تک تسلیم کی جاسکتی ہے ورنہ بالآخر امام غزالی نے رتبہ حاصل کیا وہ امام الحرمین کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

امام الحرمین کی وفات اور ان کا ماتم

اس زمانے میں نامور علماء کے ہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکتے تھے تو شاگردوں میں جو سب سے زیادہ لائق ہوتا تھا وہ باقی طالب علموں کو دوبارہ درس دیتا تھا اور استاد کے بتائے ہوئے مضامین کو اچھی طرح ذہن نشین کراتا تھا۔ یہ منصب جس کو حاصل ہوتا تھا اس کو معید کہتے تھے۔ چنانچہ امام غزالی کو بھی یہ منصب حاصل ہوا اور معید کہلائے۔ امام الحرمین نے ۴۷۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے دن نیشاپور کے تمام بازار بند ہو گئے اور جامع مسجد کا منبر توڑ دیا گیا۔ ان کے شاگرد جو چار سو کے قریب تے سب نے دوات اور قلم توڑ ڈالے اور سال بھر تک ان کے ماتم کے میں مصروف رہے۔[1]

نیشاپور سے نکلنا

امام غزالی نے جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے امام الحرمین کی

---

[1] ابن خلکان تذکرہ امام الحرمین ۱۴

Marfat.com

زندگی ہی میں شہرتِ عام حاصل کر لی تھی اور صاحب تصنیف ہو گئے تھے' یہاں تک کہ امام الحرمین ان پر ناز کرتے تھے تاہم جب تک امام الحرمین زندہ رہے ان کی صحبت سے الگ نہ ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد نیشاپور سے نکلے اور اس شان سے نکلے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۸ برس تھی۔

امام غزالی کے آئندہ واقعات کسی قدر سلطنت سے وابستہ ہیں اس لئے مختصر طور پر اس وقت کی ملکی حالت کا لکھنا ضرور ہے۔

خاندانِ سلجوقیہ

سلطنتِ عباسیہ کے کمزور ہو جانے پر' ملک میں ہر طرف خودمختاری کی ہوا چل گئی۔ حکومت و سلطنت کے بہت سے دعویدار نکل آئے۔ ان سب میں ترکوں کا قدم سب سے آگے رہا اور دیکھتے دیکھتے وہ تمام دنیا پر چھا گئے چنانچہ اس وقت سے دنیائے اسلام کا بڑا حصہ انہی کے قبضہ اقتدار میں رہا اور آج بھی ہے' سلطان حال ترک ہیں' خدیو مصر ترک ہیں' کجلاہ ایران ترک ہیں۔ امام صاحب کے زمانے میں انہی ترکوں میں سے سلجوقی خاندان فرمانروا تھا۔ اس خاندان کا سب سے پہلا تاجدار طغرل بیگ تھا جس نے ۴۲۹ھ میں اول اول طوس پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ ۴۴۷ھ میں عراق پر قابض ہو گیا۔ طغرل نے ۴۵۵ھ انتقال کیا۔ اسکے بعد اس کا بیٹا الپ ارسلان اور الپ ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ جس کے زمانہ میں سلجوقیوں کی حکومت انتہائے

Marfat.com

شباب پر پہنچ گئی۔ اس کی نسبت ابن خلکان کے یہ الفاظ ہیں:۔ ۱؎ ملک شاہ کی سلطنت نے وہ وسعت حاصل کی کہ کوئی سلطنت اس حد تک نہیں پہنچی اس کی سلطنت طویل میں کاشغر سے لے کر جو ترکستان کا سب سے اخیر شہر ہے اور جس کی سرحد چین سے ملتی ہے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ سے لے کر خرز تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے تمام ملک میں سرائیں اور پل تیار کرائے اور ہر قسم کے ٹیکس موقوف کر دیئے۔ اس کے زمانے میں امن وامان کی یہ حالت تھی کہ ترکستان سے لے کر شام کے اخیر سرحد تک قافلے بغیر کسی حفاظت اور بدرقہ کے سفر کرتے تھے اور ایک آدمی تنہا ہزاروں کوس جدھر چاہتا چلا جاتا تھا لیکن اس کی حکومت کی عظمت اور شان جو کچھ تھی اس کے وزیر نظام الملک کی بدولت تھی اور چونکہ امام غزالی کے حالات کو اس کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اس لئے ہم اس کے حالات کو ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں۔

نظام الملک

نظام الملک کا اصلی نام حسن بن علی ہے۔ وہ امام غزالی کا ہم وطن یعنی طوس کے ایک گاؤں راذکان کا رہنے والا تھا۔ اس کے باپ دادا دہقان تھے۔ اس نے حدیث وفقہ کی تحصیل کی اور فروغ کے بعد دنیوی اشغال میں مصروف ہوا یہاں تک کہ حاکم بلخ کا میر منشی مقرر ہوا اور رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کی کہ الپ ارسلان کا وزیر ہو گیا۔ الپ ارسلان نے

۱؎ ابن خلکان تذکرہ ملک شاہ سلجوقی۔

Marfat.com

۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ اس کے مرنے کے بعد الپ ارسلان کے بیٹوں نے سلطنت کے لئے معرکہ آرائیوں کے سامان کئے لیکن نظام الملک کی حسنِ تدبیر سے ملک شاہ کو تاج و تخت نصیب ہوا اور وہی سب بھائیوں میں ترجیح کا مستحق بھی تھا۔ ملک شاہ نے تخت نشین ہو کر سلطنت کے تمام کاروبار نظام الملک کے ہاتھ میں دے دیئے (ملک شاہ نے ۴۸۵ھ میں وفات پائی)۔ نظام الملک نے ایک طرف تو سلطنت کو وہ رونق اور وسعت دی کہ خلفاء کے بعد کبھی نہ ہوئی تھی۔ امن و امان اور نظم و نسق کی بدولت تمام ملک کے ڈانڈے اس طرح ملا دیئے کہ جب بادشاہی لشکر نہر جیحوں سے اترا تو کشتیوں کے کرائے کا پروانہ جس کی تعداد گیارہ ہزار اشرفیاں تھیں، شام کے عامل کے نام لکھا اور وہیں سے یہ رقم ادا کی گئی۔

مصارف تعلیم

دوسری طرف تعلیم و تدریس کو وہ ترقی دی کہ تمام اسلامیہ میں چپہ چپہ پر مکاتب اور مدارس قائم کئے۔ روضتین فی اخبار الدولتین میں لکھا ہے کہ "کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں اس کا تعمیر کردہ مدرسہ موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ جزیرہ ابن عمر میں بھی جو بالکل ایک گوشے میں واقع ہے اور کسی کا وہاں گذر نہیں ہوتا، ایک بڑا مدرسہ موجود ہے۔ علامہ قزوینی نے آثار البلاد میں تصریح کی ہے کہ اس زمانے میں مدارس کا سالانہ خرچ ۶ لاکھ اشرفیاں تھیں۔ اس کے سوا اپنے کل جاگیرات کا دسواں حصہ تعلیم کے

Marfat.com

مصارف پر وقف کر دیا تھا۔ سلطنت سلجوقیہ کی اشرفیاں ہماری نظر سے گذری ہیں کم سے کم ۲۵ روپے کے برابر ہوتی ہیں اس بنا پر نظام الملک کے خاص عطیہ کو چھوڑ کر ایک کروڑ پچاس لاکھ سالانہ رقم کی شاہی خزانے سے تعلیمات کے لئے مقرر تھی اور اس زمانے کے لحاظ سے یہ رقم ایسی خطیر رقم ہے جس کی نظیر کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

نظام الملک خود صاحب علم و فضل اور اہل فضل و کمال کا بہت بڑا قدردان تھا۔ ابو علی فارمدی جب اس کے دربار میں آتے تھے تو ہمیشہ ان کے لئے مسند ۱ خالی کر دیا کرتا تھا امام الحرمین اور ابو اسحٰق شیرازی کا نہایت ادب کرتا تھا اور جب وہ دربار میں آتے تھے تو سروقد کھڑا ہو جاتا تھا۔ اس قدردانی اور پایہ شناسی نے اس کے دربار کو اہل کمال کا مرکز بنا دیا تھا سینکڑوں علماء و فضلا ہمیشہ اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے اور وہ ان کے علمی مناظرات میں شریک ہو کر خود بھی دخل دیتا تھا اور مستفید ہوتا تھا۔

علماء سے مناظرہ

امام غزالی کا مزاج ابتدا میں جاہ پسند تھا۔ ۲ امام الحرمین کی صحبت میں انہوں نے علماء کی قدر و منزلت کا جو سماں دیکھا اس نے ان کی طبیعت میں اس ولولے کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔ ان کے سامنے یہ واقعہ گذرا تھا کہ جب علامہ ابو اسحٰق شیرازی عباسیوں کی طرف سے سفیر ہو کر

---

۱ ابن الاثیر ذکر وفات ابو علی فارمدی ۱۲ ۲ طبقات الشافعیہ بحوالہ عبدالغافر فارسی ۱۲۔

Marfat.com

بغداد سے نیشاپور کو چلے تو جس جس شہر میں ان کا گذر ہوتا تھا شہر کا شہر مشایعت کو نکلتا تھا اور تمام دوکاندار اپنی اپنی دکان کا اسباب وسامان ان کے قدموں پر نثار کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ صرف روپے اور اشرفیاں لٹاتے جاتے تھے۔ نیشاپور پہنچے تو خود امام الحرمین ان کا غاشیہ کاندھے پر رکھ کر ان کی رکاب میں چلے[1] غرض جاہ ومنصب کی امید میں امام غزالی نے درسگاہ سے نکل کر نظام الملک کے دربار کا رخ کیا' چونکہ ان کی علمی شہرت دور دور پہنچ چکی تھی۔ نظام الملک نے نہایت تعظیم وتکریم سے ان کا استقبال کیا۔ اس وقت فضیلت اور کمال کے اظہار کا جو طریقہ تھا علمی مناظرات تھے' روٴسا اور امراء کے دربار میں علماء وفضلا کا مجمع ہوتا تھا اور مسائل علمی پر مناظرانہ گفتگوئیں ہوتی تھیں جو شخص زور تقریر سے حریفوں کو بند کر دیتا تھا وہی سب سے ممتاز سمجھا جاتا تھا اس طریقے کو اس قدر وسعت ہوئی کہ بڑے بڑے شہروں میں بطور خود مناظرہ کی مجلسیں قائم ہوگئی تھیں اور لوگ اپنے شوق سے ان جلسوں میں شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ مناظرہ خود ایک فن بن گیا اور آج اس فن پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔

امام غزالی نظام الملک کے دربار میں پہنچے تو سینکڑوں اہل کمال کا مجمع تھا۔ نظام الملک نے مناظرے کی مجلسیں منعقد کیں۔ متعدد جلسے ہوئے اور مختلف علمی مضامین پر بحثیں رہیں ہر معرکے میں امام صاحب ہی غالب رہے۔ اس کامیابی نے امام صاحب کی شہرت کو چمکا دیا اور تمام اطراف ودیار میں ان کے چرچے پھیل گئے۔[2] نظام الملک نے ان کو

---

[1] ابن الاثیر ذکر سفارت ابو اسحق شیرازی ۱۲ [2] ابن خلکان تذکرہ امام غزالی ۱۲

Marfat.com

نظامیہ کے مسندِ درس کے لئے انتخاب کیا۔ امام صاحب کی عمر اس وقت ۳۴ برس سے زیادہ نہ تھی اس عمر میں نظامیہ کی افسری کا حاصل کرنا ایک ایسا فخر تھا جو امام صاحب کے سوا کبھی کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

مدرس اعظم مقرر ہونا

نظامیہ کے قیام کی تاریخ اور اس کے حالات[1] میں نے اپنے مجموعہ رسائل میں جو چھپ کر شائع ہو چکا ہی تفصیل سے لکھے ہیں' اس موقع پر صرف اس قدر لکھنا ضرور ہے کہ اس کی مدرسی کا منصب ایسا عظیم الشان رتبہ تھا کہ بڑے بڑے اہل کمال نے اس کے آرزو میں اپنی عمریں صرف کر دیں اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں لے گئے۔ امام ابو منصور محمد بردی جو مدرسہ بہائیہ کے مدرس اعظم تھے نظامیہ میں وعظ کیا کرتے تھے۔ عین وعظ میں نظامیہ کی مسند درس کی طرف اشارہ کرتے اور اشعار پڑھتے۔

بکیت یاربع حتی کدت ابکیکا
وجدت بي وبدمعی لی مغانیکا
نعم صباحا لقد ہیجت لی شجنا
واردوا تحیتنا انا محیوکا

---

[1] گبن صاحب نے رومن امپائر میں لکھا ہے کہ اس کی تعمیر وغیرہ پر دولاکھ دینار خرچ ہوئے پندرہ ہزار دینا تھا چونکہ اس زمانے کی اشرفی جو خود میری نظر سے گزری ہے ۲۵ روپے کے برابر ہوتی تھی اس لئے صرف تعمیر ۵۰ لاکھ اور سالانہ مصارف ڈھائی لاکھ روپے ہے۔

Marfat.com

ابن خلکان نے اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ امام موصوف اس رتبے کے اہل بھی تھے اور ان سے وعدہ بھی کیا گیا تھا لیکن موت نے جلدی کی اور انکی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔

فخر الاسلام شاشی (محمد بن احمد) جو بہت بڑے پائے کے فاضل تھے جب ۵۰۵ھ میں نظامیہ کے مدرس مقرر ہوئے اور مسند درس پر جا کر بیٹھے تو بے اختیار ان پر رقت طاری ہوئی۔ بار بار یہ شعر پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ ؎

خلت الدیار فسدت غیر مسود
ومن الشقآء تفردی بالسود

ملک بڑوں سے خالی ہوگیا تو میں ہی سردار بنا
اور میرا سردار بننا درحقیقت ملک کی بدنصیبی ہے

غرض امام صاحب جمادی الاول ۴۸۴ھ میں بڑی عظمت وشان و جاہ و حشم کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئے اور نظامیہ کی مسند درس کو زینت دی۔ تھوڑے ہی دن ان کے علم و فضل کا یہ اثر ہوا کہ ارکانِ سلطنت کے ہمسر بن گئے بلکہ جیسا کہ سبکی نے طبقات میں لکھا ہے ان کے جاہ وجلال نے وزراء اور امرا کو بھی دبا لیا یہاں تک کہ سلطنت کے اہم اور مہتم بالشان معاملات ان کی شرکت کے بغیر انجام نہیں پا سکتے تھے اس زمانہ میں اسلام کے جاہ وجلال کے دو مرکز تھے۔ خاندان سلجوق اور آل عباس۔ امام صاحب دونوں درباروں میں نہایت محترم تھے۔ چنانچہ ایک خط میں خود اس بات کا ذکر کیا ہے۔ اِن کے الفاظ یہ ہیں۔ "بست سال

؎ ابن خلکان تذکرہ فخر الاسلام شاشی ۱۲

Marfat.com

درایام سلطان شہید (یعنی ملک شاہ سلجوقی) روزگار گذاشت داز وبہ اصفہان و بغداد قبالہا دید' وچند بارمیانِ سلطان وامیرالمومنین رسول بوددرکارہائے بزرگ۔[۱]

ایک بڑی ملکی مہم کا حل کرنا

ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں جب وفات پائی تو شاہ محل ترکان خاتون نے امراء اور اہل دربار کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اس کا چار سالہ بیٹا محمود تاج وتخت کا مالک ہو۔ اس کے ساتھ خلیفہ مقتدر باللہ سے جو اس وقت بغداد کے تخت خلافت پر متمکن تھا درخواست کی کہ خطبہ بھی اسی کے نام کا پڑھا جائے۔ خلیفہ نے اپنی کمزوری کے لحاظ سے یہ قبول کیا کہ سلطنت کے تمام کاروبار ترکان خاتون ہی کے زیر حکومت انجام پائیں لیکن خطبہ عباسی ہی خاندان میں قائم رہے۔ ترکان خاتون کو خطبہ وسکہ پر اصرار تھا اور وہ کسی طرح اسکے خلاف راضی نہ ہوتی تھی۔ جب یہ مشکل کسی طرح حل نہ ہوسکی تو امام غزالی کو سفیر بنا کر بھیجا گیا اور ان کے حسنِ تقریر یا تقدس کے اثر سے خاتون راضی ہوگئی اور ایک بڑا فتنہ فرو ہوگیا۔[۲]

---

۱ مکالمات غزالی صفحہ ۷ مطبوعہ آگرہ ۲ کامل ابن الاثیر واقعات ۴۸۵ھ

Marfat.com

خلیفہ مستظہر باللہ کی فرمائش

۴۸۷ھ میں جب خلیفہ مقتدر باللہ نے وفات پائی اور خلیفہ مستظہر باللہ عہدہ خلافت کے لئے پیش کیا گیا تو اس کی بیعت میں اور ارا کین سلطنت کے ساتھ امام غزالی بھی شریک تھے۔ مستظہر نہایت علم دوست اور قدرداں تھا اس لئے امام صاحب سے خاص قسم کا ربط رکھتا تھا۔ فرقہ باطنیہ نے جب بہت زور پکڑا تو خلیفہ مذکورہ نے امام صاحب کو حکم بھیجا کہ ان کی رد میں کتاب لکھیں چنانچہ امام صاحب نے خلیفہ ہی کے نام سے اس کتاب کو موسوم کیا اور مستظہر نام رکھا۔ چنانچہ خود امام صاحب نے المنقذ من الضلال میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

یہ تو حکومت وخلافت کے تعلقات کی حالت تھی علمی پایہ یہ تھا کہ ان کے درس میں تین سو مدرسین اور سو امرا اور رؤسا حاضر ہوتے تھے[1] درس کے علاوہ وعظ بھی فرماتے تھے اور چونکہ وعظ میں ہمیشہ علمی مطالب بیان کرتے تھے یہ وعظ بھی درحقیقت علمی لیکچر ہوتے تھے چنانچہ ان وعظوں کو شیخ صاعد بن الفارس المعروف بابن اللبان قلم بند کرتے جاتے تھے اس طرح ایک سو تراسی وعظ قلم بند کئے گئے جن کا مجموعہ دو ضخیم جلدوں

---

[1] امام صاحب نے خود منقذ من الضلال میں صفحہ ۸ پر تین سو کی تعداد بیان کی ہے لیکن ان کو طالبعلموں کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علامہ مرتضٰی نے صفحہ ۲۵ میں طلبہ کے بجائے مدرس لکھا ہے دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ امام غزالی سے جو طلبہ تعلیم پاتے تھے قریبا فارغ التحصیل ہوتے تھے اس لئے ان کو مدرس بھی کہا جاسکتا ہے اور طالب علم بھی۔ لیکن امراء اور رئیسوں کی تعداد کا ذکر صرف علامہ مرتضٰی نے کیا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

میں تیار ہوا۔ امام صاحب نے اس مجموعہ پر نظر ثانی کی اور اس نے مجالس غزالیہ کے نام سے شہرت پائی۔

تعلقات کا ترک اور عزلت و سیاحت

ترک تعلقات

امام صاحب کے ترک تعلقات کا واقعہ دنیا کے عجیب و غریب واقعات کی فہرست میں درج کیا جا سکتا ہے۔ دنیاوی تعلقات اور بہت سے بزرگوں نے بھی ترک کیے لیکن امام صاحب کی بے تعلقی کے اسباب بالکل نئی قسم کے ہیں۔ امام صاحب نے منقذ من الضلال میں خود اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اس کو مزید تفصیل کے ساتھ جو اور تاریخی کتابوں سے حاصل کی گئی ہے اس موقع پر نقل کرتے۔

مذہبی خیالات میں انقلاب

امام صاحب نے جس قسم کی تعلیم و تربیت پائی تھی اس کا مقتضا یہ

Marfat.com

تھا کہ وہ اپنے اہل مذہب کے طریقے کے سوا کسی طرف التفات نہ کرتے۔ چنانچہ ان کے تمام ہم عصروں کی یہی حالت رہی۔ چنانچہ امام صاحب ابتدا ہی سے ایک خاص قسم کی طبیعت رکھتے تھے۔ ان کا مذاق یہ تھا کہ ان کے سامنے جس قدر مذہبی فرقے موجود تھے اور جو ان کے عقائد و خیالات تھے سب پر وہ غور کی نگاہ ڈالتے تھے۔ نیشاپور وغیرہ میں سلجوقیہ کے اثر کی بدولت دوسرے مذاہب کا بہت کم چرچا تھا لیکن بغداد دنیا بھر کے عقائد اور خیالات کا دنگل تھا۔ اس زمین پر قدم رکھ کر ہر شخص پورا آزاد ہوجاتا تھا اور جو کچھ چاہتا تھا کہہ سکتا تھا۔ شیعی' سنی' معتزلی' زندیق' ملحد' مجوسی' عیسائی' بغداد ہی کے دنگل میں باہم علمی لڑائیاں لڑتے تھے اور کوئی شخص ان سے معترض نہیں ہوسکتا تھا۔ اس آزادی کی بدولت یہاں ہر قسم کے مختلف عقائد و خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ امام غزالی بغداد پہنچے تو ایک ایک فرقہ اور اہل مذہب سے ملے اور ان کے خیالات سنے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ ''میں ایک ایک باطنی' ظاہری' فلسفی' متکلم' زندیق سے ملتا تھا اور ان کے خیالات دریافت کرتا تھا۔ [1] ان مختلف فرقوں کے ساتھ ملنے جلنے سے امام صاحب پر جو اثر ہوا اور جس نے ان کی زندگی کا قالب بالکل بدل دیا اس کو ہم امام صاحب ہی کے الفاظ میں نہایت اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔

امام صاحب کے خیالات

چونکہ میری طبیعت ابتدا ہی سے تحقیقات کی طرف مائل تھی اس

Marfat.com

لئے رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ تقلید کی بندش ٹوٹ گئی اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن میں جم گئے تھے۔ ان کی وقعت جاتی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ اس قسم کے تقلیدی عقائد تو عیسائی' یہودی سبھی رکھتے تھے۔ حقیقی علم اس کا نام ہے کہ کسی قسم کے شبہ کا احتمال تک نہ رہ جائے مثلاً یہ امر یقینی ہے کہ دس کا عدد تین سے زیادہ ہے اب اگر کوئی شخص کہے کہ نہیں تین زائد ہے اور اس کے ثبوت میں وہ شخص یہ کہے کہ میرا دعویٰ حق ہے کیونکہ میں عصا کو سانپ بنا سکتا ہوں اور وہ بنا کر دکھا بھی دے تو میں کہوں گا کہ بے شبہ عصا کا سانپ بن جانا سخت حیرت انگیز ہے لیکن اس سے اس یقین میں فرق نہیں آ سکتا کہ دس تین سے زائد ہے۔

اب میں نے غور کرنا شروع کیا کہ اس قسم کا یقینی علم مجھ کو کس حد تک ہے معلوم ہوا کہ صرف حسیات اور بدیہیات۔ لیکن جب کدوکاوش زیادہ بڑھی تو حسیات میں بھی شک ہونے لگا یہاں تک کہ کسی امر کی نسبت یقین نہیں رہا۔ قریباً دو مہینے تک یہی حالت رہی۔ پھر خدا کے فضل سے یہ حالت تو جاتی رہی لیکن مختلف مذاہب کی نسبت جو شکوک تھے باقی رہے۔ اس وقت جس قدر فرقے موجود تھے چار تھے۔ متکلمین' باطنیہ' فلاسفہ اور صوفیہ۔ میں نے ایک ایک فرقے کے علوم و عقائد کی تحقیقات شروع کیں۔ علم کلام کے متعلق جس قدر قدماء کی تصنیفات تھیں سب پڑھیں لیکن وہ میری تسلی کے لئے کافی نہ تھیں کیونکہ ان میں جن مقدمات سے استدلال ہو رہے تھے ان کی بنا یا تقلید ہے یا اجماع یا قرآن و حدیث کے نصوص اور یہ چیزیں اس شخص کے مقابلے میں بطور حجت کے پیش نہیں کی جا سکتیں جو بدیہیات کے سوا اور کوئی کسی چیز کا قائل نہ ہو۔

Marfat.com

فلسفہ

فلسفہ کا جس قدر حصہ یقینی ہے یعنی ریاضیات وغیرہ اس کو مذہب سے تعلق نہیں اور جو حصہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے یعنی الٰہیات وغیرہ وہ یقینی نہیں۔

باطنیہ

فرقہ باطنیہ کے عقائد کا تمام تر مدار امام وقت کی تقلید پر ہے لیکن امام صاحب کی حقیقت کی نسبت کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے اب صرف تصور باقی رہ گیا۔

تصوف

سب سے اخیر میں، میں نے تصوف کی طرف توجہ کی۔ اس فن میں حضرت جنید، شبلی، بایزید بسطامی کے جو ملفوظات ہیں ان کو دیکھا، ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور حرث محاسبی کی تصنیفات پڑھیں لیکن چونکہ یہ فن دراصل عملی ہے اس لئے صرف علم سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں

Marfat.com

ہوسکتا تھا اور عمل کے لئے ضرور تھا کہ زہد وریاضت اختیار کی جائے۔ ادھر اپنے اشتغال کو دیکھا تو کوئی خلوص پر مبنی نہ تھا۔ درس وتدریس کی طرف طبیعت کا میلان اس وجہ سے تھا کہ وہ جاہ پرستی اور شہرت عامہ کا ذریعہ تھی۔ ان واقعات نے دل میں تحریک پیدا کی کہ بغداد سے نکل کھڑا ہوں اور تمام تعلقات کو چھوڑ دوں۔ یہ خیال رجب ۴۸۸ھ میں پیدا ہوا لیکن چھ مہینے تک لیت ولعل میں گزرے۔ نفس کی طرح گوارا نہ کرتا تھا کہ ایسی بڑی عظمت و جاہ سے دست بردار ہو جائے۔ ان ترددات میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ زبان رک چلی اور درس دینا بند ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ہضم کی قوت جاتی رہی۔ آخر طبیبوں نے علاج سے ہاتھ اٹھا لیا اور کہہ دیا کہ ایسی حالت میں علاج کچھ سود مند نہیں ہوسکتا۔ بالآخر میں نے سفر کا قطعی ارادہ کر لیا۔ علماء اور ارکان سلطنت کو جب یہ خبر ہوئی تو سب نے نہایت الحاح کے ساتھ روکا اور حسرت سے کہا کہ ”یہ اسلام کی بدقسمتی ہے۔ ایسی نفع رسانی سے آپ کا دست بردار ہونا شرعاً کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔“ تمام علماء وفضلا یہی کہتے تھے لیکن میں اصل حقیقت کو سمجھتا تھا اس لئے آخر سب چھوڑ چھاڑ دفعتاً کھڑا ہوا اور شام کی راہ لی۔ سچ ہے شعر:

ہیچ کارے گرچہ صاحب بے تامل خوب نیست
بے تامل آستیں افشاندن از دنیا خوش است

Marfat.com

بے خودی کی حالت میں بغداد سے نکلنا

ابن خلکان کی روایت کے مطابق ذوقعدہ ۴۸۸ھ میں بغداد سے نکلے۔ امام صاحب جس حالت میں بغداد سے نکلے عجب ذوق اور وارفتگی کی حالت تھی۔ پرتکلف اور قیمتی لباس کے بجائے بدن پر کمبل تھا اور لذیذ غذاؤں کے بدلے ساگ پات پر گزران تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ امام صاحب مدت سے ترک دنیا کا ارادہ کر رہے تھے لیکن تعلقات کی بندشیں چھوٹ نہیں سکتیں تھیں۔ ایک دن وعظ کر رہے تھے کہ اتفاق سے ان کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی جو صوفی اور صاحب حال تھے آ نکلے اور یہ اشعار پڑھے۔

واصبحت تهدی ولا تهتدی

وتسمع وعظا ولا تسمع

تم دوسروں کو ہدایت کرتے ہو مگر خود ہدایت نہیں پکڑتے اور وعظ سناتے ہو لیکن خود نہیں سنتے۔

فیا حجر الشحر حتیٰ متیٰ

تسن الحدید ولا تقطع

اے سنگِ فسان! کب تک تو لوہے کو تیز کرتا رہے گا لیکن خود نہ کاٹے گا۔

Marfat.com

دمشق کا قیام اور مراقبہ و مجاہدہ

غرض بغداد سے نکل کر شام کا رخ کیا اور دمشق پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ روزانہ یہ شغل تھا کہ جامع اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتے اور تمام تمام دن مراقبہ اور ذکر و شغل کیا کرتے۔ [1] متصل دو برس تک دمشق میں قیام رہا' اگر چہ زیادہ اوقات مجاہدہ و مراقبہ میں گذرے تاہم علمی شغال بھی ترک نہیں ہوئے۔ جامع اموی جو دمشق کی گویا یونیورسٹی تھی۔ اس میں غربی جانب جوزاویہ تھا وہاں بیٹھ کر ہمیشہ درس کیا کرتے تھے۔

شیخ فارمدی سے امام صاحب کی بیعت

امام صاحب نے تصریح کی ہے کہ ''خلوت اور ریاضت کا طریقہ میں نے تصوف کی کتابوں سے سیکھا تھا'' لیکن چونکہ یہ علم کتابوں سے نہیں آتا اس لئے ضرور کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوگی۔ تمام مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ امام صاحب کو شیخ ابوعلی فارمدی (افضل بن محمد بن علی) سے بیعت تھی۔ شیخ موصوف بہت عالی رتبہ صوفی تھے نظام الملک ان کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ جب وہ دربار میں تشریف لے جاتے تو

[1] ابن الاثیر' وفات نظام الملک کے حالات ۴۸۵ھ

Marfat.com

تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا اور ان کو اپنی مسند پر بٹھا کر خود مودب سامنے بیٹھتا۔ حالانکہ امام الحرمین اور ابو القاسم قشیری کے لئے وہ صرف قیام پر اکتفا کرتا اور اپنی مسند سے الگ نہ ہوتا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا ''امام الحرمین وغیرہ آتے ہیں تو میرے منہ پر میری تعریفیں کرتے ہیں جس سے میرا نفس اور زیادہ نخوت پرست بن جاتا ہے بخلاف اس کے شیخ ابو علی فارمذی میرے عیوب سے مجھ کو مطلع کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ رعایا پر میرے ہاتھ سے کیا ظلم ہو رہا ہے۔'' چونکہ شیخ موصوف نے ۴۷۷ھ میں بمقام طوس وفات پائی اس لئے ضرور ہے کہ امام غزالی نے طالب علمی ہی کے زمانے میں جب ان کی عمر ۲۷ برس سے زیادہ نہ تھی فقر کی بیعت حاصل کی ہوگی۔

بیت المقدس پہنچنا

دو برس کے بعد دمشق سے بیت المقدس کا رخ کیا۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ جب امام صاحب دمشق میں تھے تو ایک دن مدرسہ امینیہ میں تشریف لے گئے مدرس نے جو امام صاحب کو پہچانتا نہ تھا سلسلہ تقریر میں کہا کہ ''غزالی نے یہ لکھا ہے' امام صاحب اس خیال سے کہ یہ امر عجب اور غرور کا سبب ہوگا' اسی وقت دمشق سے نکل کھڑے ہوئے' بہر حال دمشق سے نکل کر بیت المقدس پہنچے یہاں بھی یہ شغل رہا کہ صخرا کے حجرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے اور مجاہدہ کیا کرتے۔

Marfat.com

حج و زیارت

بیت المقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر مقام خلیل گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے پھر حج کی نیت سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا قصد کیا مکہ میں مدت تک قیام رہا۔ اسی سفر میں مصر و اسکندریہ پہنچے اور اسکندریہ میں مدت تک قیام رہا۔ ابن خلکان کا بیان ہیکہ یہاں سے یوسف بن تاشفین سے ملنے کے لئے مراکش جانا چاہتے تھے لیکن اسی اثنا میں یوسف کا انتقال ہو گیا اور اس ارادے سے باز آنا پڑا۔

بعض بزرگوں نے اس روایت کی صحت میں اس لحاظ سے شک کیا ہے کہ امام صاحب تارک الدنیا ہو چکے تھے کسی امیر اور بادشاہ سے کیوں ملنے جاتے لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب جس امن و اطمینان و بے تعلقی سے زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ ان ممالک میں نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے مراکش کا قصد کیا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ غرض دس برس متصل مقامات متبرکہ میں پھرتے رہے اکثر ویرانوں میں نکل جاتے اور چلے کھینچتے تھے اس دلچسپ سفر کے دلچسپ واقعات بہت کم معلوم ہو سکے۔ جستہ جستہ کچھ پتہ چلتا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

Marfat.com

سفر کے بعض دلچسپ حالات

ایک شخص نے ان کو بیابان میں دیکھا اس وقت ایک خرقہ بدن پر تھا اور ہاتھ میں پانی کی چھاگل تھی۔ وہ ان کو چار سو شاگردوں کے حلقہ میں دیکھ چکا تھا۔ حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ کیا درس دینے سے یہ حالت بہتر ہے امام صاحب نے حقارت کی نظر سے اس کی طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے۔

ترکت ھوی لیلیٰ وسعدی بمنزل
وعدت الی مصحوب اول منزل
فنادت بی الاشواق مھلاً فھذہ
منازل من تھوی رویدک فانزل

مقام خلیل میں

۴۹۹ھ میں جب مقام خلیل میں پہنچے تو حضرت ابراہیم کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر تین باتوں کا عہد کیا۔

۱۔ کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا۔
۲۔ کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا۔
۳۔ کسی سے مناظرہ اور مباحثہ نہ کروں گا۔ چنانچہ مرتے دم تک ان

Marfat.com

باتوں کے پابند رہے۔

بیت المقدس میں ایک دن مہد عیسیٰ میں یعنی جہاں حضرت عیسیٰ کا گہوارہ تھا حاضر ہوئے۔ چند مقدس بزرگ یعنی اسمٰعیل حامی، ابراہیم شباکی، ابوالحسن البصری وغیرہ بھی ساتھ تھے، دیر تک صحبت رہی۔ امام صاحب نے ذوق کی حالت میں یہ اشعار پڑھے۔

ندیتک لولا الحب کنت ندیتنی
ولکن بسحر المقلتین سبیتنی
اتیتک لما ضاق صدری عن الھویٰ
ولو کنت تدری کیف شوقی اتیتنی

ابوالحسن بصری پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی جس سے تمام حاضرین پر اثر ہوا۔ یہاں تک کہ اکثروں نے گریبان چاک کر ڈالے۔

احیاء العلوم کی تصنیف

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے احیاء العلوم اسی سفر میں تصنیف کی اور دمشق میں کتاب مذکور کو ہزاروں شائقین نے خود انہی سے پڑھا۔ بعض نامور مورخوں نے اس واقعہ کی صحت سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ اس قسم کے سفر میں اس طرز کی کتاب کیونکر تصنیف کی جاسکتی ہے؟ بے شبہ امام صاحب جس جذب و بے خودی کی حالت میں سفر کے لئے اٹھے اس کے لحاظ سے تصنیف و تالیف کا مسئلہ قیاس میں نہیں

Marfat.com

آ سکتا لیکن زیادہ تحقیق اور کاوش سے معلوم ہوتا ہے کہ دس برس کی مدت سفر میں ان کی حالت یکساں نہیں رہی۔ مدتوں اگر ان پر جذب ومحویت طاری رہی تو برسوں وہ سلوک کے عالم میں بھی رہے اور اس زمانے میں وہ ہر قسم کے علمی اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ رسالہ قواعد العقاد جو علم عقائد میں ہے انہوں نے اسی سفر میں بیت المقدس والوں کی فرمائش پر لکھا۔ ابوالحسن علی بن مسلم جو امام صاحب کے شاگردوں میں بہت بڑے فاضل گذرے ہیں اور جن کو قوم کی زبان سے جمال الاسلام کا لقب ملا' انہوں نے سفر ہی زمانے میں بمقام دمشق امام صاحب سے علوم کی تحصیل کی تھی۔ امام صاحب نے خود منقذ من الضلال میں لکھا ہے کہ حج کرنے کے بعد اہل وعیال کی کشش نے وطن پہنچایا۔ حالانکہ میں وطن کے نام سے کوسوں بھاگتا تھا۔ وطن پہنچ کر میں نے عزلت وخلوت اختیار کی لیکن زمانے کی ضرورتیں اور معاش کی تلاش میرے صفائے وقت کو مکدر کر دیتی تھی اور دلجمعی اور اطمینان کا وقت جستہ جستہ ہاتھ آتا تھا۔ غرض اس بے تعلقی کے زمانہ میں بھی امام صاحب کی یہ حالت رہی کہ

گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے برپشت پائے خود نہ بینم

دوبارہ درس و تدریس

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ امام صاحب کو جس چیز نے بیاباں نوردی

Marfat.com

پر آمادہ کیا تھا وہ تحقیق حق اور انکشاف حقیقت کا شوق تھا۔ امام صاحب کا بیان ہے کہ مجاہدات اور ریاضیات نے قلب میں ایسی صفائی پیدا کر دی کہ تمام حجاب اٹھ گئے اور جس قدر شک و شبہے تھے آپ سے آپ جاتے رہے۔ انکشاف حق کے بعد امام صاحب نے دیکھا کہ زمانہ کا زمانہ مذہب کی طرف سے متزلزل ہو رہا ہے اور فلسفہ و عقلیات کے مقابلے میں مذہبی عقائد کی ہوا اکھڑتی جاتی ہے یہ دیکھ کر ارادہ کیا کہ عُزلت کے دائرے سے نکلیں۔ حسنِ اتفاق یہ کہ اسی زمانے میں سلطان وقت کا حکم پہنچا کہ "درس و افادہ کی خدمت قبول کیجئے" یہ حکم اس قدر تاکیدی تھا کہ امام صاحب انکار کرتے تو ناراضی تک نوبت پہنچتی' امام صاحب اب بھی متامل تھے اور اس لئے صوفی احباب سے مشورہ کیا۔ سب نے عُزلت کے چھوڑنے کی رائے دی بہت سے مقدس لوگوں کو خواب میں القا ہوا کہ یہی امرِ خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ حدیث وارد ہے کہ خدا ہر نئی صدی کے آغاز پر ایک مجدد پیدا کرتا ہے۔ اتفاق سے پانچویں صدی کے آغاز کو ایک ہی مہینہ باقی تھا۔

نظامیہ نیشاپور میں تدریس

غرض ذوقعدہ ۴۹۹ھ میں امام صاحب نے نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں مسندِ درس کو زینت دی اور بدستور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوئے۔

Marfat.com

امام صاحب نے سلطان وقت کے لفظ سے جس کو تعبیر کیا ہے وہ فخر الملک تھا جو نظام الملک کا سب سے بڑا بیٹا اور اس زمانے میں سنجر سلجوقی (پسر ملک شاہ) کا وزیر اعظم تھا۔ وہ نہایت علم دوست اور پایہ شناس تھا۔ امام غزالی کے تقدس اور جامعیت کا شہرہ سن کر خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت اخلاص و عقیدت ظاہر کی۔ اس کے ساتھ نہایت عاجزی سے عرض کی کہ نظامیہ نیشاپور کی مدرسی قبول فرمایئے۔!

نظامیہ سے کنارہ کشی

فخر الملک محرم ۵۰۰ھ میں ایک باطنی کے ہاتھ سے شہید ہوا اور غالباً اس کی وفات کے تھوڑے ہی دن بعد امام صاحب نے عہدہ تدریس سے کنارہ کشی کر کے طوس میں خانہ نشینی اختیار کی۔ گھر کے پاس ہی ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی جہاں مرتے دم تک ظاہری و باطنی دونوں علموں کی تلقین کرتے رہے۔

امام صاحب کے حاسدین

امام صاحب کی مقبولیت عام جس قدر روز بروز ترقی کرتی جاتی تھی انکے حاسدوں کا گروہ بھی بڑھتا جاتا تھا۔ خصوصاً امام صاحب نے احیاء العلوم میں جس طرح تمام علماء و مشائخ کی ریاکاریوں کی قلعی کھولی

Marfat.com

تھی اس نے ایک زمانے کو ان کا دشمن بنا دیا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک گروہ کثیر نے مخالفت پر کمر باندھی اور علانیہ ان کی آبروریزی کی فکر میں ہوئے۔ اس زمانے میں خراسان کا فرمانروا سنجر بن ملک شاہ سلجوقی تھا۔ اس خاندان کو امام حنیفہ کے ساتھ نہایت حسن عقیدت تھا امام ابوحنیفہ کے مزار پر اول اسی خاندان نے گنبد اور روضہ تعمیر کرایا تھا۔[۱]

امام صاحب کی مخالفت

امام صاحب نے آغاز شباب میں ایک کتاب منخول نام اصول فقہ میں تصنیف کی تھی جس میں ایک موقعہ پر امام ابوحنیفہ صاحب پر نہایت سختی کے ساتھ نکتہ چینی کی تھی اور نہایت گستاخانہ الفاظ ان کی شان میں

---

[۱] امام صاحب پر مخالفین کی یورش اور حکومت کے ذریعہ سے ان بے آبروئی کی تحریک ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے لیکن واقعہ کی بعض خصوصیات نہایت بحث طلب ہیں۔

ا۔ قطعی طور سے معلوم نہیں ہوتا کہ بادشاہ کون تھا۔ میں نے سنجر کا نام لیا ہے جس کے چند وجوہ ہیں۔ اولاً تو شمس الائمہ کروری نے منخول کی رد میں جو کتاب لکھی ہے اس میں سنجر کے نام کی تصریح کی ہے۔ دوسرے یہ کہ مکاتبات امام غزالی میں لکھا ہے کہ سلطان نے معین الملک کو غزالی کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور یہ یقینی ہے کہ معین الملک کا سنجر وزیر تھا جیسا کہ ابن الاثیر نے واقعات ۵۲۱ھ میں تصریح کی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ مکاتبات غزالی میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس واقعہ کے بعد نصیحۃ الملک نام ایک کتاب لکھ کر بادشاہ اسلام کو بھیجی۔ صاحب کشف الظنون نے التبر المسبوک کے نام کے ذیل میں جو نصیحۃ الملوک کا ترجمہ ہے لکھا ہے کہ یہ کتاب امام غزالی نے محمد بن ملک شاہ سلجوقی کے لئے لکھی۔ اس کے موید یہ امر ہے کہ جب تک محمد بن ملک شاہ زندہ رہا تاج و تخت کا اصلی مالک وہی تھا اور سلطان سنجر نیابۃ کام کرتا تھا۔

Marfat.com

استعمال کیے تھے۔ امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ عمدہ دستاویز تھی۔ یہ لوگ سنجر کے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب و رنگ چڑھا کر پیش کیا۔ اس کے ساتھ امام صاحب کی اور تصانیف کے مطالب بھی الٹ پلٹ کر بیان کیے اور دعویٰ کیا کہ امام غزالی کے عقائد زندیقانہ اور ملحدانہ ہیں۔[۱]

سلطان سنجر کا امام صاحب کو طلب کرنا

سنجر خود صاحب علم نہ تھا کہ بدگوئیوں کی شکایتوں کا خود فیصلہ کرسکتا۔ جبہ و دستار والوں نے جو کچھ کہا اس کو یقین آ گیا اور امام غزالی

۲۔ منخول کی نسبت فیصلہ نہیں ہوتا کہ کس زمانے کی تصنیف ہے مکاتبات امام غزالی اور طبقات الشافعیہ تاج الدین سبکی میں لکھا ہے کہ شباب کی تصنیف ہے جب امام الحرمین زندہ تھے لیکن امام غزالی نے خود اپنی کتاب مستصفی فی اصول الفقہ میں لکھا ہے کہ "منخول احیاء العلوم" کیمیائے سعادت اور جواہر القرآن کے بعد کی تصنیف ہے۔ منخول اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس کا طرز تحریر علانیہ شہادت دیتا ہے کہ وہ ابتدائی زمانے کی تصنیف ہے خصوصاً امام ابوحنیفہ کی شان میں جو گستاخیاں ہیں وہ ہرگز اس زمانے کی نہیں ہوسکتیں جب وہ تارک الدنیا صوفی ہو چکے تھے۔ (گذشتہ سے پیوستہ) اور اس قسم کے طرز تحریر سے قطعی توبہ کر چکے۔ مکاتبات میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام صاحب نے انکار کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کبھی گستاخانہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ اس لئے یا تو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اس قدر عبارت جو امام ابوحنیفہ کی تنقیص میں ہے الحاقی ہے یا یہ قرار دینا چاہئے کہ جو کتاب امام غزالی نے شباب میں تصنیف کی تھی وہ منخول نہیں بلکہ اور کوئی کتاب تھی اور امام صاحب نے بعد کو اس کو اپنی تصنیفات سے خارج کر دیا تھا۔

Marfat.com

کی حاضری کا حکم دیا۔ امام صاحب عہد کر چکے تھے کہ کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جائیں گے ادھر فرمان شاہی کا بھی لحاظ تھا اس لئے مشہد رضا تک گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ سلطان کو زبان فارسی میں ایک مفصل خط لکھا اس کے بعض فقرے جو مطلب سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہیں۔ اپنی نسبت لکھتے ہیں۔ لست سال درایام سلطان شہید (یعنی ملک شاہ) روزگار گذاشت واز دبہ اصفہان وبغداد اقبالہا دید' وچند بار میاں سلطان و امیر المومنین رسول بود درکارہائے بزرگ دور علوم دین نزدیک ہفتاد کتاب تصنیف کرد' پس دنیا راچنانکہ بود بید وبجملگی بینداخت' ومدتے در بیت المقدس ومکہ قیام کرد۔ اوبرسر مشہد ابراہیم خلیل عہد کرد کہ ہرگز پیش ہیچ سلطان نہ رود' ومال ہیچ سلطان نگیر و ومناظرہ وتعصب نکند۔ دوازدہ سال بریں وفا کرد امیر المومنین وہمہ سلطاناں دعا گوئی رامعذور داشتند۔ اکنوں شنیدم کہ از مجلس عالی اشارتے رفتہ است بحاضر آمدن فرمان رابہ مشہد رضا آدم دنگا ہداشت عہد خلیل رابہ لشکرگاہ نیامدم۔

سنجر کے دربار میں

اس خط کو پڑھ کر سلطان امام صاحب کی زیارت کا مشتاق ہوا۔ اور درباریوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ رودررو باتیں کر کے ان کے عقائد وخیالات سے واقف ہوں۔ مخالفین کو یہ حال معلوم ہوا تو ڈرے کہ کہیں بادشاہ پر امام صاحب کا جادو نہ چل جائے۔ اس لئے یہ کوشش کی

Marfat.com

کہ امام صاحب لشکر گاہ تک آئیں لیکن دربار میں نہ جانے پائیں۔ بلکہ باہر ہی مناظرہ کی مجلس قائم ہو اور امام صاحب کو مناظرہ اور مباحثہ میں زچ کیا جائے۔ طوس کے علماء و فضلاء نے یہ خبر سنی تو لشکر گاہ میں پہنچے اور مخالفین سے کہا کہ "ہم لوگ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ مسائل بحث طلب ہمارے سامنے پیش کیے جائیں جب ہم عہدہ برآ نہ ہوسکیں تو امام صاحب کو تکلیف دی جائے تمہارا یہ رتبہ نہیں کہ امام صاحب تم کو مخاطب بنائیں۔ ان جھگڑوں کی وجہ سے سنجر نے یہی مصلحت سمجھی کہ امام صاحب کو سامنے بلا کر فیصلہ کر لیا جائے۔ معین الملک کو جو وزیر اعظم تھا امام صاحب کی طلبی کا حکم دیا۔ امام صاحب ناچار لشکر گاہ میں آئے اور معین الملک سے ملے۔ معین الملک بڑے عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا اور ان کے ساتھ ساتھ سنجر کے دربار تک گیا۔ سنجر تعظیم کے لئے اٹھا اور معانقے کے بعد سریر شاہی پر جگہ دی۔ امام صاحب ہر چند بڑے بڑے دربار دیکھ چکے تھے تاہم سنجر کے جاہ و جلال سے مرعوب ہوئے اور جسم پر رعشہ پڑ گیا۔ ایک قاری ساتھ تھا اس سے کہ قرآن کی کوئی آیت پڑھو۔ اس نے یہ آیت پڑھی۔ الیس اللہ بکاف عبدہ۔ یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس آیت کے اثر سے دل قوی ہو گیا۔ سنجر کی طرف خطاب کیا اور ایک طول طویل تقریر کی جو بعینہ ان کی مکاتبات میں درج ہے۔ گفتگو کے خاتمہ پر کہا کہ مجھ کو دو باتیں عرض کرنی ہیں۔

"ایک یہ کہ طوس کے لوگ پہلے ہی بدانتظامی اور ظلم کی وجہ سے تباہ تھے۔ اب سردی اور قحط کی وجہ سے بالکل برباد ہو گئے ان پر رحم کر خدا

Marfat.com

تجھ پر بھی رحم کرے گا۔ افسوس مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جاتی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوق ہائے زریں کے بار سے۔"

دوسرے یہ کہ میں بارہ برس گوشہ نشین رہا پھر فخر الملک نے یہاں آنے کے لئے اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ یہ وقت ہے کہ کوئی شخص ایک بات بھی سچ کہنی چاہے تو زمانہ اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ لیکن فخر الملک نے نہ مانا اور کہا کہ بادشاہ وقت عادل ہے اگر کوئی خلاف بات ہوگی تو میں سینہ سپر ہوں گا۔

میری نسبت جو یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ پر طعن کئے ہیں محض غلط ہے۔ امام ابوحنیفہ کی نسبت میرا وہی اعتقاد ہے جو میں نے کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے ان کو فن فقہ میں انتخاب روزگار سمجھتا ہوں۔

سنجر پر امام صاحب کی تقریر کا اثر

امام صاحب کی تقریر سن کر سنجر نے کہا کہ آج عراق اور خراسان کے تمام علماء کا مجمع ہوتا تو سب لوگ آپ کے کلام سے مستفید ہوتے۔ تاہم یہ حالات آپ اپنے ہاتھ سے قلم بند کیجئے تاکہ تمام ممالک میں مشتہر کئے جائیں جس سے لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ میرا اعتقاد علماء کی

Marfat.com

نسبت کیسا ہے۔ آپ کو درس کی خدمت ضرور قبول کرنی ہوگی۔ فخر الملک جس نے آپ کو نیشاپور کے قیام پر مجبور کیا تھا میرا ادنیٰ خادم تھا۔ میں حکم دوں گا کہ تمام علماء سال میں ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اپنی مشکلات آپ سے حل کریں۔

دربار شاہی سے اٹھ کر امام صاحب شہر (طوس) میں آئے۔ تمام شہر استقبال کو نکلا اور لوگوں نے جشن عام کر کے امام صاحب پر زر و جواہر نثار کئے۔

مخالفین اب بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔ امام صاحب کے پاس جا کر ان سے پوچھا کہ آپ مذہب میں کس کے مقلد ہیں۔ امام صاحب نے کہا عقلیات میں عقل کا اور منقولات میں قرآن کا' آئمہ میں سے کسی کا مقلد نہیں ہوں۔ مخالفین یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب کی بعض تصیفات (مشکوٰۃ الانوار و کیمیائے سعادت) پر اعتراضات لکھ کر بھیجے۔ امام صاحب نے تحقیق اور تفصیل کے ساتھ ان اعتراضوں کا جواب لکھا۔ چنانچہ مکاتبات میں یہ جواب بعینہ منقول ہے۔

یہ فتنہ تو فرو ہوگیا لیکن امام صاحب کی شہرت و مقبولیت ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ ۵۰۰ھ میں سلطان محمد بن ملک شاہ نے جب نظام الملک کے بڑے بیٹے احمد کو وزیر اعظم مقرر کر کے قوام الدین نظام الملک صدر الاسلام کا لقب دیا تو اس نے امام صاحب کو پھر بغداد میں بلانا چاہا۔ بغداد کا نظامیہ تمام دنیا میں مسلمانوں کا علمی مرکز تسلیم ہو چکا تھا اور نہایت دور دراز ملکوں سے لوگ تکمیل تعلیم کے لئے وہاں جاتے

Marfat.com

تھے۔اس بنا پر ارکان سلطنت ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ اس کی علمی حیثیت میں فرق نہ آنے پائے۔امام غزالی نے جب نظامیہ کو چھوڑا تھا تو اپنے چھوٹے بھائی کو اپنا نائب مقرر کر گئے۔لیکن یہ عارضی انتظام تھا۔امام صاحب کی طرف سے مایوسی ہوئی تو مستقل انتظام کیا گیا۔لیکن امام صاحب کے رتبہ کا شخص کہاں مل سکتا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ نظامیہ کا وہ اثر نہ رہا احمد جب مسندِ وزارت پر متمکن ہوا تو سب سے پہلے اس مہم پر توجہ کی۔ خلیفہ بغداد کو خود بھی اس کا بہت خیال تھا۔

خراسان جس میں طوس واقع ہے سلطان سنجر کے زیر حکومت اور صدرالدین محمد بن فخر الملک بن نظام الملک سنجر کا وزیر تھا۔احمد نے صدرالدین کو ایک خط لکھا کہ امام غزالی کو نظامیہ بغداد کی مدرسی کے لئے آمادہ کیا جائے۔اس کے ساتھ امام صاحب کے نام کا بھی خط تھا کہ دونوں خط ان کی خدمت میں ساتھ بھیجے جائیں۔

خط بُجستہ بُجستہ فقرے درج ذیل ہیں۔

وزیر اعظم کا خط

''پوشیدہ نیست کہ مدرسہ نظامیہ قدس اللہ ایاہا۔مجدے بزرگ ست کہ خداوند شہید قدس اللہ روحہ نظام الملک آن را بہ ابتنا فرمودہ است در مقرِ خلافتِ معظمؒ وجوار زعامت مقدس چناں جائیست کہ معدنِ علم دین، ومنبع فضل وموضع تدریس، وماوائے علماءؒ ومقصد مستفیدان وطلبہ

Marfat.com

علم است واگرچہ آثار خداوند شہید درجہاں نشتر ست' اماہیچ اثرے بموضع ترازان نیست بحکم مجاورت سرائے عزیز مقدس نبوی' (یعنی آستانہ خلافت) وتاجہاں باشداین خیر مخلد خواہد بود۔ واین منقبت موبد' برماد جملہ اہل البیت فریضہ است درتاسیس مبانی این مجد' مبالغہ نمودن۔''

اس خط سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام لوگوں نے خلیفہ بغداد مستظہر باللہ سے التجا کی تھی کہ جس طرح ہو سکے امام غزالی کو نظامیہ کے درس کے لئے بلایا جائے چنانچہ وہ فقرے یہ ہیں۔

دربار خلافت سے امام صاحب کی طلبی

''ونیز از سرائے عزیز مقدس نبوی (یعنی ایوان خلافت) ذریعت نمودند وتدبیراں رامبالغہ ہافرمودند۔ واین خطاب صادرشد تاصدرالدین بہ تحفظ این خبر' جز بخواجہ اجل زین الدین حجۃ الاسلام فریدالزماں ابوحامد محمد بن الغزالی ادام اللہ تمکنہ اہتمام نگیرد' ازانچہ اویگانہ جہاں' وقدوہ عالم' وانگشت نمائے روزگارست۔''

اس فرمان پر دربار خلافت کے تمام ارکان کے دستخط ثبت تھے اور یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ حاشیہ بوسان خلافت اور ارکان سلطنت سب امام صاحب کے قدوم پر چشم براہ ہیں۔

احمد بن نظام الملک نے خود امام صاحب کو جو خط لکھا اس کا

Marfat.com

ماحصل یہ تھا کہ اگرچہ آپ جہاں تشریف رکھیں گے وہی جگہ درسگاہ عام بن جائے گی لیکن جس طرح آپ مقتدائے روزگار ہیں آپ کی قیام گاہ بھی وہی شہر ہونا چاہیئے جو تمام اسلام کا مرکز اور قبلہ گاہ ہوتا کہ تمام دنیا کے ہر حصے کے لوگ باآسانی وہاں پہنچ سکیں اور ایسا مقام صرف دارالسلام بغداد ہے۔

امام صاحب کا انکار اور معذرت

امام صاحب نے ان خطوط وفرامین کے جواب میں ایک طول طویل خط لکھا اور بغداد نہ آنے کے متعدد عذر لکھے۔ ایک یہ کہ یہاں طوس میں اس وقت ڈیڑھ سو متعدد طلبا مصروف تحصیل ہیں جن کو بغداد جانے میں زحمت ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب میں پہلے بغداد میں تھا تو میرے اہل وعیال نہ تھے اب بال بچوں کا جھگڑا ہے اور یہ لوگ ترک وطن کی زحمت نہیں اٹھا سکتے۔ تیسرے یہ کہ میں نے مقام خلیل میں عہد کیا ہے کہ کبھی مناظرہ ومباحثہ نہ کروں گا اور بغداد میں مباحثہ کے بغیر چارہ نہیں۔ اس کے سوا دربار خلافت میں سلام کرنے کے لئے حاضر ہونا ہوگا اور میں اس کو گوارہ نہیں کرسکتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ میں مشاہرہ اور وظیفہ قبول نہیں کرسکتا اور بغداد میں میری کوئی جائیداد نہیں۔

غرض خلافت وسلطنت کی طرف سے گو بہت کچھ کد ہوئی امام

Marfat.com

صاحب نے صاف انکار کیا اور گوشہ عافیت سے باہر نہ نکلے۔

فن حدیث کی تکمیل

امام صاحب نے حدیث کا فن اثنائے تحصیل نہیں سیکھا تھا۔ اب اس کی تکمیل کا خیال آیا۔ حافظ عمر بن ابی الحسن الرواسی ایک مشہور محدث تھے۔ وہ اتفاقیہ طوس میں آئے امام صاحب نے ان کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور ان سے صحیح بخاری و مسلم کی سند لی۔ حافظ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ "امام صاحب نے صحیح بخاری ابو اسمٰعیل حفصی سے پڑھی۔"

آخری تصنیف

امام صاحب خیر میں اگرچہ بالکل عابد مرتاض بن گئے تھے اور شب و روز مجاہدات و ریاضات میں بسر کرتے تھے' تاہم تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالکل ترک نہ ہوا۔ اصول فقہ میں مستصفی جوان کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے ۵۰۴ھ کی تصنیف ہے اس سے ایک برس بعد امام صاحب نے انتقال کیا۔

وفات

امام صاحب نے ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ میں بمقام طاہران انتقال

Marfat.com

اور وہیں مدفون ہوئے۔ ابن جوزی نے ان کے مرنے کا قصہ ان کے بھائی ا غزالی کی روایت سے حسب ذیل لکھا ہے۔

''پیر کے دن امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے' وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا'' آقا کا حکم سرآنکھوں پر'' یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے۔! لوگوں نے دیکھا تو دم نہ تھا۔

امام صاحب کے مرنے کا تمام اسلامی دنیا کو صدمہ ہوا۔ شعرا۔ مرثیے لکھے' چند اشعار یہ ہیں۔

بکی علی حجة الاسلام حسین ثومے
من کل حیی عظیم القدر اشرفه
تلک الرزیة تستوی حلدی
والطرف تسهده والدمع تنزنه
مفنی ناعظم مفقود فجعت به
من لا تطیر له فی الناس یخلفه

اولاد

امام صاحب نے اولاد ذکور نہیں چھوڑی۔ چند لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام ست المنیٰ تھا۔ ان کی اولاد کے سلسلے کا پتہ دور تک چلتا ہے قیومی نے کتاب المصباح میں شیخ مجد الدین سے امام صاحب کے لقب کی نسبت ایک روایت نقل کی ہے۔ شیخ مجد الدین چھٹی پشت میں ست المنیٰ کی اولاد میں سے تھے اور ۷۱۰ھ میں موجود تھے۔

Marfat.com

تلامذہ

امام صاحب کے شاگرد نہایت کثرت سے تھے خود امام صاحب نے ایک خط میں ایک ہزار تعداد بیان کی ہے۔ ان میں بعض بڑے نامور گزرے ہیں۔ محمد بن تومرت جس نے اسپین میں خاندان تاشقین کو مٹا کر ایک نہایت عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ امام صاحب ہی کا شاگرد تھا۔ علامہ ابوبکر عربی جو علمائے اندلس میں شہرت عام رکھتے ہیں امام صاحب ہی کے شاگرد تھے۔ اس موقع پر ہم ان کے چند ممتاز شاگردوں کی ایک فہرست درج کرتے ہیں۔

نام	مختصر حال
قاضی ابونصر احمد بن عبداللہ	۴۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۴۴ھ میں وفات پائی۔ طوس میں امام صاحب سے فقہ کی تکمیل کی۔
ابوالفتح احمد بن علی	مدرسہ نظامیہ میں متعدد علوم کا درس دیتے تھے۔ ۵۱۸ھ میں وفات پائی۔
ابومنصور محمد بن اسمٰعیل	مشہور واعظ تھے۔ حدیث سمعانی و بغوی سے پڑھی تھی۔
ابوسعید محمد بن اسعد	فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے۔
ابوحامد محمد بن عبدالملک	فقہ امام صاحب سے پڑھی حدیث میں حافظ

Marfat.com

	حمیدی کے شاگرد تھے۔
ابوسعید محمد بن علی کردی	امام صاحب کی کتاب الجام العوام کے راوی یہی ہیں۔ ادب میں مقامات حریری کے مصنف کے شاگرد تھے۔
امام ابوسعید محمد بن یحییٰ نیشاپوری	مشہور عالم ہیں امام صاحب کی کتاب بسیط کی شرح اول انہی نے لکھی۔
ابوطاہر امام ابراہیم	امام صاحب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ میرے شاگردوں میں یہ سب سے ممتاز ہیں۔ شام وغیرہ کے سفر میں یہ امام صاحب کے ہمرکاب تھے۔ امام الحرمین سے بھی پڑھا تھا۔ ۵۱۳ھ میں شہید ہوئے۔
ابوالفتح نصر بن محمد آذربیجانی	فن تصوف امام صاحب سے سیکھا تھا۔
ابوالحسن سعد الخیر بن محمد الیلینی	مشہور محدث اور سیاح تھے سمعانی اور ابن جوزی نے حدیث میں ان کی شاگردی کی۔ ۵۴۱ھ میں وفات پائی امام صاحب سے فقہ پڑھی تھے۔
ابوطالب عبدالکریم رازی	ان کو احیاء العلوم برزبان یاد تھی۔ ۵۲۸ھ میں وفات پائی۔
ابومنصور سعید بن محمد	یہ اس رتبہ کے شخص تھے کہ نظامیہ کے مدرس

Marfat.com

	مقرر ہوئے۔
ابوالحسن علی بن محمد جوینی صوفی	طوس میں امام صاحب سے فقہ پڑھی۔
ابوالحسن علی بن مظہر دینوری	امام صاحب کے نامور شاگردوں میں تھے۔ حافظ ابن عساکر محدث نے ان کی شاگردی کی۔ ۵۳۳ھ میں وفات پائی۔
ابوالحسن علی بن مسلم	بڑے نامور شخص ہیں۔ دمشق میں امام صاحب سے تحصیل کی۔
جمال الاسلام	حافظ ابن عساکر وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

ان بزرگوں کے سوا اور بہت سے شاگرد تھے جن کے نام کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

حصہ دوئم

تصنیفات

تصنیفات کے لحاظ سے امام صاحب کی حالت نہایت حیرت انگیز ہے انہوں نے کل ۵۴۔۵۵ برس کی عمر پائی۔ تقریباً بیس برس کی عمر سے تصنیف کا مشغلہ شروع ہوا۔ گیارہ برس صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی میں گذرے درس و تدریس کا شغل ہمیشہ قائم رہا اور کبھی کسی زمانے میں

Marfat.com

ان کے شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہیں رہی۔ فقر و تصوف کے مشغلے جدا' دور دور سے جو فتاویٰ آتے تھے ان کا جواب لکھنا الگ۔ بااین ہمہ سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے بعض بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں اور گوناگوں مضامین پر ہیں اور جو تصنیف ہے اپنے باب بے نظیر ہے۔ سچ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

میں سب سے پہلے ان کی تصنیفات کی ایک اجمالی فہرست بترتیب حروف تہجی لکھتا ہوں جو طبقات سبکی اور شرح احیا اور کشف الظنون سے ماخ ہے۔ پھر خاص خاص کتابوں کے کسی قدر مفصل حالات لکھوں گا۔

حرف الف: احیاء العلوم۔ املا علی اشکل الاحیاء۔ اربعین۔ الاسماء الحسنیٰ۔ الاقتصاد فی الاعتقاد۔ الجام العوام۔ اسرار معاملات الدین۔ اسرار الانوار۔ الالہیۃ بالا آیات المتلوۃ۔ اخلاق الابرار والنجاہ من الشرار۔ اسرار اتباع السنۃ۔ اسرار الحروف والکلمات۔ ایہا الولد

حرف ب: بدایۃ الہدایۃ در موعظت۔ بسیط در فقہ۔ بیان القولین الشافعی۔ بیان فضائح الاباحیۃ۔ بدائع الصنع۔

حرف ت: تنبیہ الغافلین۔ تلبیس ابلیس۔ تہافۃ الفلاسفہ۔ تعلیقۃ فی فروع المذہب۔ تحصین الماخذ۔ تحصین الادلۃ۔ تفرقۃ بین الاسلام والزندقہ۔

حرف ج: جواہر القرآن۔

حرف ح: حجۃ الحق۔ حقیقۃ الروح۔

حرف خ: خلاصۃ الرسائل الی علم المسائل فی المذہب۔ اختصار المختصر

Marfat.com

للمزنی وھو احد الکتب المشہورۃ۔

حرف ر: الرسالۃ القدسیہ

حرف س: سلنسر الصون رتب فیہ آیات القرآن علی اسلوب غریب

حرف ش: شرح دارۃ علی بن ابی طالب المسماۃ بجنۃ الاسماء۔ شفاء العلیل فی مسئلۃ التعلیل۔

حرف ع: عقیدۃ المصباح۔ عجائب صنع اللہ۔ عقود المختصر وھو تلخیص المختصر للجوینی۔

حرف غ: غایۃ الغور فی مسائل الدور فی مسلیۃ الطلاق۔ غور الدور۔ الفہ بغداد ۴۸۲ھ

حرف فا: فتاویٰ مشملہ علی مائۃ وتسعین۔ مسلۃ الفکرۃ والعبرۃ۔ فوائح السور۔ الفرق بین الصالح وغیر الصالح۔

حرف ق: القانون الکلی۔ قانون الرسل۔ القربۃ الی اللہ۔ القسطاس المستقیم۔ قواعد العقائد۔ القول الجمیل فی الرد علی من غیر الانجیل۔

حرف ک: کیمیائے سعادت۔ کیمیائے سعادت مختصر۔ کشف علوم الآخرۃ۔ کنز العدۃ

حرف ل: اللباب المنتخل فی علم الجدل۔

حرف م: المستصفی فی اصول الفقہ۔ منخول۔ ماخذ فی الخلافیات۔ بین الحنفیۃ والشافعیۃ۔ المبادی والغایات۔ المجالس الغزالیہ۔ مقاصد الفلاسفۃ۔ المنقذ من الضلال۔ معیار النظر۔ معیار العلم فی المنطق۔ محک النظر۔ مشکوٰۃ الانوار۔ مستظہری فی الرد علی الباطنیہ۔ میزان العمل۔ مواہم الباطنیہ۔ المنہج الاعلی۔ معراج السالکین۔ المکنون فی الاصول۔ مسلم

Marfat.com

السلاطین۔ مفصل الخلاف فی اصول القیاس۔ منہاج العابدین قبل ہو آخر تالیفاتہ۔ المعارف العقلیۃ۔

حرف ن: نصیحۃ الملوک فارسی

حرف و: وجیز۔ وسیط

حرف ی: یاقوت التاویل فی التفسیر ۴۰ جلد

مضامین کے لحاظ سے تصنیفات کی تقسیم

(مشہور تصنیفات مراد ہیں)

فقہ

وسیط۔ بسیط۔ وجیز۔ بیان القولین الشافعی۔ تعلیقۃ فی فروز المذہب۔ خلاصۃ الرسائل۔ اختصار المختصر۔ غایۃ الغور' مجموعہ فتاویٰ۔

اصول فقہ

تحصین الماخذ' شفاء العلیل' منتخل فی علم الجدل' متحول' مستصفی' ماخذ

Marfat.com

فی الخلافیات، مفصل الخلاف فی اصول القیاس۔

منطق

معیار العلم، محک النظر، میزان العمل (یہ کتابیں یورپ میں موجود ہیں

فلسفہ

مقاصد الفلاسفۃ (یورپ میں اس کا نسخہ موجود ہے)

کلام

تہافتۃ الفلاسفۃ، منقذ، الجام العوام، اقتصاد مستظہری، فضائح الاباحیۃ وحقیقۃ الروح، قسطاس المستقیم، القول الجمیل فی الرد علی من غیر الانجیل موا الباطنیہ، تفرقہ بن الاسلام والزندقہ الرسالۃ القدسیہ۔

تصوف و اخلاق

احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، المقصد الاقصیٰ، اخلاق الابرار، جوا القرآن، جواہر القدس فی حقیقۃ النفس، مشکوٰۃ الانوار، منہاج العابدین معرا

Marfat.com

السالکین، نصیحۃ الملوک، ایہا الولد، بدایۃ الہدایۃ، مشکوٰۃ الانوار فی لطائف الاخبا

مبحوث فیہ تصنیفات

امام صاحب کے نام سے جو تصنیفات مشہور ہیں ان میں بعض ایسی بھ
ہیں جن کی نسبت بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ درحقیقت وہ امام صاحب ا
تصنیف نہیں۔ اس قسم کی چار کتابیں ہیں۔ منخول مضنون بہ علی غیر اہلہ، کتاب ا
والتسویۃ، سرالعالمین۔ چنانچہ ہم ہر ایک کے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث کر۔
ہیں۔

منخول

یہ کتاب اصول فقہ میں ہے۔ کشف الظنون میں اس کو روا بی
حنیفہ کے نام سے لکھا ہے اور قلاید العقیان کے مصنف کا قول نقل کیا ہے
کہ "وہ امام غزالی کی نہیں بلکہ محمود معتزلی کی تصنیف ہے" شمس الایمۃ
کروری نے اس کتاب کا رد بھی لکھا ہے۔

اس کتاب میں امام ابوحنیفہ پر نہایت سخت حرف گیری کی ہے اور دعو
کیا ہے کہ "امام ابوحنیفہ کے مسائل فی صدی ۹۰ غلط ہیں۔" چونکہ امام صاح
نے احیاء العلوم میں امام ابوحنیفہ کی نہایت مدح کی ہے اس کے علاوہ آئمہ دین
برا کہنا، امام صاحب کی شان سے یوں بھی بعید ہے اس لئے یہ خیال کیا گیا ک
امام غزالی کی تصنیف نہیں ہوسکتی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف اس دلیل کی بنا پر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا

Marfat.com

اولاً تو رجال وتاریخ کی تمام کتابوں میں وہ امام صاحب ہی کی طرف منسوب گئی ہے۔ ثانیاً امام صاحب کے ابتدائی حالات جس نے غور سے پڑھے ہیں سمجھ سکتا ہے کہ ابتداء میں امام صاحب کا مزاج کس قدر مجادلہ پسند اور نکتہ چیں واقع ہوا تھا۔ محدث عبدالغافر فارسی نے امام صاحب کو دونوں زمانوں میں د... تھا۔ ان کا بیان ہے کہ امام صاحب ابتداء میں نہایت جاہ پسند' خود پرست ا... مغرور تھے لیکن اخیر میں ان کی حالت بدل گئی اور وہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ منحول اسی ابتدائی زمانے کی تصنیف ہو گی ہم نے اس کتاب کو دیکھا ہے خود ا... کی طرز عبارت بتاتی ہے کہ وہ نشہ شباب کے زمانے کی تصنیف ہے۔

مضنون بہ علی غیر اہلہ

اس کتاب کی نسبت محدث ابن الصلاح اور علامہ ابن السبکی کا دعویٰ ہے کہ امام صاحب کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف قدم عالم۔ انکار علم جزئیات اور نفی صفات کا قائل ہے اور ان میں سے ہر عقیدہ کا مستوجب ہے۔ اس بحث کے تصفیہ کے لئے ہم کو اثبات و نفی دونوں جانب شہادتوں کا موازنہ کرنا چاہئے۔ رجال کی جس قدر مستند کتابیں ہیں سب میں ا... کتاب کو امام صاحب کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خود ا... صاحب نے جواہر القرآن میں جو ان کی مسلمہ تصنیف ہے اس کتاب کا ذکر ہے۔

نفی کی جانب صرف یہ قیاس ہے کہ اس میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جو علامہ ابن الصلاح و ابن السبکی کے نزدیک موجب کفر ہیں۔ اگر انکار کے... صرف اس قدر قرینہ کافی ہو سکتا ہے تو احیاء العلوم میں بہت سی باتیں مذکور ہیں

Marfat.com

بعضوں کے نزدیک کفر کی مستوجب ہیں مثلاً یہ مسئلہ کہ موجودہ عالم سے بہتر پیدا کرنا ممکن نہیں ہے بہت سے آئمہ حدیث کے نزدیک صاف کفر ہے۔ اور اسی بنا پر بہت سے لوگوں نے امام کی تکفیر کی۔ لیکن احیاء العلوم میں یہ مسئلہ نہایت تصریح سے مذکور ہے۔ چنانچہ علامہ شعرانی نے خاص اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام الاجوبۃ المرضیۃ عن ایمۃ الفقہا والصوفیہ ہے۔ [1]

اس کے علاوہ جن مسائل کو موجب کفر قرار دیا ہے وہ جس حیثیت سے موجب کفر ہیں اس کا کوئی قائل نہیں اور جس کے لوگ قائل ہیں وہ موجب کفر نہیں مثلاً صفات کا جو لوگ انکار کرتے ہیں اس کے یہ معنی قرار نہیں دیتے کہ خدا بصیر و علیم و سمیع نہیں ہے بلکہ یہ یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ خدا کی ذات ہی بصر و علم و سمع کے لئے کافی ہے۔ یہ صفات ذات سے علیحدہ نہیں ہیں جیسا کہ انسان اور حیوانات میں ہیں۔ اس طرح کے انکار صفات کو کون کفر کہہ سکتا ہے اسی طرح قدم عالم اور نفی علم جزئیات کا مسئلہ ہے۔

لطف یہ کہ یہ مسائل مضنون بہ علی غیر اہلہ میں سرے سے مذکور ہی نہیں۔ علامہ ابن الصلاح و ابن السبکی نے معلوم نہیں کن الفاظ سے یہ مسائل مستنبط کئے۔ یہ کتاب عام طور پر شائع ہو چکی ہے اور ہر شخص خود دیکھ کر اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

کتاب الفتح و التسویة

شرح احیاء العلوم میں علامہ مرتضیٰ حسینی نے اس کتاب کو جعلی قرار دیا ہے۔ لیکن کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں پیش کی نہ کسی اور شخص کا قول اس کی تائید میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

سر العالمین

ہمارے نزدیک یہ کتاب بے شبہ جعلی ہے اس کی طرز عبارت اور اندازِ تحریر امام صاحب کے طریقہ تحریر سے بالکل الگ ہے۔ جعلی بنانے والے نے ایک چالاکی یہ کی ہے کہ جابجا امام الحرمین کی استادی کا ذکر کیا ہے اور اپنی دانست میں اس کتاب کے اصلی ثابت کرنے کی یہ بڑی تدبیر خیال کی لیکن صرف یہی امر کتاب کے جعلی ہونے کی دلیل ہے۔ امام صاحب کی یہ خاص بات ہے کہ وہ اپنے اساتذہ اور شیوخ کا ذکر مطلق نہیں کرتے ان کی تصنیفات میں بہت سے ایسے موقع ہیں جہاں استاد یا شیخ کا ذکر کرنا ضرور تھا لیکن وہ بالکل پہلو بچا جاتے ہیں اور تصریح کا کیا ذکر کنایہ تک نہیں کرتے۔ منقذ من الضلال میں نہایت ضروری موقع پر صرف اس قدر کہہ کر رہ گئے کہ شیوخ سے جس طرح میں نے تعلیم پائی ہے اسکے مطابق مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول ہوا۔

تصنیفات پر مختلف حیثیتوں سے بحث

روزانہ تصنیف کا اوسط

علامہ نووی نے بستان میں ایک ایک مستند شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی تصنیفات اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو روزانہ اوسط چار کرا

Marfat.com

پڑا۔ کراسہ چار صفحوں کا ہوتا ہے اس حساب سے ۱۶ صفحے روزانہ ہوا اور یہ مقدار امام صاحب کے اور مشاغل کے ساتھ در حقیقت حیرت انگیز ہے۔ علامہ طبری اور ابن جوزی و سیوطی کی تصنیفات کا روزانہ اوسط اس سے بھی زیادہ ہے لیکن ان بزرگوں کی تصنیفات میں منقولات کا حصہ بہت ہے جس میں وہ جز کے جز دوسروں کے عبارت نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔

تصنیفات کے موضوع

جن علوم میں امام صاحب کی تصنیفات ہیں وہ فقہ کلام، اخلاق اور تصوف ہیں۔ ایک کتا' توریت اور انجیل کی تحریف کے ثبوت میں ہے اس میں استدلال کا وہی طریقہ ہے جو آج کل مسلمان مصنفین کا طرز ہے میں نے یہ کتاب قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں دیکھی تھی۔ اس کتاب سے ظاہر ہے کہ امام صاحب توریت اور انجیل سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔ فقہ و کالم و تصوف میں ان کی تصنیفات اسلام کی علمی ترقی کے بیش بہا نمونے ہیں اس لئے ان پر ہم الگ مفصل ریویو لکھیں گے۔

فن تفسیر کو غالباً انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا یا قوت التادیل جو انکی تصنیفات میں شمار کی جاتی ہے اور جس کی ضخامت ۴۰ جلدوں کی بیان کی جاتی ہے ہماری تحقیقات کی رو سے ایک فرضی نام ہے۔

تصنیفات کی قبولیت

ان تصنیفات کو خود امام صاحب کے زمانے میں اور ان کے بعد

Marfat.com

جو مقبولیت عام حاصل ہوئی وہ نہایت تعجب انگیز ہے۔ محدث زین عراقی کا قول ہے کہ امام غزالی کی احیاء العلوم اسلام کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہے۔ عبدالغافر فارسی جو امام صاحب کے ہم عصر اور امام الحرمین کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ "احیاء العلوم کی مثل کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔ امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ احیاء العلوم قران مجید کے لگ بھگ ہے۔" شیخ ابومحمد کازرونی کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیئے جائیں تو احیاء العلوم سے میں سب کو دوبارہ زندہ کر دوں گا۔ شیخ عبداللہ عیدروس کو جو بہت مشہور صوفی گزرے ہیں احیاء العلوم قریب قریب پوری حفظ تھی۔ شیخ علی نے ۲۵ دفعہ اول سے آخر تک احیاء العلوم کو پڑھا اور ہر دفعہ ختم کرنے کے بعد فقرا اور طلباء کی عام دعوت کرتے تھے۔

تعجب یہ ہے کہ تصوف اور سلوک میں جو لوگ خود امام غزالی کے ہمسر تھے وہ ان کی تصنیفات کو الہامی تصنیف سمجھتے تھے۔ قطب شاہ ولی مشہور صوفی گزرے ہیں ایک دن وہ احیاء العلوم ہاتھ میں لئے ہوئے نکلے اور لوگوں سے کہا جانتے یہ کیا کتاب ہے۔ یہ کہہ کر کے اپنے اعضاء پر کوڑوں کے نشان دکھائے اور کہا کہ پہلے میں اس کتاب کا منکر تھا آج شب کو امام غزالی نے مجھ کو خواب میں آنحضرت کے دربار میں پیش کیا اور اس جرم کی سزا میں مجھ کو کوڑے لگائے گئے۔ شیخ محی الدین اکبر کو زمانہ جانتا ہے کہ وہ احیاء العلوم کو کعبہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

تصنیفات کے ساتھ علماء کا اعتناء

امام صاحب کی تصنیفات کی مقبولیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ علماء اور مصنفین نے جس قدر ان کے ساتھ اعتناء کی بہت کم تصنیفات کے ساتھ کی گئی ہوگی۔ فقہ میں ان کی چاروں تصنیفات یعنی بسیط' وسیط' وجیز اور وسائل فقہ شافعی کے چار ارکان ہیں۔ وجیز آج کل مصر میں نہایت اہتمام سے چھاپی گئی ہے۔ اس کتاب کی سب سے پہلے امام فخرالدین رازی نے شرح لکھی پھر قاضی سراج الدین محمود ارموی المتوفی ۶۸۴ھ عمادالدین' ابوحامد محمد بن یونس اربلی' ابوالفتوح اسعد بن محمود عجلی' امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد قزوینی' رافعی وغیرہ نے مبسوط شرحیں لکھیں۔ شرح احیاء میں ان شرحوں کی تعداد ستر کے قریب بیان کی ہے۔ امام ابوالملقن نے ان احادیث کی تخریج میں جو وجیز میں مذکور ہیں ایک ضخیم کتاب سات جلدوں میں لکھی جس کا نام البدرالمنیر ہے۔ اس کتاب کے خلاصے حافظ ابن حجر' بدر بن جماعۃ' بدرزرکشی' شہاب بوصیری' سیوطی وغیرہ نے لکھے۔ ان کے سوا بہت سے علماء وفضلا نے اس پر شروح و حاشیے لکھے جن کے نام کشف الظنون میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

اسی طرح الوسیط پر جس کو کشف الظنون میں الرسائل کے نام سے لکھا ہے نہایت کثرت سے شروح اور حاشیے لکھے گئے۔ سب سے پہلے محی الدین جوشانی نے ۱۶ جلدوں میں شرح لکھی پھر شیخ نجم الدین احمد

Marfat.com

بن علی المعروف بہ ابن الرفعہ المتوفی ۷۱۰ھ نے ۶۰ جلدوں میں شرح لکھی جس کا نام المطلب رکھا۔ ابوالعباس احمد قمولی المتوفی ۷۲۷ھ نے بھی کئی جلدوں میں ایک شرح لکھی جس کا نام البحر المحیط ہے۔ ان کے علاوہ ظہیر الدین جعفر بن یحیٰی المتوفی ۶۸۲ھ محمد بن عبدالحاکم و شیخ عزیز الدین عمر بن احمد المتوفی ۸۴۲ھ وابن الصلاح المتوفی ۶۴۳ھ وابوالفضل محمد بن محمد القردیئی وابن الاستاد کمال الدین احمد ابن عبداللہ الحلبی المتوفی ۷۱۲ھ و یحیٰی ابن ابی الخیر الیمنی المتوفی ۵۵۸ھ عماد الدین عبدالرحمان ابن علی القاضی المتوفی ۶۲۴ھ وغیرہ نے اس کتاب پر حاشیے اور شرحیں لکھیں۔ ابن ملقن شافعی نے اس کی حدیثوں کی تخریج کی جس کا نام تذکرہ الاحیاء بمانی البسیط من الاخبار ہے۔

امام صاحب کی تصنیفات اور یورپ

یہ عجیب بات ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات کے ساتھ جو اعتنا یورپ نے کی خود مسلمانوں نے نہیں کی ہے۔ بے شبہ مسلمانوں نے امام صاحب کی اکثر تصنیفات محفوظ رکھیں اور ان پر شروح و حواشی لکھے' لیکن یہ التفات اور قدر دانی ان تصنیفات کے ساتھ محدود رہی جو فقہ' اصول فقہ اور تصوف و اخلاق کے متعلق تھیں۔ عقلیات میں جو ان کی معرکہ آرا

Marfat.com

تصنیفات ہیں اور جہاں آ کر ان کا اصلی جوہر کھلتا ہے ان کو کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ اس قسم کی کتابوں کو ہمارے علماء انکی طرف منسوب بھی نہیں ہونے دیتے اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی کتب خانوں میں ان تصنیفات کا بہت کم پتہ چلتا ہے اس قسم کی ایک تصنیف مضنون بہ علی غیر اہلہ ہے جس پر آگے چل کر ہم ریویو لکھیں گے۔ اس کی نسبت علامہ ابن السبکی لکھتے ہیں۔ معاذ اللہ ان یکون لہ ۔یعنی خدا نہ کرے کہ یہ کتاب امام صاحب کی ہو۔ عقلیات پر ختم نہیں، جس تصنیف میں اجتہاد اور آزادی رائے سے کام لیا گیا وہ مقبول عام نہ ہو سکی۔ منخول جو اصول فقہ میں امام صاحب کی پہلی تصنیف ہے ہماری نظر سے گزری ہے بڑے معرکے کی تصنیف ہے اور چونکہ آغاز شباب کی ہے امام صاحب اس میں کسی امام یا مجتہد کے پابند نہیں بلکہ جو کچھ کہتے ہیں نہایت بے باکی اور آزادی سے کہتے ہیں۔ صرف اس عیب کی وجہ سے یہ کتاب علماء کی نظر سے گر گئی۔ یہاں تک کہ شمس الائمہ کروری اس کو محمود معتزلی کی تصنیف بتاتے ہیں اور ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں اسی خیال کی تائید کرتے ہیں۔ احیاء العلوم میں بھی یہ چنگاریاں دبی پڑی تھیں۔ اس لئے اکثر علماء نے اس کے جلانے کا حکم دیا اور اس کی تعمیل بھی کی گئی۔

برخلاف اس کے یورپ نے انہی کتابوں کو بڑے اہتمام سے محفوظ رکھا جن میں امام صاحب نے فلسفہ اور شریعت کے اصول میں باہم تطبیق دی تھی جن میں عقلیات کے مسائل کو اپنے خاص پیرائے میں ادا

Marfat.com

کیا تھا۔

مقاصد الفلاسفہ

امام صاحب نے یونانی فلسفہ کے مسائل نہایت ترتیب اور عمدگی کے ساتھ ایک کتاب میں لکھے تھے جس کا نام مقاصد الفلاسفہ رکھا تھا۔ اس کتاب کا اسلامی ممالک میں آج پتہ نہیں چلتا لیکن اسپین کے شاہی کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ مسلمانوں نے تو اس کتاب کو نظر انداز کر دیا لیکن یورپ میں اس کا عبرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ چنانچہ یہ ترجمہ فرانس کے کتب خانے میں آج بھی موجود ہے۔ بارہویں صدی میں اس کتاب کا ترجمہ لاطینی زبان میں ڈوینگ گوندی سالیو (DOMINGUE GUNDI SALVI) نے کیا اور وہ ۱۵۰۶ھ میں بمقام وینس چھاپا گیا۔ اصل کتاب کی چند صفحے یورپ میں آج کل چھاپے گئے ہیں اور میری نظر سے گذرے ہیں۔ اس میں صرف منطق کے ابتدائی مسائل ہیں لیکن جس وضاحت اور اختصار کے ساتھ ان مسائل کو لکھا ہے کسی مصنف نے آج تک نہیں لکھا۔

المنقذ

ایک دوسری کتاب میں جس کا نام المنقذ من الضلال ہے۔ امام

Marfat.com

صاحب نے اپنے خیالات مذہبی کے تغیرات اور نبوت کی حقیقت لکھی ہے۔ یہ کتاب بھی مسلمانوں میں قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھی گئی۔ لیکن یورپ نے اس کی بڑی قدردانی کی۔ فرانس میں اس کی ترجمہ مع اصل عربی کے چھاپا گیا اور موسیو پالیا (M. PULLIA)، اور موسیو شمولڈرز (SCHMOELDERS) نے اپنے اس مضمون میں جو فلسفہ عرب پر ہے اس کے مشکل مقامات کی تشریح کی ہے۔

تہافت الفلاسفہ

تہافت الفلاسفہ میں امام صاحب نے یونانی فلسفہ کے مسائل باطل کیے ہیں۔ اس کتاب کا عبرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ چنانچہ اس کا نسخہ شاہی کتب خانہ فرانس میں موجود ہے۔ موسیو سمولڈرز (M.SCHMOELDERS) اور موسیو مونک (M.MUNKI) نے اس کتاب کے مضامین پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔

میزان العمل

منطق میں ایک اور کتاب امام صاحب کی ہے جس کا نام میزان العمل ہے۔ اسلامی ممالک میں یہ کتاب بالکل نایاب ہے لیکن یورپ میں اس کے ساتھ یہ اعتنا کی گئی کہ اس کا عبرانی ترجمہ جو ایک یہودی مسمی بہ ابراہیم حسد نے کیا تھا موسیو گولڈن تھال نے لیزگ میں ۱۸۲۹ھ میں چھاپا۔

احیاء العلوم کے مشکل مقامات پر وسیو ہیتزگ (M.HITZIC)

Marfat.com

نے حاشیے لکھے۔ اصل احیاء العلوم کا عمدہ نسخہ کتب خانہ برن (BERNE) میں موجود ہے۔

امام صاحب کے اشعار

امام صاحب کے زمانے میں سلجوقیوں کی بدولت فارسی شاعری اوج شباب پر پہنچ گئی تھی اور شاعری کا مذاق قوم کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ امام صاحب اگرچہ شاعر نہ تھے لیکن چونکہ زمانے کا اقتضاء اور لطف طبیعت دونوں باتیں جمع ہوگئی تھیں چپ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ اس زمانے میں شاعری کے انواع میں سے دو صنف نے نہایت ترقی کی تھی۔ قصیدہ اور رباعی۔ لیکن قصیدہ و مدح اور خوشامد کے لئے مخصوص ہو گیا تھا۔ اور اس وجہ سے وہ امام صاحب کے شایان شان نہ تھا۔ البتہ رباعی انکے مذاق کے بالکل موافق تھی۔ حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر اور عمر خیام نے رابعی ہی کو حقائق و معارف کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ عمر خیام خود امام صاحب کا معاصرہ تھا اور انی دربار سے تعلق رکھتا تھا جس سے امام صاحب وابستہ تھے۔ ان اسباب سے امام صاحب کبھی کبھی کچھ کہتے تھے تو رباعی ہی کہتے تھے چنانچہ انکی چند رباعیاں ہم تذکرہ مجمع الفصحا اور روضات الجنات سے نقل کرتے ہیں۔

اے کان بقا درچہ بقائے کہ نہ
درجائے نہ کدام جائے کہ نہ
اے ذات تو از ذات وجہت مستغنی

Marfat.com

آخر تو کجائی و کجائے کہ نہ

دیگر

کس راپس پردہ قضا راہ نشد
وزسر قدر ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس زسر قیاس چیزے گفتند
معلوم نگشت وقصہ کوتاہ نشد

اس رباعی میں امام صاحب نے جو خیال ادا کیا ہے اگرچہ سقراط کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد۔ لیکن یہ خیال کچھ ایسا حکیمانہ خیال ہے کہ تمام حکماء کی زبان سے بے اختیار نکل پڑا ہے۔

فارابی کہتا ہے۔

اسرار وجود خام و ناپختہ بماند
واں گوہر بس شریف ناسفتہ بماند
ہر کس زسر قیاس چیزے گفتند
واں نکتہ کہ اصل بودنا گفتہ بماند

بوعلی سینا نے اس کو یوں ادا کیا ہے۔

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت
یک موئے زانست دلبے موی شگافت
اندر دل او ہزار خورشید بتافت
آخر بکمال ذرہ راہ نیافت

امام صاحب کی رباعی فارابی سے گو کچھ کم درجہ پر ہے لیکن بوعلی

Marfat.com

سینا کی رباعی سے زیادہ لطیف اور صاف ہے۔

امام صاحب کی ایک اور رباعی ہے جس میں یہ خیال کیا گیا ہے کہ ارباب ظاہر کے ہاں حقائق کا پتہ نہیں مل سکتا۔ فرماتے ہیں ؎

با جامہ نماز سپسر خم کردیم
وز آب خرابات تیمم کردیم
شاید کہ دریں میکدہ ہا دریا بیم
آں یار کہ درصومعہا گم کردیم

ضبط عشق کو قطعہ میں یوں ادا کیا ہے۔

گفتم ولا تو چندیں برخویشتن چہ پیچی
با یک طبیب محرم ایں راز درمیاں نہ
گفتا کہ ہم طبیبے فرمودہ است با من
گر مہر یار داری صد مہر بر زباں نہ

یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ امام صاحب کا فارسی زبان میں جس قدر کلام ہے حقائق و معارف سے پُر ہے اور ان کی عظمت وشان کے مناسب ہے لیکن عربی اشعار جو تذکروں میں منقول ہیں نہایت عامیانہ ہیں اور برخلاف عرب کے ایرانی مذاق کے موافق ہیں۔

هبني صبوت كما ترون بزعمكم
وخطبت منه بلثم خد ازهر
اني اعتزلت فلاتلوموا انه
اضحى يقابلني بخدا شعري

اخیر شعر میں مذہب اعتزال اور امام اشعری کی تلمیح ہے۔

Marfat.com

علوم وفنون

امام صاحب نے یوں تو بہت سے علوم وفنون میں کتابیں لکھیں لیکن تخصیص کے ساتھ جن علوم کو ترقی دی وہ فقہ' اصول فقہ' کلام اور اخلاق ہیں۔ فقہ میں ان کی تین کتابیں وسیط۔ وجیز اور بسیط شافعی فقہ کے تین ارکان ہیں۔

وجیز میں جس طرح فقہ کے پیچیدہ مسائل کو سلجھا کر لکھا ہے اور ان میں جو اختصار اور ترتیب پیدا کی ہے وہ امام صاحب کا حصہ ہے جس کی نظیر کسی قدیم تصنیف میں نہیں ملتی۔

اصول فقہ میں امام صاحب نے بہت سے مسائل خود ایجاد کیے ہیں چنانچہ ان کی کتاب منخول (جو ہمارے پیش نظر ہے) اس دعوے کی بین دلیل ہے۔

اس لحاظ سے اگرچہ ہمارا فرض تھا کہ ہم امام صاحب کی ان ایجادات اور استنباطات کو بہ تفصیل لکھتے جو ان علوم میں ان سے یادگار ہیں لیکن ہمارے ناظرین کو شافعی فقہ اور اصول فقہ سے دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ہم امام صاحب کے ان علمی کارناموں کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو علم کلام اور علم اخلاق کے متعلق ان سے ظہور میں آئے۔ ملک کا مذاق اور ملک کی حالت بھی اسی کی مقتضی ہے کہ فلسفہ آمیز علوم کے مسائل قوم کے سامنے پیش کیے جائیں۔

Marfat.com

فلسفہ اخلاق اور احیاء العلوم

یونانی تصنیفات اور ان کے عربی ترجمے

اسلام میں اخلاق کا فن پند و موعظمت کی حیثیت سے تو خود اسلام کے ساتھ آیا لیکن فلسفیانہ طرز پر اس کی ابتدا اس زمانے سے ہوئی جب یونانی علوم وفنون کی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں۔ ارسطو نے علوم اخلاق میں دو کتابیں لکھی تھیں جو بارہ مقالوں میں تھیں۔ پارفریس نے جس کو اہل عرب فوریوس کہتے ہیں ان کی تفسیر کی تھی۔ حنین بن اسحاق نے عربی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ [1] ارسطو نے ایک اور کتاب اسی فن میں فضائل نفس کے عنوان سے لکھی تھی جس کو ابوعثمان دمشقی نے عربی زبان میں منتقل کیا۔ علامہ ابن مسکویہ [2] نے لکھا ہے کہ ابوعثمان نے جو یونانی و عربی دونوں زبانوں میں نہایت کمال رکھتا تھا اور اس کتاب کا ترجمہ اس خوبی سے کیا کہ ایک لفظ بھی ترجمے سے رہ نہیں گیا اور جو لفظ جس لفظ کے مقابلے میں رکھا بعینہ اسی خیال کو ادا کرتا تھا۔ جو یونانی لفظ سے پیدا ہوتا تھا۔

جالینوس نے بھی بعض مسائل اخلاق پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا موضوع یہ تھا کہ انسان اپنے عیوب سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کا بھی عربی زبان میں ترجمہ ہوا چنانچہ اس کے حوالے تہذیب

Marfat.com

الاخلاق ابن مسکویہ وغیرہ میں اکثر آتے ہیں۔

ان ترجموں کی مدد سے حکمائے اسلام نے اس فن پر مستقل کتابیں لکھیں جن میں سے زیادہ تر قابل ذکر یہ ہیں۔

حکمائے اسلام کی تصنیفات

آراء المدینۃ الفاضلۃ

حکیم ابونصر فارابی کی تصنیف ہے یورپ میں چھپ گئی ہے اس میں اخلاق کی بہ نسبت سیاست کے اصول زیادہ لکھے ہیں۔

کتاب البروالاثم

بوعلی سینا کی تصنیف ہے۔ ہماری نظر سے نہیں گزری لیکن اس قدر معلوم ہے کہ ایک مختصر سی کتاب ہے۔

تہذیب الاخلاق

مصنفہ حکیم ابن مسکویہ ابن مسکویہ بوعلی سینا کا معاصر اور بہت

Marfat.com

سے فنون میں اس کا ہم پلہ تھا۔ یہ کتاب درحقیقت یونانی فلسفہ اخلاق کا عصارہ ہے۔ اکثر جگہ ارسطو و جالینوس و بروسن کے عربی ترجموں کی عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ یہ تمام تصنیفات فلسفیانہ انداز پر تھیں۔ مذہب سے ان کو لگاؤ نہ تھا۔

فن اخلاق میں مذہبی طرز کی تصنیفات

مذہبی طریقے پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے قوت القلوب ابوطالب مکی اور ذریعۃ الی المکارم الشریعت للراغب الاصفہانی زیادہ مشہور ہوئیں۔ قوت القلوب میں اگرچہ اخلاق کے تمام ابواب کی سرخیاں قائم ہیں تاہم وہ ایک واعظانہ تصنیف ہے۔ ذریعہ میں فلسفہ کی کچھ کچھ جھلک پائی جاتی ہے۔ لیکن وہ اس قدر کم ہے اور مکی کے ساتھ اس پر مذہبی روایات کی اس قدر تہیں چڑھ گئی ہیں کہ دیکھنے والے کو نظر نہیں آ سکتی۔

یہاں خود بخود یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب فن اخلاق کا اس قدر معتدبہ ذخیرہ موجود تھا اور جب کہ ابن مسکویہ بوعلی سینا راغب اصفہانی جیسے اہل کمال اس فن پر اپنے دل و دماغ کو صرف کر چکے تھے تو اس بات کی کیا وجہ تھی کہ نہ یہ فن عام ہو سکا اور نہ اس کے مسائل لٹریچر کے رگ و پے میں سرایت کر سکے۔ بلکہ جب تک امام غزالی نے اس کو اپنے آغوش تربیت میں نہیں لیا وہ اس قابل بھی نہیں ہوا کہ علوم مدونہ کی فہرست میں

Marfat.com

جگہ پا سکے۔

تصنیفات مقبول عام نہ ہونے کی وجہ

حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب سے پہلے جو تصنیفات اس فن کے متعلق موجود تھیں ان میں قبولیت اور عام رواج کی صلاحیت نہ تھی جو تصنیفات فلسفیانہ انداز پر لکھی گئی تھیں ان میں ایک طرف تو یہ نقص تھا کہ مشکل پسندی کی وجہ سے عام لوگوں کے استعمال کے قابل نہ تھیں دوسری بڑی کمی یہ تھی کہ مذہبی پیرایہ نہیں رکھتی تھیں اور اس وجہ سے بجز ایک محدود فرقے کے نہ عام لوگوں میں رواج پا سکتی تھیں نہ اس کے ساتھ وہ عقیدت اور گرویدگی ہو سکتی تھی جو مذہبی تصنیفات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان باتوں کے ساتھ ایک بڑا نقص یہ تھا کہ ان میں بہت سے مسائل اسلام سرے سے مذکور نہ تھے اور جس قدر مذکور تھے وہ نہایت مجمل تھے۔

مذہبی طرز کی تصنیفات میں چونکہ فلسفہ و عقلیات کی چاشنی بالکل نہ تھی اس لئے حکماء وارباب معقول ان سے لطف نہیں اٹھا سکتے تھے بلکہ خود مذہبی گروہ میں جو لوگ دقیق النظر اور دقت پسند تھے ان کو یہ تصنیفات پھیکی معلوم ہوتی تھیں۔

امام صاحب نے فلسفہ و مذہب دونوں کو ترتیب دے کر احیاء العلوم تصنیف کی جس نے تمام نقص پورے کر دیئے اور وہ مقبولیت حاصل کی کہ ایک طرف تو ائمہ اسلام اس کو الہامات ربانی سمجھے اور دوسری

Marfat.com

طرف ہنری لوئیس نے تاریخ فلسفہ میں اس کی نسبت یہ لکھا کہ اگر ڈیکارٹ (یورپ میں اخلاق کے فلسفہ جدید کا بانی خیال کیا جاتا ہے) کے زمانہ میں احیاء العلوم کا ترجمہ فرنچ زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہر شخص یہی کہتا کہ ڈیکارٹ نے احیاء العلوم کو چرالیا ہے۔

چونکہ ارباب ذوق اس کتاب کو تعویذ کی طرح گلے سے لگائے رہتے تھے آسانی اور تخفیف مونت کے لئے علماء نے اس کے خلاصے لکھے کہ ہر شخص سفر و حضر میں اس کو ساتھ رکھ سکے۔ ان خلاصوں کی تفصیل یہ ہے۔

نام کتاب	نام مصنف
مختصر احیاء العلوم "اس کتاب کا نام لباب الاحیاء ہے"	از شمس الدین محمد بن علی عجلونی المتوفی ۸۱۲ھ شیخ خانقاہ سعید السعداء مصر
مختصر احیاء العلوم	احمد بن محمد برادر امام غزالی
//	محمد بن سعید یمنی
//	شیخ ابوزکریا یحییٰ
//	ابوالعباس احمد بن موسیٰ الموصلی المتوفی ۶۲۳ھ
	حافظ جلال الدین سیوطی

Marfat.com

احیاء العلوم کی عام خصوصیت

احیاء العلوم میں یہ عام خصوصیت ہے کہ اس کے پڑھنے سے دل پر عجیب اثر ہوتا ہے۔ ہر فقرہ نشتر کی طرح دل میں چبھ جاتا ہے ہر بات جادو کی تاثیر کرتی ہے۔ ہر لفظ پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ یہ کتاب جس زمانہ میں لکھی گئی خود امام صاحب تاثیر کے نشہ سے سرشار تھے۔ بغداد میں ان کو تحقیق حق کا شوق پیدا ہوا۔ تمام مذاہب کو چھانا کسی سے تسلی نہ ہوئی۔ آخر تصوف کی طرف رخ کیا لیکن وہ قال کی چیز نہ تھی بلکہ سرتاپا حال کا کام تھا۔ اور اس کا پہلا زینہ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس تھا۔ امام صاحب کے مشاغل اس کیفیت کے بالکل سدراہ تھے۔ قبولیت عام' ناموری' جاہ و منزلت' مناظرات و مجادلات اور پھر تزکیہ نفس۔ شتان بینھما۔ ایں رہ کہ می روی تو بمنزل نمی رود۔

آخر سب چھوڑ چھاڑ کر ایک کملی پہن کر بغداد سے نکلے اور دشت پیمائی شروع کی۔ سخت مجاہدات اور ریاضات کے بعد بزم راز تک رسائی پائی۔ یہاں پہنچ کر ممکن تھا کہ اپنی حالت میں مست ہو کر تمام عالم سے بے خبر ہو جاتے لیکن بیاد آر حریفان بادہ پیمارا کے لحاظ سے افادہ عام پر نظر پڑی دیکھا تو آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ امیر و غریب' خاص و عام عالم و جاہل' رند و زاہد سب کے اخلاق تباہ ہو چکے ہیں او رہوتے جاتے ہیں۔ علماء جو دلیل راہ بن سکتے تھے طلب جاہ میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر

Marfat.com

ضبط نہ کر سکے اور اسی حالت میں یہ کتاب لکھی۔ دیباچے میں خود لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرض نے تمام عالم کو چھپا لیا ہے اور سعادت اُخروی کی راہیں بند ہو گئی ہیں۔ علماء جو دلیل راہ تھے زمانہ ان سے خالی ہوتا جاتا ہے جو رہ گئے ہیں وہ نام کے عالم ہیں جن کو ذاتی اغراض نے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور جنہوں نے تمام عالم کو یقین دلا دیا ہے کہ علم صرف تین چیزوں کا نام ہے۔ مناظرہ (جو فخر اور نمود کا ذریعہ ہے) وعظ و پند جس میں عوام کی دلفریبی اور مسجع فقرے استعمال کئے جاتے ہیں۔ فتویٰ دینا جو مقدمات کے فیصل کرنے کا ذریعہ ہے باقی آخرت کا علم تو وہ تمام عالم سے ناپید ہو گیا ہے اور لوگ اس کو بھول بھلا چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور مہر سکوت ٹوٹ گئی۔

امام صاحب نے اس کتاب میں جو عنوان قائم کئے وہ بالکل نئے نہ تھے خود دیباچے میں لکھتے ہیں اس موضوع پر اور بھی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ میری کتاب میں جو خاص خصوصیتیں ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ قدیم تصنیفات میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل۔

۲۔ پراگندہ مضامین کی ترتیب۔

۳۔ طویل مضامین کا اختصار۔

۴۔ مکرر مضامین کا حذف۔

۵۔ بہت سے دقیق اور غامض مسائل کا حل جن کا قدیم تصنیفات میں نام و نشان نہ تھا۔

امام صاحب نے نہایت دیانت داری اور بے نفسی سے اس

Marfat.com

بات کو ظاہر کر دیا کہ انہوں نے قدما کی تصنیفات سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی جن تصنیفات کا امام صاحب نے اشارہ کیا یہ ہیں:

رسالہ قشیریہ' قوت القلوب ابوطالب مکی' ذریعہ الیٰ علم الشریعۃ للراغب الاصفہانی' قوت القلوب کا یہ انداز ہے کہ جو عنوان قائم کیا ہے اس کے متعلق پہلے قرآن مجید پھر احادیث' پھر صحابہ' پھر تابعین کے اقوال وافعال نقل کیے ہیں۔ احیاء العلوم کا بھی یہی انداز ہے اور اس طرز میں قوت القلوب کی اس قدر پیروی کی ہے کہ کوئی شخص دونوں کتابوں کا مقابلہ کرے تو امام صاحب کی نسبت اس کو سرقہ کی بدگمانی ہوگی۔ دو دو چار چار سطروں میں ایک آدھ لفظ کا کہیں فرق ہو جاتا ہے بعض جگہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ اسی کا مرادف لکھ دیتے ہیں مثال کے طور پر ہم بعض عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

احیاء العلوم	قوة القلوب
رای بعض العلماء اصحاب لرای من الکوفة. فقال مارایت فیما کنت علیه فکره وجهه واعرض عنه وقال ماوجدنا شیاً ان احدهم لیفتی وهم اصحاب	رای بعض اهل الحدیث بعض فقها اهل الکوفة من اهل الرای فقلت له مافعلت فیما کنت علیه فکره وجهه واعرض عنی وقال ماوجدنا شیاً ان احدهم لیفتی فی مسئله فهوا المفتی

Marfat.com

الاساطیر او عالم خاصة وهم العلماء	نهولاء اصحاب الاساطیر واما عالم الخاصة فهو العالم.

علامہ مرتضیٰ الحسینی نے احیاء العلوم کی جو شرح لکھی ہے اس میں اکثر التزام کیا ہے کہ احیاء العلوم کی عبارت کے ساتھ ساتھ قوت القلوب کے الفاظ بھی لکھتے جاتے ہیں جس سے بآسانی اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس سے امام صاحب کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ احیاء العلوم کے زمانہ تصنیف کے متعلق ایک تاریخی بحث کا فیصلہ کرنا ہے۔

احیاء العلوم کا زمانہ تصنیف

احیاء العلوم کی نسبت ابن الاثیر وغیرہ نے لکھا ہے سفر کی حالت میں لکھی گئی۔ اس پر بعض علماء نے اس بنا پر اعتراض کیا تھا کہ "ایک ایسی کتاب جس میں نہایت کثرت سے ہر موقع پر احادیث آثار کے حوالے ہوں سفر میں نہیں لکھی جا سکتی تھی لیکن اس بات کے معلوم ہونے کے بعد کہ احادیث و آثار کا تمام تر حصہ قوت القلوب سے لیا گیا ہے۔ یہ اعتراض خود بخود اٹھ جاتا ہے۔

بہرحال؛ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ احیاء العلوم بہت کچھ قوت القلوب' رسالہ قشیریہ ذریعہ راغب اصفہانی سے ماخوذ ہے۔ [1] اس

Marfat.com

میں شبہ نہیں کہ حکمائے یونان نے فلسفہ اخلاق پر جو کچھ لکھا تھا وہ بھی امام صاحب کے پیش نظر تھا۔ یہ بھی صحیح کہ بوعلی سینا وابن مسکویہ کی تصنیفات اور اخوان الصفاء کے رسالے بھی ان کے سامنے تھے لیکن ان تمام تصنیفات کو احیاء العلوم سے وہی نسبت ہے جو قطرے کو گوہر سے۔ سنگ کو آبگینہ سے۔ کاسۂ سفالین کو جام جم سی ہے۔

احیاء العلوم کو جن خصوصیتوں نے تمام قدیم وجدید تصنیفات سے ممتاز کر دیا ہے ہم ان کو بہ ترتیب لکھتے ہیں۔

احیاء العلوم کی خصوصیات

ا۔ بڑی خصوصیت جس نے عام وخاص' عارف وجاہل' سب میں اس کو مقبول بنا دیا ہے یہ ہے کہ حکمت وموعظت دونوں کو ساتھ ساتھ بناہا ہے۔ تحریر یا تقریر کا سب سے مشکل پہلو وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں دو مختلف طبقوں کے آدمیوں سے خطاب کرنا پڑتا ہے۔ واعظ اپنی جادو بیانی سے ایک جم غفیر کو وجد میں لا سکتا ہے لیکن حکیمانہ طبیعت کا آدمی اس سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے ایک حکیم جب معارف وحقائق پر تقریر کرتا ہے تو عوام پر اس کا جادو نہیں چلتا۔ احیاء العلوم میں یہ خاص کرامت ہے کہ جس مضمون کو ادا کیا ہے باوجود سہل پسندی' عام فہمی اور دلآویزی کے فلسفہ وحکمت کے معیار

Marfat.com

سے کہیں اترنے نہیں پاتا۔ یہی بات ہے کہ امام رازی سے لے کر ہمارے زمانے کے سطحی واعظ تک اس سے یکساں لطف اٹھاتے ہیں۔

۲۔ امام صاحب کے زمانے تک دستور تھا کہ فلسفہ اور متعلقات فلسفہ پر جس قدر کتابیں لکھی جاتی تھیں عموماً پیچیدہ اور دقیق عبارت میں لکھی جاتی تھیں اور بوعلی سینا نے تو فلسفے کو گویا طلسم بنا دیا تھا۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ فلسفے کے مسائل خود دقیق ہوتے تھے کچھ یہ کہ یونانیوں کے زمانے سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ فلسفہ کو عام فہم نہ کرنا چاہیے۔ کچھ یہ کہ اکثر لوگ یہ قابلیت ہی نہ رکھتے تھے کہ پیچیدہ مطالب کو آسان عبارت میں ادا کر سکیں۔ فلسفہ کے اور اقسام کی بہ نسبت فلسفہ اخلاق آسان اور سریع الفہم ہے تاہم اخلاق پر بھی جو کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً کتاب الطہارۃ لابن مسکویہ اشکال سے خالی نہ تھیں۔ امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسفہ اخلاق کے مسائل اس طرح ادا کیے کہ دقیق سے دقیق نکتے افسانہ اور لطائف بن گئے۔ ایک ہی مضمون کو کتاب الطہارۃ اور احیاء العلوم دونوں میں دیکھو۔ کتاب الطہارۃ میں تم کو غور و فکر اور خوض سے کام لینا پڑے گا اور باوجود اس کے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کتاب کا مطلب تمہاری سمجھ میں آجائے احیاء العلوم میں معلوم بھی نہ ہوگا کہ تم کوئی علمی کتاب پڑھ رہے ہو تم قصہ کی طرح اس کو پڑھتے چلے جاؤ گے اور مضمون کی نسبت صرف یہی نہیں ہوگا کہ تم اس کو سمجھ جاؤ

Marfat.com

بلکہ دل پر اس کی کیفیت طاری ہوگی اور تم سراپا اثر میں ڈوب جاؤ گے۔

۳۔ اخلاق کی تعلیم میں ایک بہت بڑی غلطی ہمیشہ سے یہ ہوتی آتی ہے کہ اختلاف طبائع وامرجہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ کسی بانی مذہب کے نزدیک اگر تجرد اور ترک اختلاط پسندیدہ ہے تو وہ چاہے گا کہ تمام عالم تارک الدنیا ہوجائے اور دوسرے کے نزدیک اگر حسن معاشرت اور فیض رسانی عام زیادہ مفید ہو تو اس کی خواہش ہوگی کہ سب اسی قالب میں ڈھل جائیں۔ لیکن چونکہ انسانی طبیعتیں مختلف ہیں اس لئے اس قسم کی ایک طرفہ تعلیم کا اثر خاص طبائع تک محدود رہ کر باقی ہزاروں آدمیوں کے حق میں بیکار ہو جاتا ہے۔ اس نکتہ کو سب سے پہلے امام صاحب نے سمجھا۔ ان کے اصول کے موافق اخلاق کی تعلیم' اختلاف طبائع کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ جس شخص کا مزاج قدرتی طور سے معاشرت پسند واقع ہوا ہے اس کو ہرگز تجرد اور ترک تعلقات کی تعلیم نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ معاشرت کے وہ اصول اور قواعد بنانے چاہئیں جس کے ذریعہ سے اس سے وہ نیکیاں ظہور میں آئیں جو معاشرت کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً صلہ رحم' حاجت روائی' خلق' ہدایت عام۔ اسی طرح جس کا مزاج قدرتاً تجرد پسند ہے اس کو ہرگز معاشرت کی ہدایت نہیں کرنی چاہئے بلکہ گوشہ گیری اور ترک تعلقات کے ایسے اصول سکھلانے چاہئیں جن سے وہ اعتدال سے متجاوز نہ ہونے پائے۔

Marfat.com

۴۔ امام صاحب نے معاشرت اور اخلاق کی بنیاد اگرچہ تمام تر مذہب پر رکھی ہے اور اسی وجہ سے ہر عنوان کی ابتدا میں روایات شرعیہ سے استنباط کرتے ہیں لیکن اس نکتہ کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے کہ شارع کے کون سے افعال رسالت کی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں اور کون سے معاشرت اور عادت کی حیثیت سے۔ آداب طعام پر جو مستقل مضمون لکھا ہے اس میں جہاں کھانا کھانے کے قاعدے لکھے ہیں ایک قاعدہ یہ لکھا ہے کھانا دستر خوان پر چن کر کھانا چاہیئے۔ میز یا صندلی پر رکھ کر کھانا نہ چاہیئے۔ اس کی سند میں حضرت انس کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی صندلی پر رکھ نہیں کھایا۔ پھر قدمائے سلف کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ چار چیزیں بدعت ہیں جو آنحضرتؐ کے بعد ایجاد ہوئیں۔ کھانے کی میز یا صندلیاں۔ چھلنی۔ اشنان۔ پیٹ بھر کر کھانا۔ ان اقوال کے بعد لکھتے ہیں کہ ''گو دستر خوان پر کھانا اچھا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ صندی پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس قسم کا کوئی حکم شریعت میں وارد نہیں۔ باقی یہ امر کہ یہ چیزیں آنحضرتؐ کے بعد ایجاد ہوئیں تو یہ کوئی کلیہ نہیں کہ ایجاد بدعت ہے۔ بدعت ناجائز صرف وہ ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو یا جس سے شریعت کا کوئی حکم باوجود بقائے علت کے باطل ہو جائے۔ ورنہ حالات کے اقتضار کے موافق بعض ایجادات مستحب اور پسندیدہ ہیں۔ صندلی پر کھانے میں صرف یہ بات ہے کہ کھانا زمین سے اونچا ہو جاتا ہے اور کھانے میں آسانی ہوتی ہے

Marfat.com

اور یہ کوئی ممنوع امر نہیں جن چار چیزوں کو بدعت کہا گیا ہے سب یکساں نہیں ہیں اشنان سے ایک گھاس کا نام ہے جو صابون کے بجائے ہاتھ دھونے کے وقت استعمال کی جاتی تھی۔ ہاتھ دھونا تو اچھی بات ہے کیونکہ اس میں صفائی اور نفاست ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم صفائی کے لحاظ سے ہے اور اشنان سے ہاتھ دھونے میں تو اور زیادہ صفائی ہے اگلے زمانہ میں اگر اس کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس زمانے میں اس کا رواج نہ تھا یا وہ میسر نہ آتی ہوگی یا وہ لوگ ایسی مہمات میں مشغول تھے جو صفائی پر مقدم تھے یہاں تک کہ وہ ہاتھ بھی نہ دھوتے تھے اور تلوؤں میں ہاتھ پونچھ لیا کرے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہاتھ دھونا مستحب نہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امام صاحب نے معاشرت کے جو آداب لکھے ہیں وہ ایشائی طریقے کی بہ نسبت زیادہ تر مہذب ممالک کے طریقے سے ملتے ہیں۔ مثلاً کھانے کے آداب میں لکھتے ہیں کھانا کسی اونچی چیز پر (عربی میں اس کو خوان کہتے ہیں) رکھ کر کھانا چاہئے۔ کھانے باری باری سے آنے چاہئیں۔ لطیف کھانا شوربا وغیرہ پہلے آنا چاہئے۔ مہمان آچکے ہوں اور صرف ایک دو باقی ہوں تو کھانا شروع کر دینا چاہئے۔ کھانے کے بعد میوے یا شیرینی آنی چاہئے۔ اسی مضمون میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ تمام کھانوں کے نام پرچے پر لکھ کر مہمانوں کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔ ان کی خاص

Marfat.com

عبارت یہ ہے۔ ویحکی عن بعض اصحاب المروات انه کان یکتب نسخة بمایستخضر من الالوان ویعرض علی الضیفان.

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ کارڈ آف ٹیبل کا طریقہ یورپ نے ہمیں سے سیکھا ہے۔

سماج کی بحث ادب خاص میں لکھتے ہیں۔

والقیام عندالدخول للداخل لم یکن من عادة العرب بل کان الصحابة لایقمون لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی عبض الاحوال کما رواه انس ولکن ازالم یثبت فیه نهی عام فلانری به باسا فی البلاد التی جرت العادة فیها باکرام الداخل بالقیام فان المقصود منه الاحترام والاکرام وتطیب القلوب به وکذلک سائر انواع

کسی کے لئے تعظیماً کھڑا ہوجانا عرب کا طریقہ نہ تھا چنانچہ صحابہ بعض اوقات آنحضرت کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ لیکن چونکہ اس کے متعلق کوئی نہی عام نہیں وارد ہے اس لئے جن ملکوں میں اس کا رواج ہے ہمارے نزدیک وہاں قیام تعظیمی کرنا کچھ مضائقہ کی بات نہیں کیونکہ اس سے مقصود تعظیم و تکریم ہے۔ اس قسم کی اور باتیں بھی جو کسی قوم میں رواج پا گئی ہیں جائز بلکہ مستحسن ہیں۔

Marfat.com

المساعدات اذا قصدبها التطیب القلب واصطلح علیها جماعة فلا باس بساعدتهم علیها بل الاحسن المساعدة الانیما وردفیه نهی لایقبل التاویل.

البتہ جس فعل کے متعلق کوئی ایسی نہی وارد ہو جس کی تاویل نہیں ہو سکتی تو وہ بے شک ناجائز ہے۔

۵۔ ایشائی قوموں میں اخلاق کا جو بہتر نمونہ قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان متواضع ہو حلیم ہو دشمنوں سے انتقام نہ لے سخت بات پر اس کو غصہ نہ آئے لہو ولعب سے بالکل محترز ہو شرمگیں ہو قناعت پسند ہو متوکل ہو مجلس میں بیٹھے تو چپ بیٹھے بزرگوں کے سامنے لب نہ ہلائے ہر شخص سے جھک کر ملے غرض جتنی خوبیاں ہوں قوت منفعلہ سے تعلق رکھتی ہوں۔ اس کے مقابلے میں آج شائستہ قوموں کے نزدیک اخلاق کی عمدگی کا یہ معیار ہے کہ انسان آزاد ہو دلیر ہو یا غیرت مند ہو باحوصلہ ہو پرجوش ہو مہمات امور پر اس کی نظر ہو ہر قسم کے جائز آرام اور لذائذ کا لطف اٹھائے مختصر یہ کہ جو خوبی ہو قوت فاعلہ کا ظہور ہو۔

دونوں قسم کے مذکورہ بالا اوصاف اپنی اپنی جگہ مدح کے قابل ہیں لیکن ایک کا میلان پست ہمتی اور دوسرے کا بلند حوصلگی کی طرف ہے اگر کسی قوم میں صرف پہلی قسم کے اوصاف پائے جائیں تو وہ کسی قسم کی

Marfat.com

ترقی نہیں کرسکتی۔ ہماری قوم جو روز بروز تنزل کی طرف مائل ہوتی جاتی ہے اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ علماء وعظ و پند میں جن محاسن اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں ان میں جوش' بلند ہمتی' عالی حوصلگی' آزادی' دلیری' عزم واستقلال کا ذکر تک نہیں آتا۔

احیاء العلوم بھی اگرچہ اس داغ سے پاک نہیں چنانچہ عزم ثبات ہمت اور استقلال کا کوئی باب نہیں باندھا ہے تاہم محاسن اخلاق کی جہاں تشریح کی ہے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اخلاق کا پلہ رہبانیت' افسردہ دلی اور پست ہمتی کی طرف جھکنے نہ پائے۔

بچوں کی ابتدائی تعلیم میں سیر' ورزش جسمانی اور مردانہ کھیلوں کو لازمی قرار دیا ہے۔ گانے کے متعلق جہاں بحث کی ہے معترضوں کا یہ قول کہ گانا ''لہو ولعب میں داخل ہے'' نقل کرکے پہلے یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرتؐ نے خود حبشیوں کی بازیگری ملاحظہ فرمائی تھی۔ پھر لکھتے ہیں۔

علی انی اقول اللھو	اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ
ترویح للقلب ومخفف	لہو ولعب دل کو فرحت دیتا ہے
عنہ اعباد ابفکرو القلوب	اور اس سے فکر کی تھکن کم ہوجاتی
اذاکرھت عملیت وتر	ہے۔ دل کا یہ حال ہے کہ جب
النانۃ لھا علی الجد	وہ کسی چیز سے گھبرا جاتا ہے تو
والمواظب علی نوفل	اندھا ہوجاتا ہے اس لئے اس کو
الصلوۃ فی سائر الاوقات	آرام دینا اس بات کے لئے
ینبغی ان ینعطل فی بعض	تیار کرنا ہے کہ وہ پھر کام کے

Marfat.com

الاوقات فالعطلة معونتہ علی العمل واللھو معین علی الجد۔

قابل ہو جائے جو شخص رات دن نقلیں پڑھتا ہے اس کو چاہئے کہ بعض اوقات خالی بیٹھے کیونکہ خالی بیٹھنا کام کرنے پر اور کھیل کود میں مصروف ہونا سنجیدہ مشاغل کے لئے آدمی کو تیار کر دیتا ہے۔

کم خوری کی جہاں خوبیاں لکھی ہیں لکھتے ہیں کہ "ہم نے بھوکے رہنے کے جو فضائل بیان کئے ہیں ان سے عام لوگ یہ قیام کریں گے کہ اس میں افراط کرنا ممدوح اور پسندیدہ ہے لیکن حاشا' یہ مقصود نہیں۔ یہ شریعت کا گر ہے کہ انسان کی خواہش نفسانی جس چیز کی طرف حد سے زیادہ راغب ہے اور اس حد تک راغب ہونا موجب فساد ہو تو شریعت اس کے روکنے میں اس قدر مبالغہ کرتی ہے کہ جاہل آدمی سمجھتا ہے کہ خواہش انسانی کا مٹا دینا تا امکان مقصود ہے لیکن عاقل سمجھتا ہے کہ اصلی غرض اعتدال ہے مثلاً ایک طرف تو طبیعت چاہتی ہے کہ جس قدر زیادہ سے زیادہ کھایا جائے کھانا چاہئے دوسری طرف شارع نے بھوکے رہنے کی نہایت فضیلت بیان کی ہے اس صورت میں دونوں میں مقاومت ہو کر اعتدال پیدا ہو جائے گا۔

اخلاق کے قابل اصلاح ہونے کی بحث میں لکھتے ہیں کہ قوت غضبیہ کا زائل کرنا تہذیب اخلاق میں داخل نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ سچی

Marfat.com

حمیت و خودداری پیدا ہو یعنی نہ بزدلی ہو نہ تہور۔ پھر لکھتے ہیں کہ غصہ بالکل زائل کرنا کیونکر مقصود ہو سکتا ہے۔ خود انبیاء علیہم السلام غصہ و غضب سے خالی نہ تھے۔ آنحضرتؐ کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے سامنے کوئی ناگوار بات کی جاتی تھی تو آپؐ کے رخسار بے حد سرخ ہو جاتے تھے البتہ یہ فرق تھا کہ غصہ کی حالت میں آپؐ کی زبان مبارک سے کوئی بات بے جا نہیں نکلتی تھی اسی لئے خدا نے والکاظمین الغیظ کہا والفاقدین الغیظ نہیں کہا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی اچھی بات کی ہدایت کرنا اور بری بات پر ٹوکنا ایک شرعی حکم ہے اس کی نسبت علماء کی یہ رائے ہے کہ صرف وہ شخص جو سلطان وقت کی طرف سے خدمت پر مقرر ہے وہ اس کام کا مجاز ہے لیکن امام صاحب نے نہایت زور کے ساتھ اس رائے کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ بری بات پر نہایت آزادی کے ساتھ گرفت کرے۔ اس کی دلیل میں لکھتے ہیں کہ خود بادشاہ اگر غلطی کرے اور اس پر گرفت کی جائے تو دو حالتیں ہیں اگر بادشاہ اس کو جائز رکھے گا تو فبہا ورنہ یہ اس کا دوسرا جرم ہوگا اور اس پر وہ جدا قابل مواخذہ ہے۔

اس بحث میں امام صاحب نے بہت سی حکایتیں اس مضمون میں نقل کی ہیں کہ خلفائے عباسیہ اور دیگر سلاطین اسلام پر لوگوں نے نہایت آزادی، دلیری اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں پھر اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ بیٹے کو باپ کے، غلام کو آقا کے، شاگرد کو استاد کے، رعایا کو بادشاہ

Marfat.com

کے مقابلہ میں امر بالمعروف کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ یہ کیا ہے کہ احتساب کی متعدد درجے ہیں' تجسس' اعلام' وعظ و پند' زجر د توبیخ۔ دفع بالید۔ تہدید و تخویف زدوکوب عام لوگوں کے مقابلے میں یہ سب طریقے استعمال کیے جاسکتے ہیں لیکن استاد وغیرہ کے مقابلے میں صرف دو طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ اعلام اور وعظ و پند۔

ایشیائی اخلاق کا سب سے زیادہ نازک مسئلہ توکل اور قناعت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی غلط فہمی نے تمام ایشیائی قوموں اور خصوصاً مسلمانوں کو ایک مدت سے اپاہج اور نکما بنا دیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمی سمجھتے ہیں کہ توکل اور قناعت' کسب معاش کے چھوڑ دینے کا نام ہے انسان کو صرف خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ وہ رزاق مطلق ہے اور روزی دینے کا خود ذمہ دار ہے خود ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں۔ اس خیال نے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو مختلف صورتوں میں گداگر بنا دیا ہے چونکہ یہ مسئلہ نہایت نازک اور دقیق تھا اور چونکہ اس کی غلط فہمی نے بہت برا اثر پیدا کیا ہے' امام صاحب نے اس پر نہایت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ اعمال التوکلین کے لفظ سے جو عنوان باندھا ہے اس کی ابتدا اس جملے سے کرتے ہیں:۔

اعلم ان العلم یورث الحال والحال یثمر الاعمال ویظن ان معنی التوکل ترک	جاننا چاہیے کہ علم ایک کیفیت پیدا کرتا ہے اور کیفیت سے اعمال صادر ہوتے ہیں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ توکل کے یہ معنی

Marfat.com

التکسب بالبدن وترک التدبیر بالقلب والسقوط علی الارض کالخرقة الملقاة و کاللحم علی الرضم وھذاظن الجھال فان الک حرام فی الشرع

ہیں کہ اکتساب معاش کے لئے نہ ہاتھ پاؤں ہلائے جائیں نہ کوئی تدبیر سوچی جائے بلکہ آدمی اس طرح بے کار پڑا رہے جس طرح چیتھڑا زمین پر پڑا رہتا ہے یا گوشت تختے پر رکھا ہوتا ہے لیکن یہ جاہلوں کا خیال ہے کیونکہ ایسا کرنا شریعت میں حرام ہے۔

توکل کی حقیقت اور ماہیت پر امام صاحب نے ایک نہایت بسیط اور دقیق مضمون لکھا ہے اس میں توکل کے جو معنی لکھے ہیں وہ عام خیال سے بالکل ایک جداگانہ چیز ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''توکل دراصل توحید کا نام ہے۔ توحید کے اعتقاد سے ایک حالت طاری ہوتی ہے اور اس حالت کی وجہ سے وہ مخصوص افعال صادر ہوتے ہیں جن کو لوگ توکل سے تعبیر کرتے ہیں لیکن پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ توحید کے چار درجے ہیں۔ اقرار زبانی اور اعتقاد قلبی' کشف کے ذریعہ یہ مشاہدہ ہونا کہ تمام افعال ذات باری سے صادر ہوتے ہیں اسباب اور وسائط کو کچھ دخل نہیں۔ یہ مشاہدہ ہونا کہ عالم میں ذات باری کے سوا کوئی اور چیز موجود نہیں۔ ان مراتب چہارگانہ میں سے دو پہلے مدارج کو توکل کے وجود میں کچھ دخل نہیں توکل کی ابتدا تیسرے درجہ سے

Marfat.com

ہوتی ہے یعنی جب بذریعہ کشف یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی علت صرف ذات باری ہے' بیچ کے وسائط اور اسباب بالکل بیکار ہیں (جس طرح بادشاہ کوئی حکم بذریعہ تحریر نافذ کرتا ہے تو کاغذ' قلم دوات کو اس حکم کی علت نہیں کہہ سکتے) تو انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ خدا کے سوا اور وسائط و اسباب اس کی نظر سے بالکل چھپ جاتے ہیں اس حالت میں وہ کچھ کہتا ہے خدا سے کہتا ہے' جو کچھ مانگتا ہے خدا سے مانگتا ہے اس کا نام توکل ہے۔

امام صاحب نے توکل کے جو معنی بیان کیے وہ ایک وجدانی کیفیت یا حالت ہے۔ جو ارباب ذوق پر طاری ہوتی ہے۔ بے شبہ یہ حالت جس پر طاری ہو جائے وہ ظاہری اسباب سے بے نیاز ہو جائے گا لیکن آج جو لوگ توکل کے مدعی ہیں کیا اس معنی کے لحاظ سے ہیں؟ کیا ان پر یہ کیفیت طاری ہے؟ اگر نہیں ہے تو ان کو ہاتھ پاؤں توڑ کر نذر و نیاز پر زندگی بسر کرنے کا کیا حق ہے۔

امام صاحب نے توکل کی اصلی کیفیت میں بھی یہ جائز نہیں رکھا کہ متوکل شخص اسباب و وسائط سے دست بردار ہو جائے وہ لکھتے ہیں کہ اسباب و وسائط کی تین قسمیں ہیں۔ قطعی' ظنی اور احتمالی۔ قطعی میں اسباب سے قطع نظر کرنا بالکل ناجائز ہے۔

فهذا جنون محض وليس	یہ محض جنون ہے اور اس کو توکل
من التوكل في شيئي	سے کچھ لگاؤ نہیں کیونکہ مثلاً اگر تم
فانك ان انتظرت ان	اس بات کے منتظر رہو کہ خدا تم کو

Marfat.com

یخلق اللہ نیک شبعا	روٹی کے بغیر سیر کر دے گا یا روٹی
دون الخبزاو یخلق فی	کو یہ قوت دے گا کہ وہ خود تم
الخبز حرکة الیک	تک چلی آئی یا کوئی فرشتہ مقرر کر
اویسخر ملکا لیمضغه	دے گا کہ روٹی کو چبا کر تمہارے
ثیوصله الیٰ معدتک	معدے میں ڈال دے' تو تم
فقد جهلت سنة الله تعالیٰ	نے خدا کی عادت کو بالکل نہیں

پہچانا۔

ظنی میں بھی اسباب سے قطع نظر کرنا توکل میں مشروط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواص ہا سفر میں سوئی' مقراض' رسی اور چھاگل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

البتہ احتمالی اسباب یعنی جن سے کبھی کبھی اتفاقیہ طور سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے ان کی تلاش وجستجو میں رہنا توکل کے خلاف ہے۔

واعلم ان الجلوس جی	خانقاہوں میں مقررہ روز زینے
رباطات الصوفیته مع	پر بسر کرنا توکل سے بعید ہے۔
معلوم. بعیدمن التوکل	البتہ اگر سوال نہ کیا جائے اور
وان لم یسئلو ابل قنعوا	تحف وہدایا پر قناعت کی جائے تو
بما یحمل الیهم فهذا	یہ توکل کی شان ہے لیکن جب
اقوی فی توکلهم لکنه	شہرت ہوچکی تو خانقاہیں بمنزلہ
بعد اشتهارا لقوه بذالک	بازار کے ہیں اور ان میں رہنا
لقد صار لهم سوقا نهو	گویا بازار میں رہنا ہے اور جو

Marfat.com

کدخول السوق یکون داخل السوق متوکل لابشروط کثیرۃ کما سبق

شخص بازار میں آتا جاتا ہو وہ متوکل نہیں کہا جاسکتا مگر اس حالت میں کہ اور بہت شرطیں پائی جائیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

غرض امام صاحب نے توکل کی جو حقیقت اور احکام بیان کئے وہ' وہ توکل نہیں۔ انسان کو کاہلی مفت خوری' بیدست و پائی اور مہذب گداگری سکھاتا ہے۔

امام صاحب نے اس مضمون میں بار بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ متوکل کا یہ کام نہیں کہ خواہ مخواہ دوسروں کی کمائی کھائے۔

احیاء العلوم کا فلسفہ اخلاق

ان سرسری عام خصوصیتوں کو بتانے کے بعد ہم احیاء العلوم کے خاص ضابطہ اخلاق سے بحث کرتے ہیں۔ امام صاحب نے فلسفہ اخلاق کے ابتدائی اصول تمام تر حکمائے یونان سے لئے ہیں۔ ابن مسکویہ کی کتاب تہذیب الاخلاق حکمائے یونان کے فلسفہ اخلاق کا پورا خلاصہ۔ امام صاحب نے احیاء العلوم میں اخلاق کی حقیقت' اس کی تقسیم اور انواع پر جو کچھ لکھا ہے تہذیب اخلاق کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔ مثلاً خلق کی حقیقت و ماہیت سے جہاں بحث کی ہے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"خلق اور خلق قریب المعنی الفاظ ہیں جو اکثر ساتھ ساتھ استعمال کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا خلق اور خلق دونوں اچھا ہے۔ یعنی اس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی۔

انسان حقیقت میں دو چیزوں کا نام ہے جسم اور روح اور جس طرح جسم کی ایک خاص صورت اور شکل ہے روح کی بھی ہے۔ پھر جس طرح جسم کی صورت اچھی یا بری ہوتی ہے روح کی بھی ہوتی ہے اور جس طرح ظاہری صورت کے لحاظ سے انسان کو خوبصورت یا بدصورت کہتے ہیں روحانی صورت کے لحاظ سے اس کو خوش اخلاق یا بداخلاق کہا جاتا ہے۔

منطق کے اصول کے موافق خلق کی یہ تعریف ہے' روح میں ایسے ملکہ راسخہ کا پایا جانا جس کی وجہ سے انسان سے اچھے یا برے افعال بلاتکلف سرزد ہوتا' پہلی قید کا یہ فائدہ ہے کہ اگر کسی شخص کی طبیعت فطرتاً سخی واقع ہو لیکن افلاس یا مجبوری کی وجہ سے فیاضی کا اظہار نہ کرسکتا ہو۔ تو اس کی سخاوت میں فرق نہیں آسکتا۔

غرض خلق کے وجود کے لئے افعال کا صادر ہونا شرط نہیں۔ صرف یہ شرط ہے کہ طبیعت میں اس قسم کی کیفیت موجود ہو کہ اگر کام کرنے کے سامان اور مواقع ہاتھ آئیں تو بلاتکلف وہ کام ظہور میں آئے۔

دوسری قید کا یہ نتیجہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کبھی کبھی اتفاقیہ کسی کام کی طرف رغبت ہو تو وہ خلق میں داخل نہیں' کیونکہ اس کو ملکہ راسخہ نہیں کہہ

Marfat.com

سکتے۔ تیسری قید کا یہ فائدہ ہے کہ کوئی شخص اپنی طبیعت پر زور ڈال کر اپنے غصہ کو تھامتا ہے تو اس کو حلیم نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ فعل اس سے بے تکلف ظہور نہیں آتا۔

خلق کی اقسام بہت ہیں لیکن اصلی ارکان جس سے اور تمام شاخیں نکلتی ہیں تین ہیں علم، غضب، شہوت ۔ انہی تینوں قوتوں کے اعتدال کا نام حسن خلق ہے۔ کسی شخص میں اگر یہ تینوں قوتیں معتدل ہوں تو وہ پورا خوش اخلاق ہوگا۔ اگر صرف ایک یا دو ہوں تو ناتمام جس طرح کسی کے تمام اعضا خوبصورت ہوں تو کامل الحسن ہوگا۔ ورنہ ناقص۔

علم کی قوت کے اعتدال کا نام حکمت ہے اور وہ تمام اخلاق حسنہ کی بیخ وبن ہے۔

غضب کی قوت اگر افراط وتفریط سے بالکل بری ہو یعنی اس طرح عقل کے قابو میں ہو کہ وہ جس طرف بڑھائے بڑھے اور جہاں روکے رک جائے تو اس کو شجاعت کہتے ہیں۔ شجاعت کی قوت مختلف مظہروں میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر مظہر کا نام جدا ہوتا ہے مثلاً خودداری، دلیری، آزادی، حلم، استقلال، ثبات، وقار، بہ وقت غضب) جب اعتدال سے ہٹ کر افراط کی طرف مائل ہوتی ہے تو تہور بن جاتی ہے اور اس سے سلسلہ بسلسلہ غرور، نخوت، خود پرستی، خود بینی وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔ جب تفریط کی طرف جھکتی ہے تو ذلت پسندی، کم حوصلگی، بے طاقتی، دنائت کے قالب میں ظہور کرتی ہے۔

شہوت کی قوت میں جب کامل اعتدال ہوتا ہے تو اس کو عفت

Marfat.com

کہتے ہیں۔ یہی صفت مختلف سانچوں میں ڈھل کر مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے یعنی جود' حیا' صبر' درگذر' قناعت' پرہیز گاری' لطیف مزاجی' خوش طبعی' بے طمعی۔ یہ صفت جب افراط و تفریط کی طرف مائل ہوتی ہے تو اس سے حرص' طمع' بے شرمی' فضول خرچی' ریا' اوباشی' رندی' تملق' حسد' رشک وغیرہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

عقل کی قوت معتدل رہتی ہے تو حسن تدبیر' جودت ذہن اصابت رائے پیدا کرتی ہے۔ جب اس میں افراط آتا ہے تو مکر' فریب' حیلہ سازی' عیاری وغیرہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں تفریط ہوتی ہے تو حماقت' سادہ پن' نافہمی' ناعاقبت اندیشی کی صورت میں ظہور کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ محاسن اخلاق کے ارکان اصلی تین ہیں۔ حکمت' شجاعت اور عفت۔ جس قدر اور اخلاق حسنہ ہیں سب انہی کے مختلف قالب اور مظاہر ہیں۔

امام صاحب نے اخلاق کی یہ تحدید اور تقسیم حکیم ابن مسکویہ کی تحقیق کے مطابق کی ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ حکیم موصوف نے اپنی کتاب تہذیب الاخلاق میں اس بحث کے متعلق جو کچھ لکھا تھا امام صاحب نے خوبی کے ساتھ اسی کو ادا کر دیا۔

امام صاحب نے اس تحدید و تقسیم کے بعد اس مسئلہ پر بحث کی کہ اخلاق میں اصلاح و فساد کی قابلیت ہے یا نہیں۔ قدمائے یونان اس بات کے قائل تھے کہ انسان بالطبع شریر اور بد اخلاق پیدا ہوا ہے لیکن تربیت و تعلیم سے خوش اخلاق ہو سکتا ہے۔ رواقیین اس کے خلاف تھے اور انسان

Marfat.com

کو بالطبع پاکیزہ خوخیال کرتے تھے۔ جالینوس نے ان دونوں مذہبوں کو اس دلیل سے باطل کیا کہ مثلاً اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ تمام آدمی خلقتاً نیک ہیں تو کوئی شخص تعلیم سے بھی شریر نہیں ہوسکتا۔ خود تو اس میں شرارت کا مادہ ہی نہیں دوسروں سے سیکھ سکتا تھا لیکن یہ پہلے فرض کرلیا گیا ہے کہ آدمی تمام نیک ہیں اس لئے خود جب سکھلانے والے میں شرارت کا وجود نہیں تو وہ کسی دوسرے کو شرارت کی تعلیم کیونکر دے سکتا ہے۔ جالینوس کا ذاتی مذہب یہ ہے کہ بعض انسان بالطبع شریر ہوتے ہیں بعض بالطبع نیک' بعض دونوں کے بیچ بیچ ہوتے ہیں اور صرف یہی اخیر فرقہ اصلاح کے قابل ہوتا ہے۔ ارسطو نے کتاب الاخلاق میں یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ بداخلاقی یا خوش اخلاقی کوئی چیز انسان کی طبعی یا جبلی نہیں جو کچھ ہے تعلیم و تربیت کا اثر ہے۔ البتہ تعلیم و تربیت کی قابلیت کے مدارج مختلف ہیں۔

امام صاحب نے ارسطو کی رائے اختیار کی وہ لکھتے ہیں کہ موجودات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مکمل طور پر پیدا ہوئیں اور ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ مثلاً آفتاب۔ ماہتاب۔ زمین دوسرے وہ جو ناقص پیدا کی گئیں اور ان میں یہ قابلیت رکھی گئی ہے کہ تربیت سے کامل ہوجائیں۔ مثلاً کسی درخت کا بیج کہ وہ اس وقت بیج ہے لیکن درخت بن سکتا ہے اخلاق انسانی اسی دوسری قسم میں داخل ہیں۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ تمام آدمیوں کی جبلتیں یکساں نہیں۔ بعض کے اخلاق بآسانی اصلاح پذیر ہوسکتے ہیں اور بعض کے بمشکل۔ خود اخلاق کی اقسام میں بھی

Marfat.com

باہم اختلاف ہے۔ شہوت' غضب' کبر' غرور۔ ان میں سے بعض کی اصلاح بآسانی سے ہوسکتی ہے بعض کی مشکل ہے۔

جو حکماء اخلاق کے قابل اصلاح ہونے کے قائل تھے ان کا ایک استدلال یہ بھی تھا کہ اس بات کی ایک مثال بھی دنیا میں موجود نہیں کہ شہوت' غضب' خود پرستی وغیرہ کا بالکل استیصال ہو جائے۔ امام صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حاشا! ان قویٰ کا معدوم کرنا مقصود ہی نہیں۔ یہ تمام قوی مصالح زندگی کے لحاظ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ غضب کی قوت اگر بالکل مفقود ہو جائے تو انسان اپنے آپ کو دوسروں کے حملے سے نہ بچا سکے اور خود ہلاک ہو جائے۔ شہوت کی قوت جاتی رہے تو نسل انسانی منقطع ہو جائے۔ علم اخلاق کا یہ مقصو میہ ہے کہ یہ تمام قویٰ باقی رہیں لیکن ان میں اعتدال آ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں والکاظمین الغیظ کہا (غصہ کے تھامنے والے) یہ نہیں کہا کہ والفاقدین الغیظ (جن میں سرے سے غصہ نہ ہو) اس بحث کے بعد امام صاحب نے عام طور پر تہذیب اخلاق کے چند قاعدے لکھے ہیں چونکہ اخلاق کی اصلاح اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے انسان اپنے عیوب پر مطلع ہو اس لئے اس کا ایک خاص عنوان باندھا اور عیوب سے واقف ہونے کے چار طریقے بتائے۔

۱۔ شیخ طریقت سے اس بات کی درخواست کرنا کہ عیوب پر مطلع کرتے رہیں۔

۲۔ اپنے خاص اور بے ریا احباب سے اس بات کا خواہاں ہونا کہ

Marfat.com

عیوب پر مطلع کرتے ہیں۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ خدا اس شخص کا بھلا کرے جو میرے عیوب کا تحفہ مجھ کو بھیجے۔ امام صاحب یہ طریقہ لکھ کر لکھتے ہیں کہ افسوس! یہ علاج آج کل کام نہیں دیتا۔ احباب یا تو مداہنت کرتے ہیں اور عیوب کو چھپاتے ہیں یا اس قدر بڑھا کر کہتے ہیں کہ اصلی عیب کا پتہ نہیں ملتا۔ طبائع کا یہ حال ہے کہ جو شخص عیوب پر مطلع کرتا ہے وہ دشمن، حاسد اور نکتہ چیں خیال کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص ہمارے عیوب بتاتا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ باتیں آپ میں بھی تو موجود ہیں۔ یہ خیال ہم کو اپنے عیوب کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

۳۔ عیوب پر مطلع ہونے کا بڑا ذریعہ ہمارے دشمن ہیں۔ ہمارے عیب ہم کو خود نظر نہیں آتے لیکن دشمن ہمارے پوشیدہ اور دقیق عیوب کی تہہ تک پہنچتا ہے اور انکو پھیلاتا ہے اس لئے دشمنوں کی عیب گیری اپنے عیوب سے مطلع ہونے کے لئے بہت کام آسکتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ تدبیر بھی ہم کو مفید نہیں ہوسکتی۔ ہمارا نفس ہم کو سمجھاتا ہے کہ فی الواقع ہم میں یہ عیوب نہیں بلکہ دشمن کی دشمنی کی وجہ سے ہماری اچھی باتیں بھی بری نظر آتی ہیں یا وہ دانستہ ہمارے ہر فعل کو عیب کا لباس پہناتا ہے۔

۴۔ لوگوں کے اخلاق و عادات کو اپنے عیوب کا آئینہ بنایا جائے چونکہ افراد انسانی کی عادات و خصائل اکثر ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے جو عیب اوروں میں نظر آئے قیاس کرنا چاہئے کہ ہم میں بھی ہوگا۔ پھر

Marfat.com

جب زیادہ تدقیق کرو گے تو اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

امام صاحب نے عیوب سے واقفیت کے جو طریقے بتائے ہیں ان میں سے پہلے دو جالینوس نے اپنی کتاب تعرف المرء عیوب نفسہ میں لکھے ہیں اور چوتھا یعقوب کندی کا اختراع ہے۔

چونکہ امام صاحب کے نزدیک اخلاق کی درستی میں ترتیب کو بہت دخل ہے اور تربیت کی بنیاد اصلی بچپن کے زمانے میں پڑتی ہے۔ اس لئے امام صاحب نے بچوں کی اخلاقی تربیت کے قواعد کو ایک دستور العمل کے طور پر مرتب کیا جس کا خلاصہ یہ ہے بچے میں جس وقت تمیز کے آثار ظاہر ہوں اسی وقت سے اس کی دیکھ بھال رکھنی چاہئے۔ بچے میں سب سے پہلے غذا کی رغبت ہوتی ہے اس لئے تعلیم کی ابتدا یہیں سے ہونی چاہئے۔ اس کو سکھلانا چاہئے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرے۔ دسترخوان پر جو کھانا سامنے اور قریب ہو اسی طرف ہاتھ بڑھائے۔ ساتھ کھانے والوں پر سبقت نہ کرے کھانے کی طرف یا کھانے والوں کی طرف نظر نہ جمائے جلد جلد نہ کھائے۔ نوالہ اچھی طرح چبائے ہاتھ اور کپڑے کھانے میں آلودہ نہ ہونے پائیں۔ زیادہ خوری کو معیوب ثابت کیا جائے کم کھانا معمولی کھانے پر اکتفا کرنا۔ دوسروں کو کھلا دینا۔ ان اوصاف کی خوبی دل میں بٹھائی جائے۔

سفید کپڑے پہننے کا شوق دلایا جائے اور اس کو سمجھایا جائے کہ رنگین، ریشمین اور زرتار کپڑے پہننا عورتوں اور مخنثوں کا کام ہے۔ جو لڑکے اس قسم کے کپڑے کے عادی ہوں ان کی صحبت سے بچایا جائے۔

Marfat.com

آرام پرستی اور ناز و نعمت سے نفرت دلائی جائے۔

جب بچے سے کوئی پسندیدہ فعل ظہور میں آئے تو تعریف کر کے اس کا دل بڑھایا جائے اور اس کو صلہ و انعام دیا جائے اس کے خلاف کبھی کوئی بات ظہور میں آئے تو اغماض کرنا چاہئے۔ تا کہ برے کاموں کے کرنے پر دلیر نہ ہو جائے۔ خصوصاً جب وہ خود اس کام کو چھپانا چاہتا ہو۔ اگر دوبارہ وہ فعل اس سے سرزد ہو تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرنی چاہئے اور سمجھانا چاہئے کہ یہ بری بات ہے لیکن بار بار اس کو ملامت نہ کرنی چاہئے۔ والدین کو لحاظ رکھنا چاہئے کہ ہر وقت زجر و توبیخ نہ کرتے رہیں کیونکہ بار بار کہنے سے بات کا اثر کم ہو جاتا ہے اور بچہ زجر و توبیخ کا عادی ہو جاتا ہے۔

دن کو سونا نہ چاہئے۔ بستر پر تکلف اور زیادہ نرم نہ ہونا چاہئے۔ اس بات کی سخت تاکید رکھنی چاہئے کہ بچہ کوئی کام چھپا کر نہ کرے کیونکہ بچہ اسی کام کو چھپا کر کرتا ہے جس کو برا سمجھتا ہے۔ اس لئے جب چھپا کر کام کرنے کی عادت چھوٹے گی تو خود بخود تمام برائیاں چھوٹ جائیں گی۔

ہر روز کچھ نہ کچھ پیادہ چلنا اور ورزش کرنی چاہئے تا کہ طبیعت میں افسردگی اور سستی نہ آنے پائے۔ ہاتھ پاؤں کھلے نہ رکھے' بہت جلد جلد نہ چلے' دولت' مال' لباس' غذا' قلم' دوات غرض کسی چیز پر فخر کا اظہار نہ کرنے پائے اگر بچہ امیر ہے اور ریاست و امارت کے اثر سے اس کے ہم صحبت بچے اس کو کچھ نذر دینا چاہیں تو اس کو سمجھایا جائے کہ کسی سے لینا

Marfat.com

حوصلہ مندی کے خلاف ہے۔ مفلس کا بچہ ہے تو اس کے ذہن نشین کیا جائے کہ بخشش و عطا کا قبول کرنا دناءت و کمینہ پن ہے۔

مجلس میں تھوکنا' جمائی اور انگڑائی لینا لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا' پاؤں پر پاؤں رکھنا۔ ٹھوڑی کے نیچے ہتھیلی رکھ کر بیٹھنا۔ ان باتوں سے منع کرنا چاہئے۔

قسم کھانے سے بالکل روکنا چاہئے گو سچی قسم ہو' بات خود نہ شروع کرے بلکہ کوئی پوچھے تو جواب دے۔ مخاطب کی بات کو توجہ سے سنے۔ فضول گوئی' فحش' دشنام طرازی اور سخت کلامی سے منع کیا جائے اور جن لوگوں کو ان باتوں کی عادت پڑ گئی ہو ان کی صحبت نہ اختیار کرنے پائے۔ مکتب سے پڑھ کر نکلے تو اس کو موقع دیا جائے کہ کوئی کھیل کھیلے۔ کیونکہ ہر وقت پڑھنے اور لکھنے میں مصروف رہنے سے دل بجھ جاتا ہے۔ ذہن کند ہو جاتا ہے۔ طبیعت اُچٹ جاتی ہے۔

امام صاحب کا یہ دستور العمل بالکل حکیم برو سن یونانی کے اس ہدایت نامہ سے ماخوذ ہے جس کو ابن مسکویہ نے کتاب تہذیب الاخلاق میں حکیم موصوف کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

یہ امر لحاظ کے قابل ہے کہ امام صاحب بچوں کو صلہ و انعام کے قبول کرنے سے باز رکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ افسوس ہمارے زمانے کے عربی مدرسوں کی بنیاد اسی پر قائم ہے کہ طلبا کو آج فلاں شخص نے قربانی کی ایک کھال عنایت کی۔ فلاں شخص نے کپڑوں کی دھلائی کے پیسے بھیج دیئے۔ فلاں شخص نے روٹیاں بھیج دیں۔ طرہ یہ کہ یہ واقعات مدارس کی

Marfat.com

سالانہ رپورٹ میں تفصیل کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں اس قسم کی ترتیب سے دنائت اور پست حوصلگی کے سوا اور کیا امید کی جا سکتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنا' ذرا ذرا سی باتوں پر تکفیر کے فتوے دینا' نذر و نیاز پر گذارا کرنا' عوام کے مذاق کا پابند رہنا۔ یہ سب اسی تعلیم و تربیت کے نتائج ہیں۔ امام صاحب نے تربیت کا جو طریقہ بتایا ہے اگر اس کی تقلید کی جائے تو اسی قسم کے بلند حوصلہ علماء پیدا ہو سکتے ہیں جیسے خود امام صاحب تھے۔

امام صاحب نے اخلاق کے یہ تمام اصول اور مسائل اگرچہ فلسفہ سے لئے لیکن طرز ادا میں وہ بات پیدا کی جو خود فلاسفہ کو نصیب نہ ہوئی تھی۔

امام صاحب نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ اخلاق میں فلسفہ کی آمیزش کی بلکہ نفس فن کو اس قدر وسعت دی کہ یونانیوں کا فلسفہ اخلاق اس کے مقابلے میں قطرہ و دریا کی نسبت رکھتا ہے۔

حکیم ابن مسکویہ نے اپنی کتاب میں جو فلسفہ یونان کا خلاصہ ہے اخلاقی امراض کی آٹھ قسمیں قرار دیں۔ تہور۔ جبن۔ حرص۔ خمود۔ سفاہتہ۔ بلاہتہ۔ جور و ذلت۔ ان امراض میں سے صرف تہور و جبن کے علاج کے طریقے بتائے باقی کو قابل علاج نہیں سمجھا یا بے اعتنائی سے ان پر توجہ نہیں کی لیکن امام صاحب نے نہایت تدقیق کے ساتھ تمام اخلاقی امراض کا استقصا کیا اور نہایت تفصیل کے ساتھ ہر ایک کی حقیقت و ماہیت تشخیص کی اور علاج کے طریقے لکھے' حسد' جاہ پرستی' ریا' عجب'

Marfat.com

غرور، غضب، بخل، غیبت، کذب، فضول کلام، نمامی، مزاح وغیرہ وغیرہ ایک ایک کا مستقل عنوان قائم کیا گیا اور فلسفیانہ تدقیق کے ساتھ ہر ایک پر گفتگو کی۔

اخلاقی امراض کا استقصاء ابوطالب مکی راغب اصفہانی اہل فن نے بھی کیا تھا لیکن ان کی تشخیص و تفحص کے متعلق امام صاحب نے جو موشگافیاں اور نکتہ سنجیاں کیں قدماء کے ہاں اس کا پتہ بھی نہیں لگ سکتا مثال کے طور پر ان میں سے بعض کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

انسان کو اپنے افعال اور اعمال کی نسبت سب سے زیادہ دھوکا وہاں ہوتا ہے جہاں ان پر بظاہر مذہبی رنگ چڑھا ہوتا ہے۔ وہ ایک کام کو مذہبی نیکی سمجھ کر کرتا ہے لیکن تہہ میں کوئی اور چیز ہوتی ہے جو اس کی تحریک ہوتی ہے۔

اس نکتہ کو امام صاحب نے جس قدر دقیقہ سنجی سے سمجھا اور جس آزادی سے ظاہر کیا کبھی کسی نے نہ سمجھا تھا نہ ظاہر کیا تھا۔ احیاء العلوم میں ایک خاص باب اس کے لئے باندھا ہے جس کا نام کتاب ذم الغرور رکھا ہے اس میں اہل علم، زہاد، حجاج وغیرہ کے بہت سے عنوان قائم کئے ہیں اور ایک ایک کی حقیقت کھولی ہے۔ ارباب مال کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

ان میں بہت سے لوگ مساجد، مدارس، خانقاہیں تعمیر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے ثواب کا کام ہے حالانکہ جس آمدنی سے تعمیر کی ہے وہ بالکل ناجائز طریقوں سے حاصل کی گئی ہے اور آمدنی جائز بھی ہو تو ان

Marfat.com

کا مقصود دراصل ثواب نہیں بلکہ شہرت اور نام آوری ہوتی ہے۔ اسی شہر میں ایسے ارباب حاجت موجود ہوتے ہیں جن کی خبر گیری کرنی مساجد بنانے سے زیادہ موجب امر ہے لیکن ان کے مقابلہ میں تعمیرات کو ترجیح دیتے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ تعجب سے جو دیرپا شہرت حاصل ہوتی ہے وہ مساکین کے دینے سے نہیں ہوسکتی۔ مساجد وغیرہ کی تعمیر میں زرکثیر نقش ونگار۔ مینارکاری زیب وآرائش میں صرف کیا جاتا ہے حالانکہ مسجد کا مقصود ادائے عبادت ہے نہ اظہار شان وشوکت۔

بہت سے لوگ خیرات وزکوٰۃ میں ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں اذن عام دیا جاتا ہے ہزاروں فقرا جمع ہوجاتے ہیں جو خیرات لینے جاتے ہیں اور مجمع سے نکل کر تعریفیں کرتے جاتے ہیں۔ بعض سمجھتے ہیں کہ حرمین میں خیرات کرنے سے زیادہ ثواب ہو اس غرض سے حج پر حج کرتے ہیں اور وہاں جاکر ہزاروں روپے خیرات کرتے ہیں حالانکہ اس تمام داد ودہش کا اصلی محرک شہرت اور نام آوری ہوتی ہے ورنہ اگر محض ثواب مقصود ہوتا تو اعلان واشتہار کی کیا ضرورت تھی اس طرح چپکے سے دیتے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔

صدقات وجوہ خیر کی نسبت امام صاحب نے جو کچھ لکھا ہمارے زمانے کے بالکل حسب حال ہے تمام ممالک اسلامیہ میں آج مسلمانوں کے تنزل کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ بے جا وجوہ خیر میں صرف کردیا جاتا ہے ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں جو اپنے دست وبازو سے کماسکتے ہیں لیکن کمانے کے بجائے بھیک مانگتے پھرتے

Marfat.com

ہیں اور لوگ ان کو دے دے کر ان کی عادت کو مستحکم کرتے جاتے ہیں شہر میں سینکڑوں مسجدوں کے موجود ہوتے ہوئے اور نئی مسجدیں بنتی جاتی ہیں اور جو روپیہ اسلام کے نہایت ضروری کاموں میں خرچ ہونا چاہئے تھا وہ اس میں صرف کر دیا جاتا ہے۔ مدارس سے ہر سال نام کے مولوی فارغ ہو کر نکلتے ہیں معاش کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ دیہات میں جاتے ہیں اور اپنی تنخواہ کے موافق چندے کا بندوبست کر کے جھوٹ موٹ ایک مدرسہ قائم کر دیتے ہیں خود عربی عبارت بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے لیکن دوسرے ہی سال دو چار کو دستار فضیلت بندھوا کر شریعت کے سیاہ و سپید کا مالک بنا دیتے ہیں۔ علماء جانتے ہیں کہ ان باتوں سے اسلام کی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں لیکن کس کا حوصلہ ہے کہ منبر پر چڑھ کر صاف صاف کہہ دے کہ یہ ثواب کے کام نہیں ہیں۔ امام غزالی ہی کا دل اور جگر درکار ہے کہ بے خوف لومۃ لائم بے دریغ اس قسم کے خیالات ظاہر کر سکے۔

انسان سب سے زیادہ غلطی ان موقعوں پر کرتا ہے جہاں ایک کام کے نیک و بد دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ ان دونوں پہلوؤں میں دقیق فرق ہوتا ہے۔ ان موقعوں پر انسان اپنے افعال کو ہمیشہ نیکی کے پہلو پر محمول کرتا ہے اور غلطی میں پڑ کر برائیوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ امام صاحب نے اس عقدے کو نہایت دقیقہ سنجی سے حل کیا ہے۔ احیاء العلوم کتاب ذم الغرور میں اہل علم کا جو عنوان قائم کیا گیا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ علماء میں سے جو لوگ غرور میں مبتلا ہیں ان کے متعدد گروہ ہیں۔

ایک گروہ ہے جو علم و عمل کا پابند ہے خبائث نفسانی کی ماہیت

Marfat.com

سے واقف ہے' یہ بھی جانتا ہے کہ شریعت نے ان اوصاف کو بہت برا کہا ہے لیکن اپنے نفس کی نسبت اس کے خیال میں بھی نہیں آتا کہ وہ ان اوصاف سے آلودہ ہوسکتا ہے اور جب اس پر ان باتوں کا اثر ہوتا ہے تو اس کا نفس عجیب عجیب تاویلوں سے اس کو دھوکے دیتا ہے تکبر' شہرت پسندی کو وہ اس پر محمول کرتا ہے کہ یہ کبر اور طلب جاہ نہیں بلکہ اسلام کی عزت ہے۔ وہ اپنی دل میں کہتا ہے کہ ذلیل لباس پہننا مجالس میں نیچے بیٹھنا معمولی حیثیت سے رہنا میں بے تکلف گوارا کرسکتا ہوں لیکن اس سے مذہب کے اعزاز میں فرق آتا ہے اور دشمنانِ دین کی نظر میں علماء کی شان گھٹتی ہے۔ اسلام کی عزت' علم کا شرف' مذہب کی تائید' اہل بدعت کی تذلیل بغیر اس کے کیونکر ہوسکتی ہے کہ حوصلہ مندی اور بلند نظری سے زندگی بسر کی جائے۔ ہمعصروں کو رشک وحسد کی وجہ سے برا کہتا ہے اور ان پر ردوقدح کرتا ہے لیکن غلطی سے سمجھتا ہے کہ یہ حق پرستی کا جوش ہے اور منکرین حق کے مقابلے میں سکوت کیونکر اختیار کیا جاسکتا ہے وہ اپنے زہدواتقا کا اظہار کرتا ہے اور اس کو ریاکاری نہیں قرار دیتا بلکہ سمجھتا ہے کہ اگر اعمال وافعال کا نمونہ لوگوں کو نہ دکھلایا جائے تو ان کو اچھے کاموں کی ترغیب کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس کا دل اس کو سمجھاتا ہے کہ لوگوں کو میری پیروی سے ہدایت ہوگی تو مجھ کو اس کا ثواب حاصل ہوگا۔ اس لئے مقتدا ہونے سے مجھ کو جو غرض ہے صرف یہ ہے کہ ہدایت کا ثواب مجھ کو حاصل ہو سلاطین کے درباروں میں آمدورفت رکھتا ہے اور ان کی تعظیم وتکریم کرتا ہے۔ اور جب اس کے دل میں اتفاقیہ خیال گذرتا ہے کہ ظالم

Marfat.com

بادشاہوں کی تعظیم جائز نہیں تو اس کا نفس اس کو سمجھاتا ہے کہ خدانخواستہ اپنے لئے سلاطین سے مال و زر حاصل کرنا مقصود نہیں البتہ یہ مجبوری ہے کہ ہزاروں آدمیوں کا نفع و ضرر انہیں سلاطین کے ہاتھ میں ہے اس لئے جب تک ان سے میل جول نہ رکھا جائے خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا ناممکن ہے۔

چونکہ ان تمام موقعوں میں نیکی بھی پہلو نکلتا ہے امام صاحب نے ہر موقع پر اس کی تمیز کرنے کے دلائل اور علامات بتائے ہیں مثلاً ریاکاری کی شناخت کا یہ طریقہ ہے بتایا ہے کہ کوئی اور باعمل عالم وہاں آئے اور تمام آدمی اس کا عمدہ نمونہ دیکھ کر اس کے پیرو بن جائیں اس صورت میں اگر یہ شخص ریاکار نہیں ہے تو اس کو خوشی ہونی چاہئے کیونکہ اس کا مقصد صرف خلق کی ہدایت تھی اور وہ بوجہ احسن حاصل ہو گئی لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ جس قدر وہ دوسرا عالم زیادہ مقبول اور زیادہ مقتدائے خلق ہوتا جاتا ہے اور جس قدر اس شخص کے پیروؤں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے اسی قدر اس کو زیادہ رشک اور جلن ہوتی ہے۔

تقرب سلاطین میں بھی یہی معیار ہے۔ فرض کرو کہ کوئی اور عالم دربار میں تقرب حاصل کرے اور اس سے بڑھ کر خلق کی حاجت روائی میں مصروف ہو تو کیا اس شخص کو خوشی حاصل ہو گی۔

امام صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ہمارے زمانے سے اس کو مطابق کرو تو گمان ہو گا کہ اسی زمانے کو دیکھ کر لکھا ہے۔ تمام ہندوستان میں نہایت چھوٹے چھوٹے اختلافات مذہبی پر نزاعین قائم ہیں فریقین

Marfat.com

کے علماء ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں۔ تصنیفات میں گالیوں کی بھرمار ہوتی ہے مقدمات دائر ہوتے ہیں لندن تک جانے کی نوبت پہنچتی ہے اور پھر دونوں فریق کے علماء سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے نصرت دین' حمایت مذہب اور احقاق حق کے لئے کیا جا رہا ہے۔

بعض اخلاقی صفات میں باہم اس قدر نازک اور دقیق فرق ہے کہ ان میں امتیاز کرنا نہایت مشکل ہے آج کل لوگوں کی عام بداخلاقی کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ وہ ان صفات میں تمیز نہیں کر سکتے اور اس وجہ سے غلطی سے ان میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بخل' کفایت شعاری' سخاوت اور اسراف' پست ہمتی اور قناعت' دناءت اور تواضع' غرور خودداری اس قسم کے ملتے جلتے اوصاف ہیں کہ مشکل سے ان میں تفرقہ ہو سکتا ہے ہزاروں آدمی افلاس میں مبتلا ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سخی ہیں۔ پست ہمت ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قانع ہیں' ادنیٰ ہیں اور جانتے ہیں کہ متواضع ہیں متکبر ہیں اور ان کو یقین ہے کہ خوددار ہیں۔

امام صاحب نے ان مشتبہ الصورت اوصاف کو نہایت نکتہ سنجی سے تحلیل کیا ہے اور ان کے باہمی فرق بتائے ہیں۔ مثلاً بخل کی حقیقت سے جہاں بحث کی ہے لکھتے ہیں۔

"بخل کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ ایک گروہ نے یہ تعریف کی ہے "نفقہ واجب کا نہ ادا کرنا بخل ہے۔" لیکن یہ تعریف صحیح نہیں۔ کوئی شخص اگر ایک رتی کی کمی کی وجہ سے قصاب سے گوشت لے کر واپس کر آئے تو وہ ضرور بخیل سمجھا جائے گا حالانکہ اس نے ادائے واجب میں

Marfat.com

کمی نہیں کی۔

بعض لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ جس شخص کو روپیہ پیسہ دینا گراں گزرے وہ بخیل ہے لیکن یہ تعریف بھی صحیح نہیں ہے نہایت قلیل مقدار کا دینا بخیل کو بھی گراں نہیں گذرتا اور سخی سے سخی آدمی بھی حد سے زیادہ دینا گوارا نہیں کرتا۔

سخاوت کی بھی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً بے مانگے دینا' دے کر احسان نہ کرنا' سائل کو دیکھ کر خوش ہونا لیکن یہ تمام تعریفیں بھی ناتمام ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مال اس لئے بنا ہے کہ ضرورت اور حاجت کے موقع پر استعمال کیا جائے۔ استعمال کے تین طریقے ہوسکتے ہیں۔ ضرورت کے موقع پر نہ صرف کیا جائے' بے ضرورت صرف کیا جائے۔ ضرورت کے موقع پر صرف کیا جائے پہلا بخل ہے دوسرا اسراف۔ تیسرا سخاوت۔ اس تعریف میں بھی اس قدر اجمال باقی رہتا ہے کہ ضرورت اور حاجت کی کیا تشریح ہوگی؟ جس چیز کو سخی ضروری سمجھتا ہے بخیل اسی چیز کو غیر ضروری سمجھتا ہے اس لئے پہلے خود ضرورت کی حقیقت سمجھنی چاہئے ضرورت کی دو قسمیں ہیں۔ ضرورت شرعی اور ضرورت رواج و عادت' ضرورت شرعی سے وہ تمام حقوق مراد ہیں جو شرعاً واجب ہیں مثلاً زکوٰۃ' صدقہ' نفقہ اولاد ضرورت رواج کے یہ معنی ہیں کہ ذرا ذرا سی چیزوں میں تنگدلی نہ کی جائے۔ لیکن اس کا معیار اشخاص اور حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ ایک امیر کے لئے دو چار پیسے ذرا سی چیز ہیں لیکن

Marfat.com

غریب کے لئے اتنا ہی بہت ہے۔ اجنبیوں سے جن چیزوں میں تنگ دلی کی جاسکتی ہے آل واولاد سے نہیں کی جاسکتی۔ باپ' چچا' بھائی' ماموں کے مراتب میں جس قدر اختلاف ہے اسی لحاظ سے ان کے ساتھ بخل وسخا کے مراتب میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ باپ سے جس چیز کا دریغ رکھنا بخل ہے ممکن ہے کہ وہ چچا کے اعتبار سے بخل نہ ہو۔ اسی طرح کھانے' کپڑے' مکان سامان آرائش ہر ایک کی حالت جدا ہے۔ ایک چیز میں جس حد تک تنگ روزی بخل ہے دوسری میں نہیں ہے۔ اس بنا پر بخیل کی یہ تعریف ہے کہ مال کو اس کے مقابلے میں دریغ رکھا جائے جو درحقیقت مال سے زیادہ عزیز ہے مثلاً عزت وآبرو' ناموس' صلہ رحم وغیرہ وغیرہ۔

سخاوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو کچھ دیا جائے کسی امید' طمع' مبادلہ' شکر گزاری' مدح وثنا کے خیال سے نہ دیا جائے کیونکہ بلا معاوضہ دینا سخاوت کی پہلی شرط ہے اور مذکورہ بالا چیزیں معاوضہ ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

بعض اخلاقی امراض ایسے ہیں جن کی بہت اقسام ہیں اور ان اقسام میں سے بعض ایسے دقیق ہیں کہ جن کو مریض ایک طرف طبیب بھی مشکل سے پہچان سکتا ہے قدما کی تصنیفات میں ان امراض کا مطلق پتہ نہیں لگتا۔ امام صاحب نے نہایت تدقیق سے انکی تشریح کی ہے مثلاً ریا کے ذکر میں لکھتے ہیں ریا کی تین قسمیں ہیں جلی وخفی واخفی مثلاً ایک شخص صرف لوگوں کے دکھانے کی غرض سے عبادت کرتا ہے یہ ریا جلی ہے۔

Marfat.com

ایک اور شخص ہے جو دکھانے کی غرض سے عبادت نہیں کرتا بلکہ گھر میں جب تنہا رہتا ہے اور کسی کو خبر نہیں ہو سکتی تب بھی اس کی عبادت قضا نہیں ہوتی لیکن جب اتفاقاً کوئی مہمان آ جاتا ہے تو ادائے عبادت میں جس قدر اس کا دل لگتا ہے اور جس آسانی سے خود بخود اس سے عبادت ادا ہوتی ہے تنہائی کی حالت میں نہیں ہوتی۔ یہ ریا خفی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو کسی کے دکھلانے کے لئے نہیں عبادت کرتا' نہ کسی مہمان وغیرہ کے آنے سے اس کی حالت میں کچھ فرق آتا ہے لیکن جب لوگوں کو اس کی عبادت گذاری کی اطلاع ہوتی ہے تو اس کے دل میں آپ سے آپ ایک قسم کی خوشی پیدا ہوتی ہے یہ ریا اخفی ہے کیونکہ اس خوشی کا اصلی سبب صرف یہ ہے کہ دل میں ریا کی کیفیت موجود تھی موقع پا کر ظاہر ہو گئی ہے جس طرح پتھر میں آگ چھپی ہوتی ہے اور چقماق کے اشارے سے باہر نکل آتی ہے یہ بھی اسی ریا کا اثر ہے کہ باوجود اس کے کہ انسان لوگوں سے چھپا کر عبادت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے تاہم اس بات کا متوقع رہتا ہے کہ لوگ اس سے ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آئیں اگر کسی موقع پر اس کے خلاف پیش آتا ہے تو اس کو گراں گذرتا ہے اور رنج ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں ریا کا اثر موجود ہے کیونکہ بالفرض اگر وہ عبادت گذار نہ ہوتا تو لوگوں سے اس کو ادب و تعظیم کی توقع نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت یہی توقع تھی جس نے اس سے عبادت کرائی تھی۔

ریا اخفی کی بھی صورتیں ہیں مثلاً ایک عالم تنہا نماز پڑھ رہا ہے اس

Marfat.com

اثناء میں اور لوگ آ گئے۔ عالم کو خیال آیا کہ چونکہ مجھ کو لوگ مقتدا سمجھتے ہیں اور ہر بات میں میری تقلید کرتے ہیں اس لئے اگر میں زیادہ خضوع و خشوع سے نماز پڑھوں گا تو لوگوں پر اس کا اثر اچھا ہو گا اور وہ بھی خشوع اور خضوع کے پابند ہوں گے۔ اس خیال سے اس نے نہایت خضوع و خشوع سے نماز پڑھنی شروع کی۔

اس سے دقیق تر یہ صورت ہے کہ اس عالم کو اس عیب پر اطلاع ہوگئی وہ سمجھ گیا کہ میرا خضوع وخشوع درحقیقت لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب میں مجمع میں ہوتا ہوں اسی وقت مجھ سے خضوع وخشوع ظاہر ہوتا ہے۔ اس خیال سے اس نے خلوت اور تنہائی میں بھی خضوع وخشوع سے نماز پڑھنی شروع کی۔ یہ بھی ریا ہے کیونکہ اصل میں جو چیز خضوع وخشوع کی محرک ہوئی وہ ریا ہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جلوت وخلوت دونوں کی حالت یکساں ہوگئی۔ بلکہ خلوت کی درستی کا اصلی محرک بھی یہی جلوت کی حالت ہے۔

اخلاقی امراض کا علاج

یہ تمام مباحث امراض اخلاق کی تشخیص اور تعین سے متعلق تھے ان کے بعد علاج کا مرحلہ ہے۔ حکمائے یونان نے جیسا کہ ابن مسکویہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے علاج کے دو طریقے قرار دیئے تھے۔

۱۔ ہر مرض کا علاج باضابطہ کیا جائے مثلاً کوئی شخص بخیل ہے تو اس کو یہ

Marfat.com

تکلف سخاوت کرنی چاہئے تا کہ رفتہ رفتہ تمرین واستمرار سے خودبخود اس سے فیاضانہ افعال سرزد ہونے لگیں۔

۲۔ چونکہ تمام امراض کی اصل بنیاد دو چیزیں ہیں غضب اور جبن۔ اس لئے ان مرضوں کا علاج تمام امراض کا علاج ہے۔ غضب جن اسباب سے پیدا ہوتا ہے وہ آٹھ ہیں۔ عجب' غرور' ہزل' مزاح وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان آٹھوں کو دفع کرنے کے طریقے بتائے ہیں اور اس کے بعد جبن کا علاج بتایا ہے۔

امام صاحب نے علاج کے پہلے طریقے میں بالکل یونانیوں سے اتفاق کیا۔ چنانچہ نہایت تفصیل وتوضیح سے اس کو اپنی عبارت میں ادا کیا ہے لیکن وہ اس رائے کو تسلیم نہیں کرتے کہ تمام امراض صرف غضب یا جبن سے پیدا ہوتے ہیں ممکن ہے کہ تمام امراض کا سلسلہ کھینچ تان کر انہی دو چیزوں سے ملا دیا جائے لیکن امام صاحب کے نزدیک ہر مرض کے اسباب جدا ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب کا اصلی کارنامہ جس نے ان کی کتاب کے آگے تمام حکما اور قدما کی تصنیفات کو حقیر کر دیا ہے یہی ہے کہ انہوں نے نہایت نکتہ سنجی اور دقت نظر سے ہر مرض کے اسباب الگ الگ تحقیق کیے اور ان کے علاج لکھے۔ نمونہ اس کا ذیل کی مثالوں سے معلوم ہوگا۔

Marfat.com

غیبت

یعنی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر اس طرح کرنا کہ اگر وہ خود سنتا تو پسند نہ کرتا۔ یہ مرض جس قدر مسلمانوں میں پھیلا ہوا ہے دنیا کی کسی قوم کسی فرقہ کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ مسلمانوں کو بالفرض اگر بزورِ حکومت اس مشغلے سے روک دیا جائے تو دفعتاً ان کی تمام مجلسیں بے لطف اور سرد ہو جائیں گی کیونکہ ان کی گرمی صحبت کا سب سے بڑا سرمایہ یہی ہے۔ طرہ یہ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ یہ مذموم حرکت ہے لیکن اس میں کچھ ایسی دلچسپی ہے کہ چھوڑی نہیں جا سکتی۔ اس کے علاج کے لئے سب سے مقدم یہ ہے کہ مرض کے اسباب پر غور کیا جائے۔ امام صاحب نے نہایت تدقیق اور غور سے اس کے اسباب کی تشریح کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

غیبت کے اسباب

غیبت کے اسباب بہت سے ہیں ان میں سے آٹھ عام طور پر سب میں پائے جاتے ہیں اور تین مذہبی لوگوں اور خواص کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔ انسان کو جب کسی شخص پر غصہ آتا ہے اور ضبط نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ

Marfat.com

اس شخص کے عیوب زبان آتے ہیں اس سے اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے اپنا انتقام لے لیا۔ اگر کسی وجہ سے اس کو ضبط کرنا پڑا تو وہ غصہ دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہے اور ہمیشہ اس شخص کی بدگوئی پر آمادہ کرتا ہے۔

۲۔ کسی مجلس میں جب پہلے ہی سے کسی کی غیبت ہو رہی ہوتی ہے تو نئے آدمی کو بھی خوامخواہ گرمی صحبت کے لئے اس مشغلہ میں شریک ہونا پڑتا ہے کیونکہ اگر وہ ان لوگوں کو ٹوکے یا خود چپکا بیٹھا رہے تو تمام لوگوں پر بار ہوگا۔

۳۔ انسان کو جب اس بات کا شبہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص میری نسبت برے خیالات دل میں رکھتا ہے اور ان کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو حفظ ماتقدم کے لئے وہ خود اس کے عیوب ظاہر کرنے شروع کر دیتا ہے تاکہ آئندہ اس شخص کی بات بے اثر ہو جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ چونکہ میں نے اس شخص کے واقعی عیوب ظاہر کیے تھے اس لئے دشمنی سے وہ میری نسبت جھوٹے الزامات لگاتا ہے۔

۴۔ انسان پر جب کوئی غلط الزام یا عیب لگایا جاتا ہے اور وہ اس سے اپنی برات ثابت کرنی چاہتا ہے تو اس شخص کا نام لیتا ہے جو درحقیقت اس الزام کا مرتکب ہوتا ہے حالانکہ انہی کو اپنی براث پر قناعت کرنی چاہیے تھی۔

۵۔ دوسروں کی تنقیص میں ضمناً کمال ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شاعر دوسرے شاعر کی نسبت کہتا ہے کہ اس کا کلام نہایت بدمزہ

Marfat.com

ہوتا ہے یا اس کو مطلق کہنا نہیں آتا اس سے در پردہ یہ غرض ہوتی ہے کہ میرا کلام نہایت بامزہ اور لطیف ہوتا ہے۔

۶۔ ایک شخص اپنے معاصر کی عزت اور شہرت کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس شہرت اور عزت کے مٹانے کی کوئی تدبیر بن نہیں آتی مجبوراً اس کے عیوب ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگوں کے دل میں اس کی وقعت کم ہو جائے۔

۷۔ مذاق اور دل بہلانے کے لئے بعض اوقات انسان دوسروں کے عیوب کا خاکہ اڑاتا ہے جس سے حاضرین مجلس کو نقالی کا مزہ آتا ہے اور صحبت گرم ہوتی ہے۔

۸۔ کسی کے ساتھ استہزا اور تمسخر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

غیبت کے یہ اسباب عام آدمیوں سے تعلق رکھتے ہیں خواص جن اسباب میں مبتلا ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ دیندار آدمی جب کسی شخص کو کوئی برا کام کرتے دیکھتا ہے یا لوگوں سے سنتا ہے تو اس کو تعجب اور حیرت ہوتی ہے۔ اس تعجب کے ظاہر کرنے میں اس شخص کا نام زبان پر آجاتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ مجھ کو سخت حیرت ہے کہ زید نے باوجود کمال دینداری کے ناچ کی محفل میں کیوں شرکت کی۔

۲۔ اس قسم کے موقع پر بعض وقت انسان کو افسوس اور رحم آتا ہے اور یوں کہتا ہے افسوس! زید نے شراب پینی شروع کی جو اس کے رتبہ اور شان کے بالکل خلاف ہے۔

Marfat.com

۳۔ بعض وقت امر بالمعروف کا جوش پیدا ہوتا ہے اور انسان مرتکب گناہ کا نام لے کر اس کا اظہار کرتا ہے۔

ان تینوں موقعوں میں غیبت کرنے والے کو دھوکہ ہوتا ہے کہ وہ غیبت کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ ایک مذہبی فرض ادا کر رہا ہے۔ حالانکہ ا فرض کے ادا کرنے میں نام لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

غصہ و غضب

انسان کی فطرت خدا نے اس قسم کی بنائی ہے کہ اس کے فنا کرنے کے اسباب خود اس کے اندر اور باہر موجود ہیں۔ اس کا جسم ہر وقت تحلیل ہوتا رہتا ہے اور اس لئے اس کو ہمیشہ بدل ما یتحلل کی ضرورت پڑتی ہے؟ بیرونی دشمن خود اس کے ابنائے جنس ہیں ان حالات کے ساتھ چونکہ خدا کو ایک مدت معین کے لئے انسان کو زندہ رکھنا بھی مقصود تھا اس لئے دونوں قسم کے دشمنوں سے بچنے کے لئے سامان پیدا کئے۔ اندرونی دشمن کے مدافعے کے لئے انسان میں غذا کی خواہش پیدا کی جس کی وجہ سے وہ غذا کا استعمال کرتا ہے اور جس قدر جسم کی مقدار تحلیل ہوتی رہتی ہے غذا جزو بدن ہو کر اس کی مکافات کرتی جاتی ہے۔

بیرونی دشمنوں سے بچنے کے لئے غصہ و غضب کی قوت پیدا کی جس کا یہ خاصہ ہے کہ جس وقت انسان کو کوئی شخص ضرر پہنچاتا ہے یہ قوت فوراً ہیجان میں آتی ہے اور دشمن کا مقابلہ کرتی ہے۔ اس لحاظ سے انسان

Marfat.com

میں خواہش اور غصہ دونوں قسم کی قوتوں کا موجود ہونا ایک فطری بات تھی۔

تمام اور قوتوں کی طرح غضب کی قوت کے بھی تین درجے ہیں۔ افراط' تفریط' اعتدال۔ افراط کے یہ معنی ہیں کہ یہ قوت اس قدر بڑھ جائے کہ عقل کے قابو سے نکل جائے۔ اس حالت میں غور وفکر' پیش بینی' خود اختیاری' یہ تمام اوصاف انسان سے مسلوب ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتا ہے بے اختیار ہو کر کرتا ہے۔ یہ اختیار کبھی فطری ہوتا ہے یعنی بعض آدمی ابتدا ہی سے پُرغضب اور مشتعل الطبع پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی خارجی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً انسان ایسے جاہل اور جنگجو لوگوں میں نشوونما پائے جن میں اشتعال طبع' غضب اور انتقام قابل فخر خیال کیا جاتا ہے اور وہ ان چیزوں کو دلیری اور جوانمردی سے تعبیر کرتے ہیں۔

افراط کی حالت میں غصہ کا اثر تمام اعضاء پر محسوس ہوتا ہے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں پر رعشہ پڑ جاتا ہے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں منہ سے جھاگ اڑنے لگتے ہیں باچھیں چر جاتی ہیں۔ نتھنے پھول جاتے ہیں آواز سخت اور کریہہ ہو جاتی ہے۔ زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔ ہاتھ زمین پر دے دے مارتا ہے جو چیزیں سامنے ہوتی ہیں ان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ یہ اثر ظاہری اعضا تک محدود نہیں رہتا بلکہ باطن میں بھی سرایت کرتا ہے جس پر غصہ آتا ہے۔ دل پر اس کی عداوت پیدا ہوتی ہے اور بڑھتے بڑھتے حسد' رشک' استہزا اور پردہ دری تک نوبت پہنچتی ہے۔

Marfat.com

تفریط کے یہ معنی کہ جس موقع پر غصہ آنا چاہئے وہاں بھی نہ آئے جس کو دوسرے الفاظ میں بے عزتی' بے حمیتی' دناءت' ذلت پرستی کہا جاسکتا ہے منجملہ اور بہت سے نتائج کے اس کا یہ بھی نتیجہ ہے کہ انسان میں امر بالمعروف کا مادہ باقی نہیں رہتا۔ لوگوں کو سخت بے ہودگیوں کا مرتکب دیکھتا ہے اور اس کو کچھ احساس نہیں ہوتا۔

افراط و تفریط سے بچنے کا نام اعتدال ہے اور انسان کو اسی حالت کے پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے چونکہ غصہ پیدا ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ جو چیزیں انسان کو مرغوب ہیں اس میں کسی شخص کی طرف سے مزاحمت کی جائے۔ اس لئے اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ہمارے مرغوبات کیا کیا ہیں۔ تمام مرغوبات کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں ایک وہ جو مرغوب ہونے کے ساتھ لازمہ زندگی بھی ہیں مثلاً غذا لباس' مکان وغیرہ ان چیزوں سے تعرض ہونے کی حالت میں ضرور ہے کہ انسان کو غصہ آئے اور اس سے روکا نہیں جاسکتا۔ اس میں اعتدال پیدا کرنے کے صرف یہ معنی ہیں غصہ کا استعمال بری طرح نہ کیا جائے یعنی مدافعت پر اکتفا کیا جائے اور انسان کی صورت' رنگ' آواز' حرکات و سکنات پر اس کا اثر محسوس نہ ہونے پائے۔

دوسرے قسم کے مرغوبات وہ ہیں جو لازمہ زندگی نہیں ہیں مثلاً جاہ' شہرت و ناموری' خواہش' صدر نشینی وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزوں میں بھی جب کوئی شخص مزاحمت کرتا ہے تو معمولاً انسان کو خواہ مخواہ غصہ آتا ہے۔ اس میں اعتدال پیدا کرنے کا طریقہ ہے کہ جو چیزیں زبردستی مرغوبات

Marfat.com

میں داخل کر لی گئی ہیں ان کو رفتہ رفتہ کم کیا جائے کیونکہ جس قدر مرغوبات کم ہوں گے اسی قدر دان کے متعلق مزاحمت کئے جانے سے رنج اور غصہ کم ہوگا۔

انسان کے تمام مختلف گروہ جو آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے بغض وعناد رکھتے ہیں ان کی ساری عداوت اور بغض کا سبب یہی بے ہودہ مرغوبات ہوتے ہیں۔ ایک شخص مثلاً چاہتا ہے کہ وہ جہاں جائے لوگ اس کی تعظیم کریں محفل میں اس کو صدر بنائیں' وہ جو کہتا جائے تسلیم کرتے جائیں' اس کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھیں۔ غائبانہ ذکر آئے تو اس کی مدح وتعریف کریں۔ ان باتوں میں سے ایک چیز میں بھی کمی ہوتی ہے تو اس کو رنج اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ رنج وغصہ درحقیقت خود اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اگر یہ بے ہودہ اور غیر ضروری خواہشیں اس کے دل میں نہ ہوتیں تو اس کو کسی بات پر غصہ نہ آتا۔ علماء و مصنفین اور اہل جاہ کے غیظ وغضب کے اسباب یہی غیر ضروری خواہشیں ہوتی ہیں یہ خواہشیں جس قدر بڑھتی جاتی ہیں اور جس قدر جزئی جزئی باتوں سے ان کو تعلق ہوتا جاتا ہے اسی قدر انسان کے غم اور غصہ کے سامان زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ خدمت گار نے فوراً حکم کی تعمیل نہیں کی۔ کھانے میں ذرا دیر ہو گئی۔ نمک تیز ہو گیا۔ فرش میں سلوٹ رہ گئی۔ غصہ ور آدمی ان میں سے ایک ایک بات پر قابو سے باہر ہو جاتا ہے' جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس نے اپنی خواہشوں کا دائرہ نہایت وسیع کر رکھا ہے اور ہر خواہش اس قدر عزیز ہے کہ اس میں ذرا سا خلل پڑنا بھی گوارا نہیں

Marfat.com

کر سکتا۔

حسد اور شک

ہماری قوم میں آج کل یہ مرض جس قدر پھیلا ہوا ہے غالباً دنیا کی کسی اور قوم میں نہ ہوگا۔ ملک میں جس قدر مفید کام شروع کئے جاتے ہیں ان کے برہم ہو جانے یا تکمیل نہ پانے کی وجہ زیادہ تر یہی حسد اور شک ہوتا ہے۔ دقت یہ ہے کہ حسد بظاہر ایسا کھلا اور ذلیل عیب ہے کہ کسی بڑے آدمی کے خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ وہ اس مرض میں مبتلا ہوگا حالانکہ بڑے ہی آدمیوں میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسے پیرائے میں ہوتا ہے کہ وہ تمیز نہیں کر سکتے۔

حسد کے پیدا ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کمزور اور پست حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے جب اس کو کوئی شخص اس سے ممتاز نظر آتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کم از کم میں اس کے برابر ہو جاؤں۔ برابری کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں یا یہ شخص بھی اتنا ہی ممتاز ہو جائے یا وہ شخص گھٹ کر اس شخص کی سطح پر آجائے چونکہ پہلی بات کم نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے خواہ مخواہ دوسرا خیال پیدا ہوتا ہے۔

کسی مصنف یا اسپیکر یا واعظ یا ریفارمر کو جب زیادہ فروغ اور زیادہ کامیابی ہوتی ہے تو اکثر اس کے اور ہم فنوں کو گراں گزرتا ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر اس بات کے آرزومند نہیں ہوتے کہ اس شخص کی عزت و

Marfat.com

شہرت جاتی رہے لیکن اگر بالفرض اس کا فروغ کم ہو جائے تو ان لوگوں کو رنج کے بجائے ایک قسم کی راحت معلوم ہوگی۔ کسی مجلس میں اس شخص کے محاسن و عیوب کا تذکرہ کیا جائے تو یہ لوگ عیوب کے تذکرے کو زیادہ دلچسپی سے سنیں گے اور اس میں ان کو زیادہ لطف آئے گا۔ تصنیفات پر اگر ریویو کیا جائے گا تو ان لوگوں کو وہ حصہ زیادہ پسند آئے گا جہاں تصنیف پر نکتہ چینیاں ہوں گی۔ اتنا فرق ہوگا کہ جو زیادہ کمینہ طبع ہوں گے وہ ہر قسم کے عیوب کو ذوق سے سنیں گے اور اس کی داد دیں گے بخلاف اس کے عالی حوصلہ لوگ بے جا نکتہ چینیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے لیکن سچی نکتہ چینیوں میں ان کو بھی وہ مزہ آئے گا جو محاسن کے اظہار میں کبھی نہیں آ سکتا تھا۔

حسد کے پیدا ہونے کے اسباب جن کی تفصیل امام صاحب نے کی ہے حسب ذیل ہے:

۱۔ دشمنی اور عداوت۔ انسان کی بالطبع یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے دشمن کو ضرر پہنچے اگر خود نقصان نہیں پہنچا سکتا تو اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ اور اسباب سے اس کو ضرر پہنچ جائے۔ اس بنا پر دشمن کے ساتھ حسد کا ہونا لازم ہے نیک سے نیک آدمی بھی یہ بات پیدا نہیں کر سکتا کہ کسی شخص سے اس کو دشمنی ہو اور پھر دشمن کا رنج و راحت اس کو یکساں معلوم ہو۔

۲۔ انسان کی یہ بھی فطرت ہے کہ وہ اوروں سے دب کر رہنا نہیں چاہتا۔ اس لئے جب اس کے ہمعصروں میں کوئی شخص ایسے بلند مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے غرور و نخوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ اس

Marfat.com

کے مرتبے پر حسد ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اس بلند رتبہ سے گر جائے۔

۳۔ انسان جن لوگوں سے کسی ذاتی امتیاز کی بنا پر یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ اطاعت وادب سے پیش آئیں ان میں سے جب کوئی شخص زیادہ معزز اور صاحب جاہ ہو جاتا ہے تو حسد پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جس اطاعت اور ادب سے وہ شخص پہلے پیش آتا تھا اب نہ آئے گا بلکہ مجھ کو خود الٹا اس کا ادب کرنا پڑے گا۔

۴۔ دو آدمی جب ایک ہی مشترک چیز کے طالب ہوتے ہیں تو خواہ مخواہ ایک دوسرے کا حاسد بن جاتا ہے ہر واعظ چاہتا ہے کہ تمام شہر اس کی سحر بیانی کا گرویدہ ہو جائے۔ تلامذہ میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ استاد کی توجہ تمام تر اسی کی طرف ہو ایک باپ کے جتنے بیٹے ہیں سب کی کوشش ہوتی ہے کہ باپ کی ساری محبت میرے ہی حصہ میں آ جائے۔ مفتیوں میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ سارے شہر کے فتوے میرے ہی پاس آئیں چونکہ ان مختلف گروہوں کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ ان میں حسد پیدا ہو۔

۵۔ بعض لوگوں کو یکتائی کی ہوس ہوتی ہے اور اس وجہ سے دنیا کے کسی حصہ میں اگر کوئی شخص کسی علم وفن میں شہرت اور قبول عام حاصل کرتا ہے تو انکو گوارا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی شانِ یکتائی میں فرق آتا ہے اور یکتائی سے زیادہ ان کو کوئی چیز عزیز نہیں۔

۶۔ بعض آدمی بالطبع خبیث النفس اور تیرہ باطن ہوتے ہیں اس قسم کے لوگ بے وجہ بے سبب تمام لوگوں پر حسد کرتے ہیں کوئی شخص ہو کہیں کا ہو

Marfat.com

کسی طبقہ کا ہو جب کسی چیز میں ممتاز ہو گا ان کو رشک اور حسد ہو گا۔

حسد کا علاج یہ ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ حسد کرنے سے محسود کو نقصان پہنچتا ہے یا خود حاسد کو۔ یہ ظاہر ہے کہ محسود کو ضرر نہیں پہنچتا بلکہ چونکہ محسود ہونا دلیل کمال ہے اس لئے اس کو اپنے فضل و کمال کی ایک سند ہاتھ آتی ہے اس کے علاوہ جب محسود کو یہ علم ہوتا ہے کہ میرے مخالف کا دل میری ترقیوں پر جلتا ہے اور اس صدمہ اور کوفت رہتی ہے تو وہ نہایت خوش ہوتا ہے کیونکہ انسان کے لئے مخالف کے رنج اور کوفت سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں اس لحاظ سے کسی پر حسد کرنا اس کو بجائے نقصان پہنچانے کے مسرور اور خوش کرنا ہے۔

اس کے ساتھ یہ خیال کرنا چاہئے کہ حسد سے انسان کو خود کس قدر دینی اور دنیوی نقصان پہنچتا ہے۔ دینی نقصان تو اس وجہ سے شرعاً نہایت مذموم چیز ہے اور حاسد کے لئے عذاب دوزخ موعود ہے۔ دنیوی نقصان یہ کہ حسد سے انسان کو ہمیشہ دل میں ایک کوفت سی رہتی ہے اور جس قدر محسود ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر یہ کوفت اور صدمہ بڑھتا جاتا ہے اور چونکہ انسان اس صدمہ کا اعلانیہ اظہار نہیں کر سکتا اس لئے دل ہی دل میں گھٹتا ہے اور آپ ہی آپ جلا جاتا ہے۔

یہ علاج امام صاحب کی تجویز کے مطابق ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ حسد کا صرف یہ علاج ہے کہ انسان اس بات کا یقین آ جائے کہ یہ میرا فعل درحقیقت حسد ہے۔ حسد ایک ایسی ذلیل، مذموم اور کمینہ صفت ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ میں اس صفت کا موجود ہونا گوارا نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

غلطی صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان اپنے حاسدانہ خیال اور افعال کو حسد پر محمول نہیں کرتا بلکہ اسکے اور نام رکھتا ہے مثلاً کسی مصنف کی کتاب نے نہایت شہرت اور قبولیت حاصل کی' اس کے ہمعصر مصنف کو حسد ہوا اور اس تصنیف پر نکتہ چینیاں شروع کیں۔ یہ فعل اگرچہ درحقیقت حسد کی وجہ سے ہے لیکن وہ غلطی سے اس کو حسد خیال نہیں کرتا بلکہ سمجھتا ہے کہ علم وفن کو بغیر اس کے ترقی نہیں ہوسکتی کہ تصنیفات و تالیفات کی غلطیاں اور فرد گذاشتیں ظاہر کی جائیں۔

اس کا علاج صرف یہ ہے کہ انسان خود اپنے دل کو ٹٹولے اور چھپے ہوئے زیر پردہ جذبات کا سراغ لگائے مثلاً اس بات کا اندازہ کرے کہ جب خود اس کی تصنیفات پر نکتہ چینی اور خردہ گیری کی جاتی ہے تو کیا وہ اس کو علم وفن کی ترقی سمجھتا ہے؟ کیا اس کی غلطیوں کے ظاہر ہونے سے اس کو خوشی ہوتی ہے؟ کیا وہ نکتہ چینی کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ اس نے جو نکتہ چینیاں کی تھیں وہ علمی تحریک سے نہیں تھیں بلکہ کوئی اور چیز درپردہ اس کی محرک تھی۔

وما ابری نفسی ان النفس لا مارۃ بالسوء

اخلاق کی غرض وغایت

فلسفۂ اخلاق کا سب سے مہتم بالشان مسئلہ یہ ہے کہ اخلاق کی غرض وعافیت کیا ہے' یعنی ہم برائیوں سے کیوں بچنا چاہتے ہیں اور کیوں اچھی

Marfat.com

باتیں اختیار کرنی چاہتے ہیں اور واعظین اور زہاد اور عباد کے نزدیک اس کا حاصل صرف دوزخ سے نجات ملنا اور لذائذ بہشت کا حاصل ہونا ہے یہی وجہ ہے کہ واعظین کا وعظ عموماً بہشت کی دلفریبیوں کی پرلطف داستان ہوتی ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ایک پست اور متبذل خیال ہے بہشت کا حاصل ہونا اور دوزخ سے محفوظ رہنا بے شبہ تقویٰ کا لازمی نتیجہ ہے لیکن یہ چیزیں اصلی مقصد نہیں قرار پاسکتیں۔ بے شبہ ایک عام آدمی اسی کو انتہائے آرزو خیال کرتا ہے لیکن بلندی نظریہ کا یہ اقتضاء نہیں کہ اگر نیکی صرف اس خیال سے کی جائے کہ عاقبت میں اس کا دس گنا عوض ملے گا تو وہ نیکی نہیں بلکہ تجارت ہے۔

امام صاحب نے اخلاص کے بیان میں یہ مقصد نہایت صفائی اور آزادی سے ظاہر کیا ہے ان کے خاص الفاظ یہ ہیں:

قال رویم الاخلاص فی العمل هوان لایرید صاحبه علیه عرضاً فی الدارین وهذا اشارة الی ان حظوظ النفس انته اجلاً و عاجلاً والعابد لاجل تنعم النفس بالسهوات فی الجنة معلول بل الحقیقة ان لایداد بالعمل الا وجه الله تعالیٰ	رویم کا قول ہے کہ اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ کام کا معاوضہ دنیا و آخرت میں کہیں نہ چاہا جائے۔ رویم کا یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حظِ نفس خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں آفت ہے۔ جو عابد اس غرض سے عبادت کرتا ہے کہ بہشت کے مزے اٹھائے گا وہ صاحب

Marfat.com

فاما من یعمل لرجاء الجنة وخوف النار فهوا مخلص بالاضافة الی حظوظ العاجله والافهو فی طلب حظ البطن والفرج.

مرض ہے عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہئے باقی وہ شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے عبادت کرتا ہے وہ فوری نفع کے لحاظ سے مخلص کہا جاسکتا ہے لیکن درحقیقت وہ شکم پرست اور زن پرست ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک صرف خوف دوزخ، نیکی و بدی کی علت ہے اس کو گناہ کے ارتکاب کے بعد ندامت اور خشوع کی کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی اس کی حالت بعینہ ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کا کچھ مالی نقصان ہوجائے لیکن ندامت اور پشیمانی اور خشوع سے اس کو کچھ واسطہ نہ ہوگا حالانکہ سوز و گداز جو بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول چیز ہے انہی چیزوں کا نام ہے۔

علمِ کلام

شہرت عام کے لحاظ سے علم کلام کو امام غزالی کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ارسطو کو منطق کے ساتھ۔ ابن خلدون نے علانیہ دعویٰ کیا ہے کہ امام غزالی سے پہلے علم کلام میں فلسفہ کی آمیزش نہ تھی۔ فلسفیانہ طرز پر سب سے پہلے امام صاحب ہی نے اس فن کو مرتب کیا لیکن یہ خیال بالکل

Marfat.com

غلط ہے علم کلام کی تاریخ میں ہم نے اس بحث کو نہایت مفصل لکھا ہے یہاں صرف اس قدر جان لینا چاہیئے کہ علم کلام میں ابتدا ہی سے دو طریقے قائم ہو گئے تھے عقلی اور نقلی۔ [1] نقلی علم کلام خود اسلامی فرقوں یعنی معتزلہ، قدریہ، جبریہ وغیرہ کے مقابلے میں ایجاد ہوا تھا۔ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں جس کلام کا ذکر کیا ہے وہ یہی علم کلام ہے۔ عقلی علم کلام فلسفہ اور دوسرے مذاہب کے مقابلے کے لئے ایجاد ہوا تھا جس کا بانی اول ابو الہذیل علاف تھا اور جس کو نظام جاحظ، حسن نوبختی، ابو مسلم اصفہانی وغیرہ نے ترقی دی۔

منقولی علم کلام

نقلی علم کلام کی متعدد شاخیں تھیں ظاہریہ، ماتریدیہ، اشعریہ، امام غزالی اشعریہ طریقے کے پیرو تھے جس کے بانی اول امام ابو الحسن اشعری تھے۔ یہ سب طریقے اول اول فلسفہ اور عقلیات سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اشعریہ میں سب سے پہلے باقلانی نے بعض بعض فلسفیانہ اصطلاحیں داخل کیں، امام الحرمین وغیرہ نے اس پر اضافہ کیا۔ امام غزالی نے اس قدر ترقی دی کہ نقلی ہونے کے بجائے عقلی بن گیا۔ اسی بنا پر ابن خلدون کو دھوکہ ہوا کہ امام غزالی عقلی علم کلام کے موجد ہیں۔ بہر حال علم کلام کے متعلق جو کچھ ان کے کارنامے ہم نہایت تفصیل کے ساتھ ان کو بیان کرنا

---

[1] نقلی اس لئے کہتے تھے کہ عقائد اسلامیہ کو دلائل نقلی یعنی قرآن واحادیث سے ثابت کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

چاہتے ہیں۔

علم کلام حقیقت میں دو چیزوں کا نام ہے اثبات اور ابطال یعنی فلسفہ وغیرہ کا ابطال اور عقائد اسلام کا اثبات' امام صاحب نے دونوں حصوں کو لیا ہے چنانچہ ہم ہر حصہ پر الگ الگ بحث کرتے ہیں۔

فلسفے کا ابطال

فن منطق میں امام صاحب کی تصنیفات

امام صاحب نے فلسفے کے رد کرنے سے پہلے یونانیوں کے اصول کے مطابق فنون فلسفہ پر کتابیں لکھیں جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ آئندہ ان مسائل پر وہ جو ردو قدح کریں گے۔ آشنائے فن ہو کر کریں گے۔

فن منطق میں دو کتابیں لکھیں۔ [1] محک النظر اور معیار العلم۔ پچھلی کتاب نہایت مفصل ہے اور اس میں منطق کے مسائل پر ساتھ ساتھ نکتہ چینیاں بھی کرتے جاتے ہیں یہ کتاب آج ناپید ہے۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الرد علی المنطق میں ایک موقع پر یعنی جہاں معرف اور حد کی تعریف پر اعتراض کیا ہے اس کی تھوڑی سی عبارت نقل کی ہے چنانچہ اس کا خلاصہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

---

[1] محک النظر حال میں مصر میں چھاپی گئی ہے۔

Marfat.com

معرف اور حد کی جو تعریف منطق میں کی گئی ہے اگر اس کی شرطیں ملحوظ رکھی جائیں تو بجز شاذ و نادر کے کسی شے کی تعریف اور تحدید نہیں کی جاسکتی بوجوہ ذیل۔

مسائل منطق پر امام صاحب کے اعتراضات

۱۔ حدتام کی پہلی شرط یہ ہے کہ جنس قریب سے مرکب ہو لیکن اس پر کیونکر اطمینان ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو ہم نے جنس قریب سمجھا وہ درحقیقت قریب ہے ممکن ہے کہ اس سے قریب تر جنس موجود ہو اور ہماری نظر سے رہ گئی ہو مثلاً شراب کی تعریف' سیال مسکر کے لفظ سے کی جاتی ہے اور سیال کو جنس قریب خیال کیا جاتا ہے حالانکہ سیال سے قریب تر جنس خود شراب (بمعنی لغوی) موجود ہے۔

۲۔ جنس کے لئے ذاتی ہونا شرط ہے حالانکہ ذاتی اور عرضی کی تمیز حد سے زیادہ مشکل ہے۔

۳۔ معرف میں شرط ہے کہ تمام ذاتیات آجائیں حالانکہ تمام ذاتیات کا احاطہ کرنا سخت مشکل ہے۔

یہ اعتراضات اگرچہ امام صاحب کے کمال فن اور دقت نظر کے ثبوت میں پیش نہیں کئے جاسکتے اور تیسرا اعتراض تو خود بوعلی سینا سے ماخوذ ہے لیکن ان اعتراضات کی واقعیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ارسطو کے زمانے سے آج تک جنس و فصل اور معرف و حد کے لئے انسان'

Marfat.com

حیوان اور ناطق کے سوا کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ معرف وحد کے متعلق سینکڑوں اصطلاحیں پیدا ہوگئی ہیں مثلاً جنس قریب' بعید' عالی' سافل' مقسوم' مقسم' ذاتی' عرضی وغیرہ وغیرہ لیکن یہ تمام دقیقہ سنجیاں' انسان اور حیوان ہی پر صرف کی جاتی ہیں جن لوگوں نے منطق کی تحصیل میں عمریں صرف کردی ہیں ان سے انسان کے سوا کسی اور چیز مثلاً پھل پھول' شاخ' گھاس وغیرہ کی حقیقت پوچھی جائے تو ساری موشگافیاں دھری رہ جائیں گی۔ طرہ یہ کہ انسان کی جامع و مانع تعریف بھی نہ ہوسکے گی انسان کی حد تام حیوان ناطق قرار دی ہے لیکن غور سے دیکھو تمام جانور حیوان ناطق ہیں' حیوان ہونا تو ظاہر' ناطق اس لئے کہ ہر جانور بقدر حیثیت استنباط نتائج حاصل کرتا ہے اور استنباط نتائج ہی کا نام ناطق ہے۔ یہ وہ امر ہے کہ انسان جس قدر مختلف اور دور کے نتائج استنباط کرسکتا ہے جانور نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ کمی بیشی کا فرق ہے۔ اصل نطق میں کلام نہیں اس کے علاوہ فرشتوں کی نسبت کیا کہا جائے گا وہ تو حساس' متحرک' بالارادہ ناطق سب کچھ ہیں۔

ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ معرف اور حد کی جو تعریف کی گئی ہے اس کی رو سے شاذ و نادر ہی کسی چیز کی تعریف کی جاسکتی ہے۔

فلسفے میں تصنیف

فلسفہ میں امام صاحب نے ایک نہایت مفصل کتاب مقاصد

Marfat.com

الفلاسفہ لکھی۔ یہ نہایت مبسوط کتاب ہے اور فلسفہ کی تمام اقسام یعنی منطق، طبیعات، عنصریات، الٰہیات پر مشتمل ہے۔ اسلامی ممالک میں اس کتاب کا نام ونشان نہیں ملتا۔ لیکن یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے موجود ہیں چنانچہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

جرمنی کے پروفیسر گوشی (Goshi) نے جرمن زبان میں امام غزالی پر جو کتاب لکھی اور جو برلن میں ۱۸۵۸ھ میں چھاپی گئی اس میں اس کتاب کے چند صفحے نقل کئے ہیں جس کو ہم اس موقع پر اس دعوے کے ثبوت میں نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فلسفہ کے مباحث کو کس قدر صاف اور واضح کر کے لکھا ہے۔

المقدمت الاولی فی تقسیم العلوم لاشک فی ان لکل علم موضوعات یبحث فیہ عن احوال ذالک الموضوع والاشیاء الموجودۃ التی یمکن ان یکون منظورا فیھا فی العلوم تنقسم الی ماوجودھا بافعالنا کسائر الاعمال الانسانیۃ من السیاسیات والتدبیرات والعبادات والریاضات والمجاھدات وغیرھا والیٰ مالیس وجودھا بافعالان کالسماء والارض و النبات والحیوان والمعادن وذوات الملائکۃ والجن والشیاطین وغیرھا فلاجرم انہ ینقسم العلم الحکمی الیٰ قسمین احدھما ما یعرف بہ احوال اعمالنا ویسمیٰ علماً عملیاً وفائدتہ ان ینکشف بہ وجوہ الاعمال التی بھا تنتظم

Marfat.com

مصالحنا فی الدنیا ویصدق لاجله رجآءنا فی الآخرة والثانی یتعرف فیه عن احوال الموجودات کلها التحصیل فی نفوسنا هئیة الوجود کله علی ترتیبه کما تحصل الصور المرئیة فی المراة ویکون حصول ذلک فی نفوسنا کمالاً لنفوسنا فان استعدادالنفس لقبولها خاصیة النفس فیکون فی الحال فضیلة وفی الاخرة سبا للسعادة کما سیاتی وکل واحد من العلمین ینقسم الی ثلاثه اقسام احدها العلم بتدبیر المشارکة التی للانسان مع الناس کافة فان الانسان خلق مضطراً الی مخالطة الخلق ولا ینتظم ذلک علی وجه یودی الی حصول مصلحة الدنیا وصلاح الاخرة الاعلی وجه مخصوص وهذا علم اصله العلوم الشرعیة وتکملة العلوم السیاسیة المذکورة فی تدبیر المدن وترتیب اهلها والثانی علم التدبیر المنزل وبه یعرف وجه المعیشة مع الدوجة والولد والخادم زمن یشتمل المنزل علیه والثالث علم الاخلاق وما ینبغی ان یکون الانسان علیه لیکون حبیبا فاضلافی اخلاته وصفاته ولما کان الانسان لامحالة اما وحنده واما مخالطا لغیر وکانت المخالطة اما خاصة مع اهل المنزل واما عامة مع اهل البلد القسم العلم بتدبیر هذا الاحوال الثلاث الی ثلثة اقسام لامحالة. واما العلم

Marfat.com

النظری نثلاثة اقسام احدها یسمی الالهی والفلسفة الا ولی والعلم الادنیٰ وانما انقسم ثلاثة اقسام لان الامور المعقولة لاتخلواما ان تکون بدیئة عن المادة والتعلق بالاجسام المتغیرة کذات اللہ تعالیٰ وذات العقل والوحدة والعلة والمعلول والموافقة والمخالفة والوجود والعدم وانظاره فان هذاه الامری تستحیل ثبوت بعضها للمواد کذات العقل واما بعضها فلایحب ان تکون فی المواد وان کان تدتعرض لها ذلک کالوحدة والعلة فان الجسم ایضاقد یوصف بکونه علة وواحدً اکما یوصف العقل ولکن لیس من ضرورتها ان تکون فی المواد واما ان تکون متعلقة بالمادة وهذا لایخلوا ما ان تکون بحیثیت یحتاج الی مادة معینة کالانسان والنبات والمعادن والسماء والارض وسائر انواع الاجسام واما ان یمکن تحضیلها فی الوهم من غیر مادة معینهة کالمربع والمثلث والمستطیل والمدور فان هذه الامور وان کانت لاتقوم لی وجودها الا فی مادة خاصیة یجرض فی الحدید والخشیب والتراب وغیره لاکالانسان فان مفهومة لایمکن ان یحصل الالی مادة معینة من لحم وعظم وغیره فان فرض من خشب لم یکن انسانا والمربع مربع کان من لحم اوطین اوخشت وهذه الامور یمکن

Marfat.com

تحصیلها فی الوهم من غیر التفات الی مادة نالعلم الذی یتولی النظر فیما هو بدی عن المادة بالکلیة هوالالٰهی والذی یتولی النظر فی المواد المعینة هوا الطبیعی نهذا هوعلة انقسام هذه العلوم الی ثلثة اقسام ونظر الفلسفة هوفی هذه العلوم الثلثة.

منطق و فلسفہ اگرچہ امام صاحب کا فن نہ تھا یہاں تک کہ انہوں نے باقاعدہ اس کی تحصیل بھی نہیں کی تھی تاہم یہ فنون بھی ان کے فیض سے محروم نہ رہے۔

آپ کی طرز تحریر سے فلسفہ کو فائدہ

امام صاحب سے پہلے فلسفہ پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان میں عموماً یہ خصوصیت ملحوظ ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئیں اور یہ اصول مسلمانوں کے زمانے سے بھی پہلے سے چلا آتا ہے ارسطونی فلسفہ کی جب تدوین کی افلاطون نے سخت ناراض ہوکر کہلا بھیجا کہ تم نے اسرار اور رموز کا طلسم توڑ دیا۔ ارسطو نے جواب میں کہلا بھیجا کہ گو میں نے اسرار بیان کیے لیکن ایسے الفاظ میں بیان کئے کہ عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ مسلمانوں میں فلسفہ ارسطو کا سب سے بڑا مفسر ابن سینا ہے۔ اس کی یہ حالت ہے کہ معمولی بات کو بھی اس قدر اینچ پینچ کے ساتھ اور ایسی مہیب اور پررعب عبارت میں ادا کرتا ہے کہ وہی معمولی بات عالم ملکوت کے

Marfat.com

فوق الادراک الہامات معلوم ہوتے ہیں۔ امام غزالی نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ وہ دقیق سے دقیق اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کو اس طرح تحلیل کرتے ہیں اور ایسے الفاظ میں ادا کرتے ہیں کہ معمولی صاحب استعداد کی سمجھ میں آ جائے یہی طرز ہے جس کو امام فخر الدین رازی نے اور زیادہ ترقی دی اور فلسفہ کو بازیچہ اطفال بنا دیا۔ اگرچہ افسوس ہے کہ متاخرین پھر وہی معمہ اور چیستان بولنے لگے جس سے یونانی فلسفہ کے متبذل مسائل بھی رموز و دقائق بن گئے۔

تہافة الفلاسفة

غرض مقاصد الفلاسفۃ لکھ کر جب امام صاحب ثابت کر چکے کہ فلسفہ کا کوئی راز ان سے مخفی نہ رہا تو انہوں نے اصل مقصو د یعنی فلسفہ کے اوپر توجہ کی۔ اس بحث پر انہوں نے ایک خاص کتاب لکھی جس کا نام تہافۃ الفلاسفۃ ہے۔ اس کتاب کے ذریعے میں جو تمہید لکھی ہے وہ ہمارے زمانے کے حالات سے بہت ملتی جلتی ہے اس لئے ہم اس کو مختصرا اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنکو یہ زعم ہے کہ ان کا دل و دماغ عام آدمیوں سے ممتاز ہے۔ یہ لوگ مذہبی احکام اور قیود کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ حکمائے قدیم مثلاً افلاطون، ارسطو وغیرہ مذہب کو لغو سمجھتے تھے اور چونکہ یہ حکماء تمام علوم و

Marfat.com

فنون کے بانی اور موجد تھے اور عقل و ذہن میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہوا اس لئے ان کا انکار مذہب اس بات کی دلیل بین ہے کہ مذہب حقیقت میں لغو اور باطل ہے اور اس کے اصول قواعد فرضی اور مصنوعی ہیں جو صرف ظاہر میں خوشنما اور دلفریب ہیں۔

اس بنا پر میں نے ارادہ کیا کہ ان حکماء نے الٰہیات پر جو کچھ لکھا ہے ان کی غلطیاں دکھاؤں اور ثابت کروں کہ ان کے مسائل اور اصول بازیچہ اطفال ہیں۔

فلسفے کے مسائل تین قسم کے ہیں۔

۱۔ وہ مسائل جو صرف الفاظ و اصطلاحات کے لحاظ سے مسائل اسلام سے مختلف ہیں مثلاً وہ خدا کو جوہر سے تعبیر کرتے ہیں لیکن جوہر سے ان کی مراد متحیز نہیں بلکہ وہ شے مراد ہے جو بالذات قائم ہو اور محتاج غیر نہ ہو۔ اس بنا پر خدا کو جوہر کہنا حقیقتاً درست ہے گو شریعت میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔

۲۔ وہ مسائل جو اصول اسلام کے خلاف نہیں مثلاً یہ مسئلہ کہ چاند میں اس وجہ سے گہن لگتا ہے کہ اس کے اور آفتاب کے بیچ میں زمین حائل ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے مسائل کا رد کرنا ہمارا فرض نہیں جو لوگ ان مسائل کے انکار اور ابطال کو جزو اسلام سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں اسلام پر ظلم کرتے ہیں کیونکہ ان مسائل کے اثبات پر مذہبی دلائل قائم ہیں جن کی واقفیت کے بعد ان کی صحت میں کسی قسم کا شک نہیں رہ سکتا۔ اب اگر کوئی شخص یہ ثابت کرے کہ یہ مسائل اسلام کے برخلاف ہیں تو واقف فن کو

Marfat.com

خود اسلام کے متعلق شبہ پیدا ہوگا۔

۳۔ تیسری قسم کے وہ مسائل ہیں جو اسلام کے عقائد مقررہ کے خلاف ہیں مثلاً عالم کا قدم حشر' اجساد کا انکار وغیرہ۔ یہی مسائل ہیں جن سے ہم کو غرض ہے اور جن کا باطل کرنا ہماری کتاب کا موضوع ہے۔

اس تمہید کے بعد امام صاحب نے فلسفہ کے بیس مسئلوں کو لیا ہے اور ان کا ابطال کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ امام صاحب کی یہ محنت چنداں سود مند نہیں ہوئی کیونکہ جن مسائل کو خلاف اسلام سمجھا ہے ان میں سے سترہ کی نسبت جو انہوں نے خود خاتمہ کتاب میں تصریح کی ہے کہ ان کی بنا پر کسی کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔ تین مسئلے جن کو قطعی کفر کا سبب قرار دیا ہے وہ بھی مختلف فیہ ہیں۔

غرض علم کلام کے سلسلہ میں تو یہ کتاب چنداں وقعت نہیں رکھتی تھی لیکن ایک دوسری حیثیت سے امام غزالی کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

مسلمانوں نے جب فلسفہ یونانی کا ترجمہ کیا تو اس کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ گویا اس کا ہر مسئلہ الہام الٰہی تھا۔ چنانچہ افلاطون اور ارسطو کا دل و دماغ مسلمانوں میں آج تک مافوق الفطرت خیال کیا جاتا ہے۔ ترجمہ کے بعد علمائے اسلام نے بطور خود جب فلسفہ میں تصنیفات کیں تو مسائل فلسفہ کو مسلمات اولیہ کی طرح تسلیم کرتے ہوئے یعقوب کندی' فارابی' شیخ بوعلی سینا جو درحقیقت خود ارسطو اور افلاطون کے ہم پایہ تھے ان میں سے کسی نے ان مسائل پر چوں و چرا نہیں کی' صرف ایک

Marfat.com

متکلمین کا گروہ تھا جس نے مذہبی خیال کی وجہ سے مخالفت کی لیکن ان لوگوں کو صرف ان مسائل سے غرض تھی جو اصول اسلام کے برخلاف تھے۔ یہ طرز بالکل نہ تھا کہ عام طور پر یونانی فلسفہ کے مسائل بیان کیے جائیں اور ساتھ ساتھ ان پر تنقید اور ریویو ہوتا جائے۔ امام غزالی کی تہافۃ الفلاسفۃ گو خود اس طرز پر نہیں لکھی گئی تھی لیکن اس نے اس طرز کی بنیاد قائم کردی۔ اس نے فلسفہ یونانی کی عظمت دلوں سے کم کردی اور لوگ اس عیب و ہنر کی جانچ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ شیخ الاشراق نے حکمت الاشراق لکھی تو یونانی مسائل کے ساتھ جہاں جہاں ان میں غلطیاں تھیں ان سے بھی تعرض کرتے گئے ابوالبرکات بغدادی نے کتاب المعتبر اسی انداز پر لکھی اور امام رازی نے فلسفہ یونانی کو بالکل ہی آماجگاہ بنالیا اور اس کے صحیح مسائل کی بھی دھجیاں اڑا دیں۔

جن مسائل فلسفہ کو باطل کیا

بہر حال اس کتاب میں امام صاحب نے جن مسائل پر بحث کی ہے ان کی یہ تفصیل ہے۔

۱۔ فلسفیوں کے اس دعوے کا ابطال کہ عالم ازلی ہے۔

۲۔ اس دعوے کا ابطال کہ عالم ابدی ہے۔

۳۔ فلاسفہ کا یہ قول کہ خدا عالم کا صانع ہے دھوکہ ہے اور نہ ہی ان کے اصول کے مطابق خدا صانع عالم ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

۴۔ فلاسفہ خدا کا وجود ثابت نہیں کر سکتے۔

۵۔ فلاسفہ خدا کی توحید ثابت نہیں کر سکتے۔

۶۔ فلاسفہ جو صفات الٰہی کے منکر ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔

۷۔ فلاسفہ کا یہ غلط ہے کہ خدا کی جنس و فصل نہیں۔

۸۔ فلاسفہ کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ خدا کی ذات بسیط محض بلا ماہیۃ ہے۔

۹۔ فلاسفہ یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ خدا کے جسم نہیں۔

۱۰۔ فلاسفہ کو دہریہ ہونا لازم ہے۔

۱۱۔ فلاسفہ یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ خدا اپنے سوا کسی اور کو جان سکتا ہے۔

۱۲۔ فلاسفہ یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ خدا اپنی ذات کو جانتا ہے۔

۱۳۔ فلاسفہ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ خدا جزئیات کو نہیں جانتا۔

۱۴۔ فلاسفہ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ آسمان حیوان متحرک بالارادہ ہے۔

۱۵۔ فلاسفہ نے آسمان کی حرکت کی جو غرض بیان کی ہے وہ باطل ہے۔

۱۶۔ فلاسفہ کا یہ خیال غلط ہے کہ آسمان تمام جزئیات کے عالم ہیں۔

۱۷۔ خرقِ عادات کا انکار باطل ہے۔

۱۸۔ فلاسفہ یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ روح ایک جوہر ہے جو نہ جسم ہے نہ عرض۔

۱۹۔ فلاسفہ یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ روح ابدی ہے۔

۲۰۔ فلاسفہ جو قیامت اور حشرِ اجساد کے منکر ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔

Marfat.com

امام صاحب نے ان مسائل پر جو کچھ لکھا ہے ان پر اگر ریویو کیا جائے تو ہماری کتاب صد در صد ہزار صفحہ بازعہ بن جائے گی اس لئے ہم اس سے درگزر کرتے ہیں تاہم نمونہ کے طور پر ہم ایک مسئلے کو لیتے ہیں جس کے ضمن میں ہم امور ذیل دکھلانا چاہتے ہیں۔

۱۔ یونانی کس طریقے سے حقائق اشیاء پر استدلال کیا کرتے تھے۔

۲۔ چونکہ یونانیوں کے استدلال کا طریقہ محض خیالی تھا اس لئے علمائے اسلام محض احتمالات عقلی سے اس کو باطل کرتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔

۳۔ فلسفہ قدیم جو ہمارے علماء کا سرمایہ افتخار ہے اس کی عظمت اور شان اسی وقت تک ہے کہ انہی مصطلحہ الفاظ اور اسی مخصوص پیرائے میں اس کو ادا کیا جائے ورنہ اگر ان مسائل کو تحلیل کر کے عام فہم طریقے میں بیان کیا جائے تو بچوں کا کھیل رہ جاتا ہے۔

یونانی عالم کے قدم کی قائل تھے۔ امام صاحب نے اس مسئلہ کے متعلق پہلا فلاسفہ کا استدلال نقل کیا پھر اس پر ردوقدح کی۔

استدلال کے سمجھنے کے لئے پہلے چند اصطلاحیں سمجھ لینی چاہئیں اور چند مقدمات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

۱۔ جو چیز ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اس کو واجب کہتے ہیں۔

۲۔ جو چیز نہ کبھی موجود تھی اور نہ آئندہ موجود ہو سکتی ہے وہ ممتنع ہے۔

۳۔ جو چیز ہمیشہ سے نہیں ہے لیکن وجود میں آئی اور فنا ہو جائے گی وہ ممکن ہے۔

Marfat.com

۴۔ جو چیز ممکن ہے وہ چیز موجود ہونے سے پہلے بھی ممکن تھی کیونکہ اگر ممکن نہ تھی تو یا واجب ہوتی یا ممتنع لیکن اگر واجب ہوتی تو ہمیشہ سے موجود ہوتی اور اگر ممتنع ہوتی تو کبھی وجود میں نہ آتی۔

۵۔ صفت کے لئے موصوف کا وجود ضروری ہے مثلاً اگر سیاہی کا وجود ہے تو ضروری ہے کہ وہ سیاہی کسی خاص شے میں پائی جائے۔

ان مقدمات کے بعد عالم کے قدیم ہونے پر اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ عالم وجود میں آنے سے پہلے ممکن تھا (بر بنائے مقدمہ ۴) اور چونکہ ممکن ہونا ایک صفت ہے اور صفت کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اس لئے ضروری ہے کہ کوئی چیز موجود تھی جس کے ساتھ امکان کا یہ وصف قائم تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب عالم موجود نہ تھا اس وقت بھی کوئی شے تھی جس سے یہ عالم وجود میں آیا۔ اس استدلال کو مثال میں یوں سمجھو کہ ایک صراحی جو اس وقت موجود ہے جب نہیں موجود تھی تب بھی کوئی شے (مٹی) موجود تھی جو ایک خاص صورت پکڑ کر اب صراحی بن گئی۔

یہ استدلال اگر تجربہ وجدان اور استقرار پر محمول کیا جاتا تھا تو یقین پیدا کرنے کے لئے کافی تھا لیکن یونانیوں نے صرف الفاظ و اصطلاحات و مفروضات پر مدار رکھا اس لئے ان کی کوشش بیکار گئی چنانچہ امام غزالی نے اس استدلال کو اس طرح رد کیا۔

یہ مسلم نہیں کہ ہر قسم کی صفات کے لئے موصوف کا وجود خارجی ضرور ہے۔ امتناع بھی تو ایک صفت ہے اس کا موصوف کہاں ہے؟ جب

Marfat.com

ہم کہتے ہیں کہ شریک باری ممتنع ہے تو ظاہر ہے کہ امتناع کی صفت کا موقوف شریک باری ہے لیکن کیا شریک باری خارج میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ اعراض مثلاً سیاہی' سپیدی وغیرہ جب موجود نہ تھے تو ان کا وجود ممکن تھا۔ اس امکان کا موصوف کیا چیز تھی اور وہ کہاں موجود تھی اگر یہ کہا جائے کہ اعراض کے امکان کے یہ معنی ہیں کہ جواہر موجود تھے اور وہ اعراض کے ساتھ متصف ہو سکتے تھے تو یہ درحقیقت اعراض کا امکان نہیں بلکہ اجسام کے اتصاف کا امکان ہے حاصل یہ کہ امتناع وغیرہ عقلی اعتبارات ہیں ان کے لئے وجود خارجی کی ضرورت نہیں۔

امام صاحب نے اس تقریر کے بعد فلاسفہ کی طرف سے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے اور پھر ان کا رد کیا ہے لیکن ہم اس کو اختصار کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔

دیکھو ایک معمولی مسئلہ الفاظ کے چکر میں آ کر اس قدر پیچیدہ ہو گیا۔ طرز استدلال نے اصل مسئلہ کے سوا اور بہت سے مسئلے پیدا کر دیئے۔ امکان کی حقیقت' صفتہ کی حقیقت' صفت کے لئے موصوف کے وجود کی حقیقت' یہ مراحل طے ہوں تب دعویٰ ثابت ہو۔

اس مسئلے پر سادہ اور صاف طریقے میں اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے۔

دنیا میں جو چیز موجود ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عدم محض سے وجود میں نہیں آئی اور نہ وہ معدوم محض ہو سکتی ہے مثلاً تخت پہلے ایک سادہ لکڑی

Marfat.com

تھی' درخت تھا' درخت تخم تھا' تخم کچھ اور تھا' غرض کہیں جا کر یہ سلسلہ اس طرح نہیں ختم ہوتا کہ عدم محض رہ جائے اسی طرح اگر تمام زمانہ مل کر چاہے کہ ایک ذرے کو بالکل فنا کر دے تو نہیں کر سکتا' کسی چیز کو جلا دو راکھ ہو جائے گی راکھ کو ہوا میں اڑا دو' اس کے اجزء پریشان ہو جائیں گے لیکن بالکل معدوم نہ ہونگے۔

جو لوگ منطقی کج بحثیوں اور اصطلاحاتِ فلسفی کے خوگر ہیں ان کو یہ استدلال عامیانہ اور سوقیانہ معلوم ہوگا' وہ یہ بھی کہیں گے کہ استقرا کوئی قطعی دلیل نہیں۔

لیکن انصاف سے دونوں طرز استدلال کا مقابلہ کرو۔

پہلا استدلال محض اصطلاحات پر مبنی ہے جس سے دل میں یقین کی کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اس کے علاوہ دلیل کے مقدمات سب بحث طلب ہیں جو شخص ایک چیز کو بالکل معدوم فرض کرتا ہے وہ کیوں یہ تسلیم کرے گا کہ اس حالت میں بھی وہ ممکن ہے۔

امکان' وجوب' امتناع یہ سب اوصاف اسی چیز کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں جس کا کسی نہ کسی قسم کا وجود ہو۔ ممتنع کا وجود گو خارجی نہیں ہوتا لیکن ذہنی ہوتا ہے اور اسی بنا پر قضیہ کا موضوع ہو سکتا ہے' لیکن جو چیز خارج میں ہے نہ ذہن میں ہے یعنی معدوم مطلق ہے اس پر کیا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ عدم کی حالت میں بھی امکان کی صفت کے ساتھ موصوف ہے لیکن یہ کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ صفت کا

Marfat.com

موصوف خارج میں موجود ہوتا ہے۔ کلی ہونا ایک وصف ہے اس کا موصوف خارج میں کیونکر پایا جاسکتا ہے' خارج میں جو چیز موجود ہوگی وہ جزی ہو کر ہوگی کلی نہیں ہوسکتی۔ غرض ان مقدمات کو جس قدر ادھیڑو گے اس کے ریشے پھیلتے جائیں گے اور آخر میں کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

بخلاف اس کے دوسرا طرز استدلال واقعات پر مبنی ہے دنیا میں ہزاروں لاکھوں چیزیں موجود ہیں سب موجودہ صورت سے پہلے کسی صورت میں موجود تھیں آج کوئی تجربہ اس کے خلاف نہیں بتایا جاسکتا ہے۔ ان واقعات سے کیا یقین نہیں پیدا ہوتا کہ کوئی شے کبھی معدوم محض نہیں تھی۔

باقی یہ احتمالات کہ ممکن ہے کہ اس کے خلاف تجربہ ہوا ہو اور ہم کو معلوم نہ ہو ممکن ہے کہ سب سے پہلے جو شے پیدا ہوئی وہ عدم محض سے پیدا ہوئی ہو طالب العلمانہ کج بحثیاں ہیں جن سے یقین میں فرق نہیں آتا۔ سینکڑوں کلیات جو یقینی قرار دیئے جاتے ہیں ان میں اس سے زیادہ احتمالات پیدا کئے جاسکتے ہیں لیکن کیا اس سے ان کا یقینی ہونا باطل ہو جاتا ہے۔

بہرحال امام صاحب نے ترکی بہ ترکی جواب دیا' یونانی جس طریقے سے استدلال کرتے ہیں۔ امام صاحب نے بھی اسی قسم کے مقدمات سے ان کے استدلال کو رد کیا۔

علامہ ابن رشد نے جو ارسطو کا حلقہ بگوش ہے امام صاحب کی اس کتاب کا رد لکھا لیکن امام صاحب کی فضیلت کے لئے اسی قدر کافی ہے

Marfat.com

کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے بطور خود نہایت قلیل زمانہ میں فلسفہ کی تحصیل کی تھی۔ تاہم وہ فلسفہ پر اس طرح حملہ آور ہو سکے کہ ابن رشید جیسے فلاسفر کو ان کے حملے کے روکنے کے لئے اس قدر اہتمام کرنا پڑا۔

اثباتِ عقائد

امام صاحب کا اصلی کارنامہ یہیں سے شروع ہوتا ہے اور یہی چیز ہے جس نے امام صاحب کے نام کو شہرت دی ہے۔

اثباتِ عقائد سے یہ مراد ہے کہ امام صاحب نے اسلام کے عقائد کو دلائل عقلیہ سے کیونکر ثابت کیا لیکن اس کی تفصیل سے پہلے یہ بحث طے کرنی چاہئے کہ امام صاحب کے نزدیک اسلامی عقائد کیا تھے؟ اسلام کا اصل اصول تو صرف دو کلمے ہیں **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ لیکن کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو کر بہت سے فرقے پیدا ہو گئے اور ہر فرقہ نے اپنے قرارداد مسائل کو کفر و اسلام کا معیار قرار پایا۔ امام صاحب بھی ایک خاص فرقہ یعنی اشعریہ سے منسوب تھے اور اس بنا پر ان کے عقائد کے بیان میں اشعریوں کے عقائد کی فہرست لکھ دینی کافی تھی خصوصاً اس وجہ سے کہ احیاء العلوم میں جہاں اسلام کے عقائد بیان کئے ہیں بے کم وکاست اشاعرہ کے عقائد لکھ دیئے ہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات اس باب میں مختلف ہیں اور اس اختلاف نے لوگوں کو ان عقائد کے متعلق حیرت زدہ

Marfat.com

کر دیا ہے علامہ ابن رشد فصل المقال میں ان کی نسبت لکھتے ہیں:

انہ لم یلزم مذھباً من المذاھب فی کتبہ بل ھو مع الاشاعرۃ اشعری ومع الصوفیہ صوفی ومع الفلاسفۃ فیلسون.	غزالی نے اپنی کتابوں میں کسی مذہب خاص کا التزام نہیں کیا بلکہ وہ اشعریوں کے ساتھ اشعری' صوفیوں کے ساتھ صوفی اور فلاسفہ کے ساتھ فیلسوف ہیں۔

امام صاحب کے مخالفوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا جس کی تفصیل اس کتاب کے خاتمے میں آئے گی وہ بھی اسی وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ امام صاحب کی تصنیفات میں ان کو جا بجا اشاعرہ وغیرہ کے خلاف عقائد ملتے ہیں۔ چونکہ امام صاحب کے مذہبی خیالات کے متعلق یہ ایک اہم بحث ہے اور چونکہ عقائد میں مسلمانوں کا گروہ کثیر امام صاحب ہی کا پیرو ہے اس لئے ہم اس بحث کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ آج تک اس چیستان کو کسی نے حل نہیں کیا۔

اس اشکال کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات کا باہمی اختلاف ان کے تلون طبع یا صلح کل کے اصول پر مبنی نہیں ہے بلکہ امام صاحب نے قصداً ایسا کیا اور خود اس کی تصریح کر دی۔ جواہر القرآن میں لکھتے ہیں۔[1]

کر دیا ہے علامہ ابن رشد فصل المقال میں ان کی نسبت لکھتے ہیں:

والرتبۃ الاولیٰ من الرتبتین	دونوں درجوں میں سے پہلا

[1] یہ کتاب بمبئی میں چھپ گئی ہے لیکن اخیر سے ناقص ہے میرے پاس پورا قلمی نسخہ موجود ہے۔

Marfat.com

وهي معرفته ادلة ظاهر هذا
العقيده فقد اودعنا ها
الرسالة القدسية في قدر
عشرين ورقاً وهي احد
فصول كتاب قواعد العقائد
من كتب الاحياء واما ادلتها
مع زيادة تحقيق ومع زيادة
قانيق في ايداد الاسولة ولا
شكلات فقد اودعنا كتاب
الاقتصاد في الاعتقاد مقدار
مائة ورقة وهو كتاب مفرد
بنفسه يحوى كتاب علم
المتكلمين فان اردت ان
تستشق شيئاً من روائح
المعرفة صادفت منه مقدارًا
يسيراً مبثو ثاني كتاب
الصبر والشكر و كتاب
المحبة وبيان التوحيد من
اول التوكل وجملة ذلك
في كتب الاحياء تصادف

درجہ یعنی اس عقیدے کے ظاہری
مفہوم پر استدلال کرنا اس کو ہم
رسالہ قدسیہ میں درج کر چکے ہیں
یہ رسالہ بیس صفحوں میں ہے اور
احیاء العلوم فصل قواعد العقائد کا
ایک حصہ ہے باقی ان عقائد کے
دلائل تحقیق کے ساتھ اور سوال و
جواب کی رنگ آمیزی کے ساتھ
تو کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد میں
درج ہیں جو سو ورق میں ہے یہ
مستقل ایک کتاب ہے اور اس
میں متکلمین کا تمام علم درج ہے
لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ معرفت کی
کسی قدر خوشبو دماغ میں آئے تو
احیاء العلوم کی کتاب الصبر والشکر
و کتاب المحبۃ و بیان التوحید من
کتاب التوکل میں کچھ کچھ اس کا
شمہ ملے گا اور کسی قدر مقصد
الاقصیٰ میں۔ جس سے یہ معلوم
ہوگا کہ معرفت کا دروازہ کس

Marfat.com

منه قدراً صالحاً يعرفك كيفية قدء باب المعرفته من كتاب مقصد الاقصر دان اردت صريح المعرفة بحقايق هذاه العقيدة من غير بحفجة ولا مواقبة فلا تصادفه. الافي بعض كتبنا المضنون به على غيراهلها

طرح کھٹکھٹایا جاتا ہے اور اگر چاہتے ہو کہ صاف صاف اور بے لاگ ان عقائد کی حقیقت معلوم ہو تو اس کو صرف ہماری کتاب المضنون بہ علےٰ غیر اہلہ میں پاسکتے ہو۔

اسی کتاب میں ایک اور موقع پر لکھتے ہیں۔

والثانى وهومحاجة الكفار ومجادلتهم ومنه يانشعب، علم الكلام المقصود لرد الضلات ولبدع وازلة الشبهات ويتكفل به المتكلبون و هذه العلم قدشرحناه على طبقتيق سمينا الطبقة القربية منها الرسالة القدسية والطبقة التى فرقها الا قتصادنى الاعتقاد ومقصود هذا العلم

دوسری چیز کافروں سے مناظرہ اور مجادلہ کرنا ہے اور اسی سے علم کلام پیدا ہوتا ہے جس کا مقصود گمراہیوں اور بدعتوں کا رد کرنا ہے اور اعتراضات کا رفع کرنا ہے۔ اس علم کے ذمہ دار متکلمین ہیں ہم نے دو طرز پر اس کی شرح کی ہے ایک معمولی طرز پر اس کا نام رسالہ قدسیہ ہے اور ایک اس سے اعلیٰ تر اس علم کا مقصود یہ ہے کہ بدعتیوں کے شور و شغب سے

Marfat.com

حراسة عقيدة عوام عن تشويش المبتدعة والا يكون هذا العلم عليا بكشف الحقايق وبجنسه يتعلق كتاب الذى منفناه فى تهافة الفلاسفة والذى اوردناه فى الردعلى الباطنية فى كتاب المظلقب بالمستظهرى وفى كتاب حجة الحق وقاصم الباطنية وكتاب مفصل الخلاف فى اصول الدين۔

عوام کے عقیدے کی حفاظت کی جائے لیکن اس علم میں حقائق بیان نہیں کیے جاتے اسی قسم کی ہماری وہ کتاب ہے جس میں فلاسفہ کی غلطیوں کا بیان ہے یعنی تہافۃ الفلاسفۃ اور وہ جو باطنیہ کے رو میں ہے یعنی مستظہری و حجۃ الحق وقاصم الباطنیۃ و مفصل الخلاف۔

ان عبارتوں میں امام صاحب نے خود تصریح کر دی ہے کہ عقائد میں ان کی تصنیفات مختلف مراتب کی ہیں بعض عوام کے مذاق کے موافق ہیں بعض اس سے کسی قدر بلند رتبہ ہیں۔ بعض میں کچھ کچھ حقائق و اسرار کا پردہ کھولا ہے بعض ایسی ہیں جن میں تمام حقائق ظاہر کر دیے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں ابتدا ہی سے دو مختلف راہیں قائم ہو گئی تھیں۔ اول گروہ کی رائے تھی کہ شریعت میں کچھ اسرار نہیں ہیں جو عقائد شریعت میں مذکور ہیں ایک عامی جس طور پر ان کو سمجھتا ہے خواص کو بھی اسی طور سے سمجھنا چاہیے اور اس عقیدے کے ثابت کرنے کے لئے

Marfat.com

جو دلائل ایک عامی کے لئے قائم کیے جاتے ہیں خواص کے لئے بھی وہی دلائل استعمال کرنے چاہئیں۔ دوسرا گروہ اس کے خلاف تھا۔

علامہ ابن رشد فصل القابل میں لکھتے ہیں:

وکثیرا من الصدر الاول قد نقل عنهم انهم کانو ایدون ان للشرع ظاهراً وباطناً وانه لیس یجب ان یعلم بالباطن من لیس من اهل العلم به ولا یقدر علی فهمه.	قرن اول کے اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ شریعت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور جو شخص باطن کے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا اس کو باطن کا علم سکھلانا ضروری نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت علی کا قول منقول ہے کہ

حدثوا الناس بما یعرفون ودعوا ماینکرون اتریدون ان یکذب الله ورسوله.	جو بات لوگوں کی عقل میں آئے ان سے بیان کرو اور جو نہ آئے وہ چھوڑ دو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ خدا اور رسول کو جھوٹا بنائیں۔

امام غزالی اسی دوسرے گروہ کے ہم خیال تھے' چنانچہ اپنی تصنیفات میں کثرت سے اس کی تصریحیں کی ہیں۔ احیاء العلوم کے دیباچے میں اس پر نہایت مفصل بحث کی ہے' جس کے ابتدائی مضامین یہ ہیں۔

فاعلم ان انقسام هذه	ان علوم کے خفی و جلی کی طرف

Marfat.com

العلوم الیٰ خفیة وجلیة لاینکرها ذو ابصیرة وانما ینکرها القاصرون الذین تلقفوا فی اوائل الصبیٰ شیئاً وجمدوا علیه فلم یکن لهم ترق الی شاو العلماء

منقسم ہونے سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کرسکتا صرف وہ انکار کرتے ہیں جنہوں نے بچپن میں کچھ باتیں سیکھیں اور پھر اسی پر جم گئے تو وہ علماء کے مرتبے تک ترقی نہیں کرسکتے۔

جواہر القرآن میں ذات باری اور واقعات قیامت کے متعلق جو عقائد ہیں ان کو لکھ کر کہتے ہیں کہ ان عقائد کے دو درجے ہیں۔

احدیها معرفة ادلة هذا العقیدة الظاهرة من غیر غوص علی اسرارها والثانیة معرفة اسرارها و لباب معانیها وحقیقة ظواهرها والرتبتان جمعا یستا واجبتین علی جمیع العوام.

ایک درجہ اس ظاہری عقیدے کے دلائل کا جاننا ہے بغیر اس کے کہ اس کے ایک اسرار پر غور کیا جائے دوسرے ان عقائد کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے معانی کا مغز دریافت کرنا اور ان کے ظاہر کی اصل حقیقت دریافت کرنا ان دونوں درجوں کا حاصل دریافت کرنا سب پر فرض نہیں ہے۔

الجامع العوام کے خاتمے میں لکھتے ہیں:

فلیوضع کل شئی موضعه چاہیے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی

Marfat.com

كما امر الله تعالیٰ به نبيه حيث قال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنه وجا دلهم بالتی هی احسن والمدعو بالحكمة الى الحق قوما وبالموعظة الحسنة قوم اخسرو بالمجادلة الحسنة قوم اخرون علیٰ مافعلنا اقسامهم فی كتابنا القسطاس المستقيم.

جائے جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا اور قرآن میں فرمایا کہ تم لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت اور نصیحت کے ذریعہ سے اور ان سے مجادلہ کرو بطرز پسندیدہ حکمت کے جو لوگ مخاطب ہیں اور وہ نصیحت کے مخاطب اور مجادلہ کے مخاطب اور جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب قسطاس میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

قسطاس مستقیم جس کا امام صاحب نے اس موقع پر حوالہ دیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

قال الله تعالیٰ ارع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن واعلم ان المدعو الی الله بالحکمة قوم و بالموعظة قوم وبالمجادلة قوم وان الحکمة ان دعی بها

خدا نے کہا ہے کہ لوگوں کو خدا کے رستے کی طرف بلاؤ حکمت کے ذریعہ سے اور نصیحت کے ذریعہ سے اور ان سے بحث کرو، بطرز معقول، جاننا چاہئے کہ حکمت کے ذریعہ سے جو لوگ بلائے جاتے ہیں وہ اور ہیں نصیحت کے ذریعہ

Marfat.com

اهل الموعظة اضربهم كما اضربا لطفل الرضيع التغذية بلحما لطيروان المجادلة له ان استعملت مع اهل الحكمة اشما زواعنها كما يشمئز طبع الرجل القوى من الارتضاع بلبن الادمى وان من استعمل الجدال مع اهل الجدال بطريق لايحسن كما يعلم من القرآن كان كمن غذى البدوى بخير البر دلم يالف الا التمر وهذه دقايق لا يدرك الانبور التعليم المقتبس من عالم النبوة.

نے اور اور اگر حکمت ان لوگوں کے لئے استعمال کی جائے جو نصیحت کے مخاطب ہیں تو ان کو نقصان ہوگا جس طرح شیرخوار بچہ کو پرند کا گوشت کھانا نقصان کرتا ہے اور اگر مجادلہ ان لوگوں کے ساتھ استعمال کیا جائے جو حکمت کے اہل ہیں تو ان کو نفرت ہوگی جس طرح قوی آدمی کو آدمی کا دودھ پلایا جائے اور اگر مجادلہ بطرز پسندیدہ نہ کیا جائے تو اس کی یہ مثال ہوگی کہ ایک بدوی کو گیہوں کا آٹا کھلایا جائے حالانکہ اس کو صرف کھجور کھانے کی عادت ہے اور یہ وہ باریک باتیں ہیں جو صرف اس نور سے حاصل ہوتی ہیں جو مقام نبوت سے حاصل کیا گیا ہے۔

جواہر القرآن میں قیامت کے حالات میں لکھتے ہیں:

ويشتمل ايضاً على ذكر

اور اس میں فریقین (یعنی کافر

Marfat.com

مقدمات احوال الفریقین وعنہا یعبر بالحشر والنشر والحساب والمیزان والصراط ولہا ظواھر جلیۃ تجری تجری الغذآء لعوام الخلق ولہا اسرار غامضۃ تجری مجری الحیوۃ مخصوص الخلق۔

ومسلمان کے حالات مذکور ہیں جس کی تعبیر حشرونشر حساب و میزان وصراط سے کی جاتی ہے اور ان چیزوں کے ایک ظاہری معنی ہیں جو عوام خلق کے لئے غذا کا کام دیتے ہیں ایک باطنی جو دقیق ہیں اور خواص کے لئے بجائے زندگی کے ہیں۔

ان اصولوں کے معلوم ہونے کے بعد یہ عقدہ خودبخود حل ہوتا ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات میں اختلاف کی کیا وجہ ہے' امام صاحب کے نزدیک چونکہ تعلیم وہدایت کا طریقہ سب کے لئے یکساں نہیں ہوسکتا تھا اس لئے ضرور تھا کہ ان کی تصنیفات مختلف المذاق اور مختلف الاصول ہوتیں۔اب ہم ذیل میں ایک نقشہ درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ امام صاحب کی کونسی کتابیں کس قسم کی ہیں اور ہم کو ان کے خاص عقائد اور اصول سے واقف ہونے کے لئے کن باتوں پر اعتماد کرنا چاہئے جواہر القرآن کی عبارت جو آغاز بحث میں ہم نے نقل کی' اس میں امام صاحب نے خود اس کی تعیین کردی ہے یہ نقشہ اسی کے موافق مرتب کیا گیا ہے۔

رسالہ قدسیہ: ۲۰ اوراق میں ہے اور احیاء العلوم میں شامل ہے اس میں ظاہری عقائد کے دلائل شامل ہیں۔

Marfat.com

اقتصاد فی الاعتقاد: سو اوراق میں ہے یہ بھی متکلمین کے معمولی انداز میں ہے لیکن دلائل میں زیادہ تحقیق وتدقیق کی ہے۔

تهافة الفلاسفة: اس میں بھی متکلمین کا انداز ہے۔

مستظهری: فرقہ باطنیہ کے رد میں۔

حجة الحق: یہ بھی باطنیہ کے رد میں ہے اور بغداد میں لکھی گئی ہے جیسا کہ امام صاحب نے منقذ میں تصریح کی ہے۔

مفصل الخلاف: یہ بھی باطنیہ کے رد میں ہے۔

قاصم الباطنیه: یہ بھی باطنیہ کے رد میں ہے۔

یہ تمام تصنیفات مروجہ علم کلام کے انداز پر لکھی گئی ہیں اور حقائق و اسرار سے خالی ہیں۔

مضنون به علیٰ غیر اهله: اس کتاب میں اصلی حقائق درج ہیں۔

مضنون به اعلیٰ اهله: مضنون بہ علیٰ غیر اہلہ کے خاتمے میں امام صاحب نے تصریح کی ہے کہ مضنون بہ علیٰ اہلہ میں وہ حقائق لکھوں گا جو مضنون بہ علیٰ غیر اہلہ میں بھی نہیں لکھے تھے۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ امام صاحب کی اور بھی تصنیفات ہیں جو انہی مباحث پر ہیں مثلاً من الضلال' التفرقہ بین الاسلام والزندقہ' مشکوٰۃ الانوار۔ ان کتابوں کے متعلق امام صاحب کی کوئی خاص تصریح موجود نہیں لیکن ان کے مضامین سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس قسم میں داخل کی جا سکتی ہیں۔

Marfat.com

اس تفصیل کے بعد اب موقع ملتا ہے کہ ہم امام صاحب کے خاص علم کلام سے بحث کریں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مختصر طور پر بتایا جائے کہ امام صاحب کے زمانے میں جو علم کلام متداول تھا کیا تھا؟ اور امام صاحب نے اس میں کیا تبدیلیاں کیں اور کس ضرورت سے کیں۔

قدیم علمِ کلام

اس زمانے میں جو علم کلام شائع تھا اشعری کی طرف منسوب تھا' ماتریدیہ کا علم کلام وجود میں آچکا تھا لیکن چونکہ اس زمانے کے بڑے بڑے نامور علماء مثلاً باقلانی ابن خورک' امام الحرمین وغیرہ شافعی تھے اور ماتریدیہ حنفیہ سے خصوصیت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ چنداں رواج پذیر نہیں ہوا تھا اس کلام کی بنیاد امام ابوالحسن اشعری نے ڈالی تھی۔ امام صاحب سے پہلے علم کلام کے جو مختلف طریقے تھے آپس میں بالکل مختلف تھے ایک محض عقلی تھا تو دوسرا بالکل نقلی۔ امام موصوف چونکہ مدت تک معتزلی رہ چکے تھے اور اخیر میں تائب ہو کر منقولی گروہ میں آئے تھے اس لئے ان کے علم کلام میں خودبخود یہ خصوصیت پیدا ہوگئی کہ منقول میں معقول کی بھی کچھ آمیزش ہوگئی۔ تمام بڑے بڑے اشاعرہ' متکلمین اپنے علم کلام کی ترجیح کی وجہ یہی قرار دیتے ہیں کہ وہ جامع عقل و نقل ہے۔

امام اشعری نے جو اصول قائم کئے وہ معتدل اور افراط و تفریط

Marfat.com

سے الگ تھے لیکن اسی چیز نے جو اس کی خوبی تھی یعنی عقل کی آمیزش' رفتہ رفتہ اس کی حالت بدل دی' امام اشعری کے بعد امام غزالی تک کوئی شخص اس سلسلہ میں ایسا نہیں پیدا ہو جو علوم عقلیہ کا ماہر ہوتا' بلکہ یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ کسی نے علوم عقلیہ کی تحصیل بھی کی تھی نتیجہ ہوا کہ علم کلام کے اصول اور مسائل میں نہ بالکل سادگی رہی نہ پوری باریک بینی آ سکی۔ دونوں کی ناتمامی نے رفتہ رفتہ عقائد کو نہایت پیچیدہ' مشکل اور مجموعہ اشکالات بنا دیا' اس کی توضیح امثلہ ذیل سے ہوگی۔

قدیم علمِ کلام کے مسائل

شاعرہ سے پہلے تمام محدثین اور ارباب ظاہر' خدا کی رویت کے قائل تھے' بخلاف اس کے معتزلہ کو انکار تھا' لیکن محدثین جہاں اس بات کے قائل تھے کہ خدا نظر آ سکتا ہے وہاں اس بات کے بھی قائل تھے کہ خدا عرش پر متمکن ہے اور ذوجہتہ و قابل اشارہ ہے۔ اشاعرہ نے احادیث و روایت کا تو اقرار کیا لیکن معقولات کی آمیزش سے ان امور کے قائل نہ ہو سکے کہ خدا متحیز ہے۔ ذوجہتہ ہے' قابل اشارہ ہے کیونکہ اس قدر وہ جانتے تھے کہ یہ امور جسمانیات کے خواص میں ہیں اور خدا جسمانی نہیں ہے۔ اب یہ دقت پیش آئی کہ جو چیز متحیز اور قابل اشارہ نہیں وہ آنکھ سے نظر نہیں آ سکتی' مجبوراً اشاعرہ کو علم مناظرہ کے تمام مسلمہ اصول سے انکار کر کے یہ دعویٰ کرنا پڑا کہ کسی چیز کے نظر آنے کے لئے اس کا سامنے

Marfat.com

ہونے یا قابل اشارہ ہونا ضروری نہیں، صرف اس کا موجود ہونا کافی ہے' شرح مواقف میں ہے۔

ان الاشاعرة جوز واردية مالایکون مقابلا ولا فی حکمة بل جوز واردية اعی الصين بقة الاندلس.	اشاعرہ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایک چیز سامنے نہ ہو اور نظر آئے بلکہ ان کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ چین میں ایک اندھا اندلس کے مچھر کو دیکھ لے۔

اب دوسرا شبہ یہ پیدا ہوا کہ اگر صرف موجود ہونا کافی ہے تو خدا ہمیشہ موجود ہے۔ اس لئے ہر وقت اس کو نظر آنا چاہئے۔ اس سے بچنے کے لئے اشاعرہ نے یہ اصول قائم کیا کہ ممکن ہے کہ ایک شے کے نظر آنے کے تمام شرائط پائے جائیں اور وہ نظر نہ آئے۔ شرح مواقف میں ہے۔

لا نسلم وجوب الرؤية عند اجتماع الشروط الثانية.	نظر آنے کی جو آٹھ شرطیں ہیں ان کے مجتمع ہونے کے ساتھ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس شے کا نظر آنا ضروری ہے۔

۲۔ معجزات اور خرق عادات کو سب لوگ تسلیم کرتے آئے تھے' البتہ یہ فرق تھا کہ محدثین اور فقہا کا یہ عقیدہ تھا کہ معجزے میں خدا اشیاء کی طبیعت و خاصیت کو بدل دیتا ہے۔ معتزلہ کا خیال تھا کہ کسی شے کی ذاتیات و خواص بدل نہیں سکتے لیکن معجزہ غیر معلوم اسباب سے پیدا ہوتا

Marfat.com

ہے اور چونکہ وہ اسباب معلوم نہیں ہوتے اس لئے خرق عادت خیال کیا جاتا ہے۔ بہرحال دونوں کے نزدیک معجزے کا قبول کرنا سلسلہ اسباب کے انکار سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اشاعرہ کو ایک طرف تو یہ خیال تھا کہ علت و معلول کی حقیقت یہ ہے کہ دونوں کسی حالت میں ایک دوسرے سے الگ نہ ہو سکیں۔ دوسری طرف احادیث و آثار کی بنا پر خرق عادات سے انکار نہیں ہو سکتا تھا اس لئے انہوں نے علت و معلول کا سلسلہ ہی اڑا دیا اور یہ اصول قرار دیا کہ دنیا میں کوئی چیز کسی چیز کا سبب ہی نہیں۔ آگ جلاتی ہے لیکن نہ جلانا اس کی ذاتیات میں ہے نہ وہ جلانے کی علت ہے اس میں یہاں تک غلو کیا کہ سلسلہ اسباب کا ماننا' قادر مختار کی نفی کرنا ہے بلکہ ہر چیز کی علت بلاواسطہ' خود خدا ہے۔

غرض عقل و نقل کی اس آمیزش سے بہت سے نئے اصول' علم کلام میں داخل کرنے پڑے اور یہی اصول اشاعرہ اور دیگر فرقوں میں حد فاصل قرار پائے ان میں سے چند مقدم اصول کو ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔

۱. انه یجوز علی الله سبحانه ان یکلف الخلق مالا یطیقونه. — خدا کو جائز ہے کہ انسان کو اس کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہے۔

۲. ان الله عزوجل ایلام الخلق وتعذیبھم من غیر جرم سابق وغیرہ ثواب الاحق — خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے بغیر اس کے کہ ان کا کوئی جرم ہو یا ان کو آئندہ ثواب ملے۔

Marfat.com

۳. انه تعالیٰ یفعل بعباده مایشاء فلا یجب علیه رعایت الاصلح لعباده

خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے خدا کو یہ ضروری نہیں کہ بندوں کی مصلحت کا لحاظ رکھے۔

۴. ان معرفة الله سبحانه وطاعته واجبة بایجاب الله وشرعه لا بالعقل

خدا کا پہچاننا شریعت کی رو سے واجب ہے نہ عقل کی رو سے۔

(یہ تمام عقائد انہی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں)

۵. ان البنية ليست شرطا فی الحیوة فالنار علیٰ ماهی علیه یجونی ان یخلق الله فیه الحیوة والعقل.

زندگی کے لئے کوئی خاص بناوٹ شرط نہیں مثلاً آگ میں بحالت موجودہ خدا عقل اور زندگی و گویائی پیدا کرسکتا ہے۔

۶. لایمتنع ان یحضر عندنا جبال شاهقة واصوات عالیة ونحن لا ننظرها ولا نسمعها ولا یمتنع ایضا ان یبصر الاعمیٰ الذی یکون

یہ جائز ہے کہ ہمارے سامنے اونچے پہاڑ موجود ہوں اور بلند آوازیں آتی ہوں اور ہم کو دکھائی اور سنائی نہ دیں اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اندھا مشرق میں

Marfat.com

بالمشرق بقه بالمغرب وبالجملة فینا کو جمیع تاثیرات الطبائع والقوی۔	بیٹھا ہوا مغرب کے ایک مچھر کو دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ امام اشعری طبیعت اور قویٰ کے تمام تاثرات کے منکر ہیں۔

(مطالب عالیہ امام رازی بحث بر شبہات نبوت)

۷. اما اهل السنه فقد جوزدا ان یقدر الساحر علی ان یطیر فی الهوا ویقلب الانسان حمارا والحمار انسانا۔	اہل سنت کے نزدیک جادوگر اس بات پر قادر ہے کہ ہوا میں اڑے اور آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنادے۔

(تفسیر کبیر قصہ ہاروت وماروت)

اعادة المعدوم جائزة	معدوم کا اعادہ جائز ہے۔

یہ تمام مسائل اصول عقائد میں شامل ہو گئے تھے اور ان سے انکار کرنا گویا سنی ہونے سے انکار کرنا تھا۔

قدیم علم کلام کی نسبت رائے

امام صاحب نے ابتدائے عمر میں اسی کلام کی تعلیم پائی اور خود انہی اصولوں کے موافق کتابیں لکھیں لیکن جب بغداد پہنچ کر خیالات بدلے تو علم کلام کی نسبت ان کی یہ رائے ہو گئی۔

Marfat.com

واما منفعته فقد يظن ان فائدته كسف الحقائق ومعرفتها على ماهي عليه وهيهات فليس في الكلام وفاء بهذا المطلب الشريف ولعل التخبيط والتضليل فيه اكثر من الكشف والتعريف وهذا اذا سمعته من محدث اوحشوی ربما خطر ببالک ان الناس اعداء ماجهلوا فاسمع هذا ممن خبر الكلام ثم قلاه بعد حقيقة الخبرة وبعد التغلغل فيه الى منتهى درجة المتكلمين وجاوز ذالک الى التعمن فى علوم اخر تناسب نوع الكلام

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے (علم کلام سے) حقائق کھل جاتے ہیں اور ان کا ہو بہو علم ہو جاتا ہے لیکن افسوس علم کلام اس عمدہ مقصد کے لئے کافی نہیں بلکہ کشف حقائق کی بہ نسبت اس سے خبط اور گمراہی زیادہ بڑھتی ہے اور یہ بات اگر کوئی محدث یا ظاہر پرست کہتا تو ہم کو خیال ہوتا کہ آدمی جس چیز کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہو جاتا ہے لیکن یہ بات وہ شخص کہتا ہے (یعنی خود امام صاحب) جس نے علم کلام کو اس حد تک حاصل کیا کہ متکلمین اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے بلکہ علم کلام میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے اور علوم جو اس فن سے مناسبت رکھتے تھے ان سے واقفیت پیدا کی یہ سب کر کے وہ علم کلام سے بیزار ہو گیا۔

Marfat.com

الجام العوام میں یقین کے بیان میں لکھتے ہیں۔

الثانية ان يحصل بالادلة الوهمية الكلامية المبنية على امور مسلمة مصدق بها لاشتهارها بين اكابر العلماء وشناعة انكارها ونفرة النفوس عن ابداء المراء فيها.

دوسرا درجہ یقین کا ہے کہ علم کلام کی دلیلوں سے حاصل ہو جو وہمی ہوتی ہیں اور ایسے امور پر مبنی ہوتی ہیں جو اس وجہ سے مسلم اور مصدق ہیں کہ علماء میں مشہور ہو چکی ہیں اور ان کا انکار کرنا برا خیال کیا جاتا ہے اور اگر کوئی ان دلائل میں بحث کرے تو لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

اب امام صاحب نے علم کلام کو نئے سرے سے مرتب کرنا چاہا تو اس میں دو قسم کے مسائل شامل تھے۔ ایک وہ جو نصوص شرعیہ پر مبنی تھے دوسرے جن کو متکلمین نے لوازم بعیدہ کے لحاظ سے نصوص شرعیہ پر مبنی سمجھا تھا۔ لیکن درحقیقت وہ ان پر مبنی نہ تھے۔ علم کلام میں جو دشواریاں اور زحمتیں تھیں وہ اسی دوسری قسم کے مسائل کی وجہ سے تھیں کیونکہ یہ مسائل زیادہ تر بداہت اور عقل کے خلاف تھے اور اس وجہ سے ان کے اثبات میں دوراز کار دلیلوں سے کام لینا پڑتا ہے۔

امام صاحب نے پہلا یہ کام کیا کہ اس قسم کے مسائل علم کلام سے خارج کر دیئے؛ بلکہ بہت سے مسائل کی نسبت تصریح کی کہ وہ غلط اور باطل ہیں۔

Marfat.com

علمِ کلام میں اصلاحیں

احیاء العلوم میں عقائد کا حصہ قدیم مذاق پر لکھا ہے تاہم اس میں بھی ضمنی موقعوں پر اس قسم کے بہت سے مسائل کی غلطیاں ظاہر کی ہیں۔

مثلاً یہ مسئلہ کہ سلسلہ اسباب باطل ہے اور خاصہ وطبیعت کوئی چیز نہیں۔ متکلمین کا مسئلہ مسلمہ تھا۔ امام صاحب نے مختلف موقعوں پر اس کا ابطال کیا۔ احیاء العلوم باب التوکل میں ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

فبهذا تبین ان مسبب الاسباب اجری سنته بربط المسبباب بالاسباب اظهارا للحکمة فالمسبب یتلو السبب لامحالة مهما تمت شروط السبب وذلک مثل الاسباب التی ارتبط المسببات بها بتقدیر الله ومشیته ارتباطا مطردالا یختلف نانک ان انتظرت ان یخلق الله تعالیٰ فیک شبعاً دون الخبزاد یخلق فی

اس سے ظاہر ہوا کہ مسبب اسباب نے اظہارِ حکمت کے لئے یہ طریقہ جاری رکھا ہے کہ مسببات کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے سبب ضرور سبب کے متعاقب وجود میں آئے گا بشرطیکہ سبب کے تمام شرائط پائے جائیں یہ اُس قسم کے اسباب ہیں جن سے مسببات کا وجود وابستہ ہے جو کبھی اس سے الگ نہیں ہوتا اور یہ بھی خدا کی تقدیر اور مشیت کی وجہ سے ہے اگر تم اس بات کا

Marfat.com

الخبز حركة اليك او يسخرلك ملكا ليمضغرلك ويوصله الىٰ معدتك فقد جهلت سنة الله تعالىٰ.

انتظار کرو گے کہ خدا تعالیٰ روٹی کے بغیر تمہاری بھوک کو رفع کر دے یا روٹی میں حرکت پیدا کردے کہ خودبخود تم تک چلی آئے یا ایک فرشتہ مقرر کردے کہ روٹی کو چبا کر تمہارے معدے تک پہنچادے تو تم خدا کے طریقہ اور عادت سے جاہل ہو۔

یا مثلاً یہ مسئلہ کہ اشیاء کا حسن و قبح عقلی نہیں اگر صحیح ہو تو کسی شریعت کو دوسری شریعت پر ترجیح کی کوئی وجہ نہیں رہتی' کیونکہ جب کوئی شے فی نفسہٖ اچھی یا بری نہیں تو کسی شریعت کی خوبی اور نقص کا معیار کیا ہوگا۔ جس شریعت نے جو حکم چاہا دیا جو چاہا نہ دیا۔

امام صاحب نے گو صاف طور پر اس مسئلہ کی مخالفت نہیں کی لیکن درحقیقت ان کی کتاب احیاء العلوم سرتاپا اسی مسئلہ کے ابطال میں ہے۔ اس کتاب میں شریعت کے تمام احکام کے مصالح اسرار اور وجوہ بیان کئے ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ شریعت نے جن چیزوں کا حکم دیا اسی وجہ سے دیا کہ وہ واقعی بہتر اور عمدہ تھیں۔

یا مثلاً یہ مسئلہ کہ عالم[1] جو پیدا کیا گیا ہے اس میں کوئی خاص

[1] علامہ ابن تیمیہ الرد علی المنطق میں لکھتے ہیں۔ وكذلك غلط من غلط من المتكلمين وادعى ان الله لم يخلق شيأ. بسبب ولا حكمة. اس عبارت میں متکلمین کے لفظ سے اشاعرہ مقصود ہیں۔

Marfat.com

مصلحت یا نظام اور ترتیب ملحوظ نہیں ہے بلکہ خدا نے جس طرح چاہا پیدا کر دیا۔ امام صاحب نے اس کی علانیہ مخالفت کی احیاء العلوم باب توکل حقیقت توحید میں لکھتے ہیں۔

فکل مابین السماء والارض حادث علی ترتیب واجب وحق لازم لا یتصوران یکون الا کما حدث وعلیٰ ھذا الترتیب الذی وجد فما تاخر متاخر الا لانتظاء شرطه والمشروط قبل الشرط محال والمحال لا یوصف بکونه مقدوراً

جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ ضروری ترتیب اور لازمی حق کے موافق پیدا ہوا ہے جس طرح وہ پیدا ہوا اور جس ترتیب پر پیدا ہوا اس کے خلاف اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا جو چیز کسی چیز کے بعد پیدا ہوئی اسی وجہ سے ہوئی کہ اس کا پیدا ہونا اس کی شرط پر موقوف تھا اور مشروط کا وجود بغیر شرط کے محال تھا اور محال کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مقدورِ الٰہی تھا۔

اسی بحث کے خاتمے میں لکھتے ہیں:

ولیس فی الامکان اصلا احسن منه ولا اتم ولا اکمل ولو کان وادخره مع القدرة ولم یتفضل بفعله لکان بخلاینا قض الجودو

جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر یا کامل تر ممکن ہی نہ تھا اور اگر ممکن تھا اور باوجود اس کے خدا نے اس کو رکھ چھوڑا اور اس کو پیدا کر کے اپنی عنایت کا اظہار نہیں کیا تو یہ

Marfat.com

ظلمایناقض العدول ولولم یکن قادر الکان عجزا نیاقض الالھیة۔

بخل ہے جو خلاف کرم ہے اور ظلم ہے جو خلاف عدل ہے اور اگر باوجود ممکن ہونے کے خدا اس پر قادر نہیں تو اس سے خدا کا عجز لازم آتا ہے جو اس کی شان الوہیت کے خلاف ہے۔

ایک اور بڑی غلطی یہ تھی کہ نصوص شرعیہ میں جہاں مجازات اور استعارات تھے متکلمین ہر جگہ ان کے حقیقی معنی لیتے تھے اور اس وجہ سے ان کو عجیب عجیب دعووں کا مدعی بننا پڑتا۔ مثلاً روایت میں ہے کہ ''قیامت میں بعض لوگوں کی نمازیں اندھی' لولی' لنگڑی بن کر آئیں گی۔ اگرچہ یہ صرف نماز کے نقصان کی ایک تعبیر تھی لیکن متکلمین اس کو حقیقی معنی پر محمول کرتے تھے اور اس کی وجہ سے ان کو یہ دعویٰ کرنا پڑتا تھا کہ اعراض بھی بذات خود قائم ہو سکتے ہیں۔ متکلمین کی ظاہر پرستی کی وجہ یہ تھی کہ ان کے مقابلے میں باطنیہ ایک فرقہ موجود تھا جو تمام نصوص شریعت کی تاویل کرتا تھا' یہاں تک کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سے یہ لوگ اور چیزیں مراد لیتے تھے ان کی لغو تاویلات کی وجہ سے متکلمین کو یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ ایک جگہ بھی استعارہ اور مجاز کی اجازت دی گئی تو باطنیہ کی اپنی تاویلات کی سند ہاتھ آ جائے گی۔

امام صاحب نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ نصوص شرعیہ کی تاویل و تفسیر کے لئے اصول و قاعدے منضبط کئے اور خاص اس بحث پر

Marfat.com

ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ہے۔ چونکہ یہ رسالہ نہایت مفید اور علم کلام کے سلسلہ میں نہایت مہتمم بالشان چیز ہے اس لئے ہم اس کا خلاصہ اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

التفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یہ اس عہد کی تصنیف ہے کہ امام صاحب اشعری کی تقلید سے آزاد ہو چکے ہیں اور احیاء العلوم اشاعت پا چکی ہے اور چونکہ اس کتاب میں بعض بعض جگہ اشعریوں کے مخالف خیالات پائے جاتے ہیں اشاعرہ میں نہایت ناراضی پھیلی ہوئی ہے اور امام صاحب کی تذلیل اور تکفیر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ یہ حالات دیکھ کر امام صاحب کے ایک مخلص دوست کا دل جلتا ہے اور امام صاحب کو تمام واقعات کی اطلاع دیتا ہے۔ امام صاحب اس کو جواب میں لکھتے ہیں۔ یہی جواب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ کے نام شہرت پاتا ہے۔

دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

برادر شفیق! حاسدین کا گروہ جو میری بعض تصنیفات (متعلق باسرار دین) پر نکتہ چینی کر رہا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ تصنیفات قدمائے اسلام اور مشائخ اہل کلام کے خلاف ہیں اور یہ کہ اشعری کے عقیدے سے بال برابر بھی ہٹنا کفر ہے اس پر جو تم کو صدمہ ہوتا ہے اور تمہارا دل جلتا ہے اس سے واقف ہوں۔ لیکن عزیز من! تم کو صبر کرنا چاہیئے۔ جب

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ مطاعن سے نہ بچ سکے تو میری کیا ہستی ہے جس شخص کا یہ خیال ہے کہ اشاعرہ یا معتزلہ یا حنبلیہ یا اور دیگر فرقوں کی مخالفت کفر ہے تو سمجھ لو کہ وہ اندھا مقلد ہے۔ اس کی اصلاح کی کوشش میں اپنی اوقات نہ ضائع کرو جو شخص اشعری کی مخالفت کو کفر خیال کرتا ہے اور اس بنا پر علامہ باقلانی کو کافر کہتا ہے اس سے پوچھنا چاہئے کہ اشعری اور باقلانی اگر باہم مخالف ہیں تو باقلانی کے کفر کو اشعری کے کفر پر کیوں ترجیح ہے اس کے برعکس کیوں نہ ہوا اور اگر باقلانی کی مخالفت جائز ہے تو کرابلیسی اور قلانسی کی مخالفت کیوں نہیں جائز ہے اگر وہ شخص یہ کہے کہ معتزلہ کا یہ عقیدہ عقل میں نہیں آ سکتا کہ خدا کی ذات ہی تمام صفات کے بجائے کافی ہے تو اس سے پوچھنا چاہئے کہ اشعری کا یہ عقیدہ کیونکر خیال میں آ سکتا ہے کہ کلام الٰہی میں کثرت نہیں اور پھر وہ امر بھی ہے اور نہی بھی۔ خبر بھی ہے اور استخبار بھی۔ قرآن بھی ہے اور انجیل بھی۔ توراۃ بھی ہے اور زبور بھی۔

اگر تم انصاف کرو تو معلوم ہوگا کہ جو شخص حق کو کسی شخص خاص میں محدود سمجھتا ہے وہ خود کفر کے قریب ہے کیونکہ اس نے اس شخص کو رسول اللہ کی طرح معصوم قرار دیا۔ غالباً تم کو کفر کے معیار کے جاننے کی خواہش ہوگی تو میں ایک قاعدہ کلیہ بتاتا ہوں کہ کفر کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی جائے۔ اس چیز میں جو ان پر خدا کی طرف سے آئی لیکن اس میں یہ دشواری پیش آئے گی کہ مسلمانوں میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی نسبت یہی الزام لگاتا ہے۔ اشعری' معتزلہ کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ معتزلہ احادیث رویت کو تسلیم نہیں کرتے اور اس طرح

Marfat.com

رسول اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ معتزلہ اس لئے اشعری کی تکفیر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک صفات الٰہی کی کثرت کا قائل ہونا توحید باری تعالیٰ کے خلاف ہے اور رسول اللہ کی تکذیب ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے میں تم کو تصدیق و تکذیب کی حقیقت بتاتا ہوں۔

تصدیق کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے جس چیز کے وجود کی خبر دی ہے اس کے وجود کو تسلیم کیا جائے لیکن وجود کے پانچ مدارج ہیں اور انہی مدارج سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تکذیب کرتا ہے۔

اس لئے میں ان مراتب خمسہ کی تفصیل کرتا ہوں۔

وجود کے مراتب خمسہ

۱۔ **وجود ذاتی:** یعنی وجود خارجی

۲۔ **وجود حسی :** یعنی صرف حاسہ میں موجود ہونا مثلاً خواب میں ہم جن اشیاء کو دیکھتے ہیں ان کا وجود صرف ہمارے حاسہ میں ہوتا ہے یا جس طرح بیماروں کو جاگتے کی حالت میں خیالی صورتیں نظر آتی ہیں یا شعلہ جوالہ کا دائرہ جو درحقیقت دائرہ نہیں ہم کو دائرہ نظر آتا ہے۔

۳۔ **وجود خیالی :** مثلاً زید کو ہم نے دیکھا پھر آنکھیں بند کرلیں تو زید کی صورت جواب ہماری آنکھوں میں پھرتی ہے یہ وجود خیالی ہے۔

Marfat.com

۴۔ **وجود عقلی** : یعنی کسی شے کی اصلی حقیقت مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ یہ چیز ہمارے ہاتھ میں ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہماری قدرت اور اختیار میں ہے تو قدرت اور اختیار ہاتھ کا وجود عقلی ہے۔

۵۔ **وجود شبہی** : یعنی وہ شے خود موجود نہیں لیکن اس کے مشابہ ایک چیز موجود ہے ان اقسام کے بیان کرنے کے بعد امام صاحب نے ہر ایک کی متعدد مثالیں لکھی ہیں۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ قیامت میں موت مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی اور ذبح کردی جائے گی۔ اس کو وجود حسی قرار دیا گیا ہے یا مثلاً حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں یونس کو دیکھ رہا ہوں الخ اس کو وجود خیالی کی مثال میں پیش کیا ہے۔

تفصیلی مثالوں کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ شریعت میں جن چیزوں کا ذکر آیا ہے ان کے وجود کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے لیکن اگر اقسام مذکورہ بالا سے کسی قسم کے مطابق اس کا وجود تسلیم کیا جائے تو یہ کفر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تاویل سے کسی فرقہ کو مفر نہیں سب سے زیادہ امام احمد حنبل تاویل سے بچتے ہیں لیکن مفصلہ ذیل حدیثوں میں ان کو بھی تاویل کرنی پڑی۔

''حجر اسود خدا کا ہاتھ ہے۔ مسلمان کا دل خدا کی انگلیوں میں ہے مجھ کو یمن سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔'' پھر لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ اعمال تولے جائیں گے چونکہ اعمال عرض ہیں اور وہ تولے نہیں جائیں گے اس لئے سب کو تاویل کرنی پڑی۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ نامہ

Marfat.com

اعمال کے کاغذ تولے جائیں گے' معتزلہ کہتے ہیں کہ تولنے سے انکشاف حقیقت مراد ہے بہرحال تاویل دونوں کو کرنی پڑی۔ باقی جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ نفس اعمال جو عرض ہیں وہی تولے جائیں گے اور انہی میں وزن پیدا ہو جائے گا اور وہ سخت جاہل اور عقل سے بالکل معراہ ہے۔

اس کے بعد امام صاحب تاویل کے اصول بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جن اشیاء کا ذکر شریعت میں ہے اول اس کا وجود ذاتی ماننا چاہئے' اگر کوئی دلیل قطعی موجود ہو کہ وجود ذاتی مراد نہیں ہو سکتا تو وجد حسی پھر خیالی' پھر عقلی' پھر شبہی' اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ ایک کے نزدیک جو دلیل قطعی ہے' دوسرے کے نزدیک نہیں مثلاً اشعری کے نزدیک اس بات پر دلیل قطعی قائم ہے کہ خدا کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتا' لیکن حنبلیہ کے نزدیک اس پر کوئی دلیل نہیں' ایسی تاویلات کی صورت میں کسی کا کافر نہیں کہنا چاہئے زیادہ سے زیادہ گمراہ اور بدعتی کہا جا سکتا ہے۔

تاویل کے متعلق امام صاحب کی رائے

پھر لکھتے ہیں کہ جب تاویل کی بنا پر ہم کسی کو کافر کہنا چاہیں تو پہلے ان امور کو دیکھنا چاہئے کہ وہ نص قابل تاویل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو یہ تاویل قریب ہے یا بعید وہ نص بہ تواتر ثابت ہے یا بہ احاد' یا اجماع امت' اگر یہ تواتر ہے تو تواتر کے تمام شرائط پائے جاتے ہیں یا نہیں' تواتر کی

Marfat.com

تعریف یہ ہے کہ اس میں کسی طرح شک نہ ہو سکے' مثلاً انبیاء اور مشہور شہروں کا وجود یا قرآن' یہ چیزیں متواتر ہیں لیکن قرآن کے سوا اور چیزوں کے ثابت ہونا نہایت غامض ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک گروہ کثیر ایک امر پر متفق ہو جائے اور اس کو بہ تواتر بیان کرے۔ جس طرح شیعہ حضرت علیؓ کی ولایت کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اجماع کا ثابت ہونا اور بھی مشکل ہے۔ کیونکہ اجماع کے یہ معنی ہیں کہ تمام اہل حل وعقد ایک امر پر متفق ہو جائیں اور پھر ایک مدت تک اور بعضوں کے نزدیک تاانقراض عصر اول اس اتفاق پر وہ لوگ قائم رہیں اس پر بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ایسے اجماع کا منکر بھی کافر ہے یا نہیں۔ کیونکہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ جب اجماع کے منعقد ہونے کے وقت ایک شخص کا اختلاف کرنا جائز تھا تو اب کیوں جائز نہ ہو۔ پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ گو تواتر یا اجماع ہو چکا لیکن تاویل کرنے والے کو بھی اس اجماع یا تواتر کا یقینی علم تھا یا نہیں' اگر نہیں ہے تو وہ مخطی ہوگا مکذب نہ ہوگا۔

پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ جس دلیل کی وجہ سے وہ شخص تاویل کرتا ہے وہ شرائط برہان کے موافق دلیل ہے یا نہیں۔ شرائط برہان کی تفصیل کے لئے مجلدات درکار ہیں اور ہم نے محک النظر میں تھوڑا سا بیان کیا ہے لیکن فقہائے زمانہ اکثر اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں اب اگر وہ دلیل قطعی ہے تو تاویل کی اجازت ہے اور اگر قطعی نہیں تو تاویل قریب کی اجازت ہو سکتی ہے نہ بعید کی۔

پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ مسئلہ زیر بحث کوئی اصول دین کا مسئلہ ہے یا

Marfat.com

نہیں، اگر نہیں ہے تو اس پر چنداں گیر ودار نہیں مثلاً شیعہ امام مہدی کا سرداب میں مخفی ہونا مانتے ہیں یہ ایک وہم پرستی ہے لیکن اس اعتقاد سے دین میں کوئی خلل نہیں آتا۔

اب جب تم کو یہ معلوم ہوا کہ تکفیر کے لئے تمام مراتب مذکورہ بالا کا لحاظ ضرور ہے تو تم سمجھے ہو گے کہ اشعری کی مخالفت پر کسی کو کافر کہنا جہل ہے اور فقیہ صرف علم فقہ کی بنا پر مہمات مذکورہ بالا کا کیونکر فیصلہ کر سکتا ہے۔ لہذا تم جب دیکھو کہ کوئی فقیہ آدمی جس کا سرمایہ علم صرف فقہ ہے کسی کی تکفیر یا تضلیل کرتا ہے تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرو۔

پھر ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ "جو چیز اصول عقائد سے تعلق نہیں رکھتی اس میں تاویل کرنے پر تکفیر نہیں کرنی چاہئے مثلاً بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب کو خدا نہیں کہا تھا، کیونکہ اجسام کو خدا کہنا ان کی شان سے بعید ہے بلکہ انہوں نے جواہر فلکیہ نورانیہ دیکھے تھے اور ان کو خدا سمجھا تھا تو ایسی تاویل پر تکفیر اور تبدیع نہیں کرنی چاہئے۔

قدیم علم کلام کا طرز استدلال

یہ تمام بحث تو ان مسائل کی نسبت تھی جو غلطی سے علم کلام میں مستزاد کر دیئے گئے تھے لیکن جو مسائل اصلی تھی ان کی نسبت یہ مرحلہ باقی تھا کہ ان کے اثبات کا طریقہ اور طرز استدلال کہاں تک صحیح ہے، متکلمین

Marfat.com

جس طریقے سے ان کو ثابت کرتے تھے نہ وہ نقلی تھے نہ اصول عقلیہ کے معیار پر ٹھیک اترتے تھے بہت بڑی دلیل جو اکثر عقائد کے اثبات کے لئے کام میں لائی جاتی تھی تماثل اجسام کا مسئلہ تھا یعنی یہ کہ تمام اجسام کی ایک حقیقت اور ایک ماہیت ہے۔ شرح مقاصد میں اس کی نسبت لکھا ہے

وهذا اصل يبنى عليه كثير من قواعد الاسلام مكاثبات القادر المختار و كثير من احوال النبوة والمعاد.	یہ وہ اصل ہے جس پر اسلام کے بہت سے اصول مبنی ہیں مثلاً قادر مختار کا وجود اور نبوت و معاد کے بہت سے حالات۔

تماثل اجسام کا ثابت ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لئے اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اکثر عقائد اسلامی کا اثبات اسی مسئلہ کے ثابت کرنے پر موقوف ہے تو خود ان عقائد کی بنیاد متزلزل ہو جائے گی۔

ان وجوہ سے امام صاحب نے متکلمین کے استدلال و احتجاج کے طریقے کو چھوڑ کر تمام مسائل پر نئی دلیلیں قائم کیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جن کو حکماء استعمال کرتے تھے لیکن امام صاحب کا یہ مشرب تھا کہ

متاع خوش ز ہر دکاں کہ باشد

اب ہم مختصر طور پر امام صاحب کے خاص علم کلام کے تمام مسائل مع ان کے دلائل کے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

امام صاحب کا خاص علم کلام

الٰهیات

خدا کے اثرات پر امام صاحب نے کوئی نئی دلیل نہیں قائم کی۔ ان کے نزدیک یہ مسئلہ نہایت واضح وصاف ہے۔ متکلمین جو استدلال کرتے آئے تھے کہ عالم حادث ہے اور حادث خود بخود نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کی کوئی علت ہوگی اور وہی خدا ہے۔ امام صاحب اسی استدلال کا کافی سمجھتے ہیں۔

صفات باری۔ تنزیہ و تشبیہ

اس بحث کے متعلق جو نزاعیں تھیں وہ درحقیت لفظی تھیں جو لوگ تشبیہ کے الفاظ استعمال کرتے تھے مثلاً خدا عرش پر ہے' آسمان پر اتر کر آتا ہے وہ بھی حقیت میں تنزیہ کے قائل تھے تاہم دونوں فرقے ایک دوسرے کے ہم زبان نہ ہوتے تھے اور اختلاف کا پردہ درمیان سے نہ اٹھتا تھا۔ امام صاحب نے اس بحث پر ایک مستقل رسالہ الجام العوام کے نام سے لکھا جس نے بہت کچھ اس اختلاف کو کم کر دیا اور قریباً دونوں

Marfat.com

ڈانڈے ملا دیئے۔ اس کے بعض نکتے یہاں درج کرنے کے قابل ہیں۔

تنزیہ کے متعلق بڑی کھٹک یہ تھی کہ اگر اسلام کا مقصد تنزیہ اور تجرید تھا تو قرآن مجید اور احادیث میں کثرت سے تشبیہ کے الفاظ کیوں آئے۔ خدا قیامت کو فرشتوں کے جھرمٹ میں آئے گا' آٹھ فرشتے اسکا تخت اٹھائے ہوں گے' دوزخ کی تسکین کے لئے خدا اپنی ران دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس قسم کی بیسیوں باتیں جو قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں وارد ہیں جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی خدا کی طرف سے نہیں بلکہ انسان نے اپنے خیال کے پیمانے کے موافق خدا کی ذات وصفات ٹھہرا لئے ہیں۔

امام صاحب نے اس عقدے کو اس طرح حل کیا کہ بے شبہ قرآن وحدیث میں اس قسم کے الفاظ موجود ہیں لیکن یکجا نہیں ہیں بلکہ جستہ جستہ متفرق مقامات پر ہیں اور چونکہ تنزیہ کے مسئلہ کو شارع نے نہایت کثرت سے بار بار بیان کر کے دلوں میں جانشین کر دیا تھا اس لئے تشبیہ کے الفاظ سے حقیقی تشبیہ کا خیال پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اس سے کسی شخص کو یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ خدا درحقیقت کعبہ میں سکونت رکھتا ہے اسی طرح قرآن کی ان آیتوں سے بھی جن میں عرش کو خدا کا مستقر کہا ہے خدا کے استقرار علی العرش کا خیال نہیں آسکتا اور کسی کو آئے تو اس کی یہ وجہ ہوگی کہ اس نے تنزیہ کی آیتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کو جب

Marfat.com

استعمال فرماتے تھے تو انہی لوگوں کے سامنے فرماتے تھے جن کے ذہنوں میں تنزیہ اور تقدیس خوب جاگزیں ہو چکی تھی۔

اس جواب پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شارع نے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیا کہ خدا نہ متصل ہے اور نہ منفصل۔ نہ جوہر ہے نہ عرض' نہ عالم ہے نہ عالم سے باہر' اس قسم کی تصریحات موجود ہوتیں تو کسی کو سرے سے شبہ کا خیال ہی نہ آ سکتا تھا۔ امام صاحب نے اس شبہ کو یوں رفع کیا کہ اس قسم کی تقدیس عام لوگوں کے خیال میں نہیں آ سکتی تھی۔ عام لوگوں کے نزدیک کسی چیز کی نسبت یہ کہنا کہ نہ وہ عالم میں ہے نہ عالم سے باہر' گویا یہ کہنا ہے کہ وہ شے سرے سے موجود ہی نہیں۔ بے شبہ خواص کے ذہن میں یہ تقدیس آ سکتی ہو' لیکن شارع کو تمام عالم اسلام کی اصلاح مقصود تھی جن میں بڑا حصہ عوام ہی کا تھا۔

لطیفہ : علامہ ابن تیمیہ بظاہر تشبیہ کے قائل تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اس عقیدے کی رو سے خدا کا ممکن الوجود ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اگر خدا عرش پر رہتا ہے تو اس کا جسم ہوگا اور جسم ہوگا تو ممکن الوجود ہوگا ہوگا' حالانکہ خدا واجب الوجود ہے۔ انہوں نے کہا' میرے عقیدے کے مطابق خدا موجود تو ہوگا گو ممکن الوجود سہی۔ تمہارے اعتقاد کے موافق تو وہ ممکن بھی نہیں رہتا بلکہ ناممکن اور محال بن جاتا ہے کیونکہ ایسی شے جو ہر جگہ ہو اور کہیں نہ ہو' عالم سے خارج بھی نہ ہو اور عالم میں بھی نہ ہو' نہ متصل ہو نہ منفصل نہ ذومکاں ہو نہ ذوجہتہ' سرے سے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہ ارتفاع النقیضین ہے اور ارتفاع النقیضین محال ہے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اور جس قدر مذاہب ہیں سب میں خدا کو بالکل انسانی اوصاف کے ساتھ مانا گیا ہے توراۃ میں یہاں تک ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک رات ایک پہلوان سے کشتی لڑے اور اس کو زیر کیا' چنانچہ پہلوان کی ران کو صدمہ بھی پہنچا صبح کو معلوم ہوا کہ وہ پہلوان خود خدا تھا۔ اسلام چونکہ دنیا کے تمام مذاہب سے اعلیٰ و اکمل ہے اس کا خدا انسانی اوصاف سے بالکل بری ہے قرآن مجید میں ہے۔ **لیس کمثلہ شیئی لاتجعلوا للہ انداد**۔ جہاں کہیں اس کے خلاف تشبیہ کے الفاظ پائے جاتے ہیں وہ حقیقت میں مجازات اور استعارے ہیں۔

نبوت

نبوت کے متعلق امام صاحب نے منقذ من الضلال میں نہایت مفصل بحث کی ہے اور عام متکلمین سے جدا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

[1] انسان اصل خلقت کے لحاظ سے جاہل محض پیدا ہوا ہے پیدا ہونے کے وقت وہ اقسام موجودات میں سے کسی چیز سے واقف نہیں ہوتا سب سے پہلے اس میں لمس کا احساس پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ ان چیزوں کو محسوس کرتا ہے جو چھونے سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً حرارت'

---

[1] ماخوذ از منقذ من الضلال

Marfat.com

برودت، رطوبت، یبوست، نرمی، سختی اس حاسہ کو مرئیات اور مسموعات سے کوئی تعلق نہیں۔ جو شے محض سننے سے معلوم ہوسکتی ہے اس کے حق میں یہ حاسہ بالکل معدوم ہے۔ لمس کے بعد پھر انسان میں دیکھنے کا حاسہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ رنگ اور مقدار کا ادراک کرسکتا ہے۔ پھر سننے کی قوت پیدا ہوتی ہے پھر چکھنے کی۔ یہاں تک کہ محسوسات کی سرحد ختم ہوجاتی ہے اور ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اب اس کو تمیز کی قوت حاصل ہوتی ہے اور ان چیزوں کا ادراک کرسکتا ہے جو حواس کی دسترس سے باہر ہیں۔ یہ دور ساتویں برس سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر عقل کا زمانہ آتا ہے جس سے ممکن، محال، جائز و ناجائز کا ادراک ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے بھی آگے ہے اور جس طرح تمیز و عقل کے مدرکات کے لئے حواس بالکل بے کار ہیں اسی طرح اس درجہ کے مدرکات کے لئے عقل بالکل بے کار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوت ہے۔ بعض لوگ اسی درجہ کے منکر ہیں، لیکن یہ اسی قسم کا انکار ہوسکتا ہے جس طرح وہ شخص عقلی چیزوں کا انکار کرتا ہے جس کو ہنوز عقل کی قوت عطا نہیں کی گئی ہے۔

اس تحقیق کے لحاظ سے اصطلاحی طور پر نبوت کی تعریف کرنا چاہیں تو یوں کریں گے کہ نبوت وہ قوت یا ملکہ ہے جس سے ان اشیا کا ادراک ہوسکتا ہے جن کا ادراک، حواس سے، تمیز سے، عقل سے نہیں ہوسکتا۔ امام صاحب منقذ من الضلال میں لکھتے ہیں۔

بل الایمان بالنبوۃ ان یقربا   نبوت کے تسلیم کرنے کے یہ معنی

Marfat.com

ثبات طور وراء العقل تنفتح فيه عين يدرك بها مدركات خاصته والعقل معزول عنها كعزل السمع عن ادراک الالوان.

ہیں کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ایک درجہ ہے جو عقل سے بالاتر ہے اور جس میں وہ آنکھ کھل جاتی ہے جس سے وہ خاص چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن سے عقل بالکل محروم ہے۔ جس طرح قوت سامعہ رنگوں کے ادراک سے بالکل معذور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبوت کا حقیقی اذعان اس شخص کو ہوسکتا ہے جس کو خود نبوت کا رتبہ حاصل ہے یا ان لوگوں کو جو نفوس قدسیہ رکھتے ہیں یا جنہوں نے ریاضات یا مجاہدات سے مکاشفہ یا مشاہدہ کا درجہ حاصل کیا ہے۔ امام غزالی منقذ من الضلال میں اپنی حالت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

وبالجملة فمن لم يرزق منه شيئاً بالذوق فليس يدرک من حقيقته النبوة الا الاسم

مختصر یہ ہے کہ جس نے تصوف کا کچھ مزہ نہیں چکھا ہے وہ نبوت کی حقیقت کچھ نہیں جان سکتا بجز اس کے کہ نبیت کا نام جان لے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وهما بان لی بالضرورة من ممارسته طريقتهم حقيقة النبوة وخاصيتها.

صوفیوں کے طریقے کی مشق سے مجھ کو نبوت کی حقیقت اور اس کا خاصہ بدیہی طور پر معلوم ہوگیا۔

Marfat.com

یورپ میں آج کل مادہ پرستی کا وہ زور ہے کہ مادے کے سوا ان کو نظر نہیں آتا' تاہم انہی لوگوں میں سے بعض بڑے بڑے فلاسفر اس بات کے قائل ہوتے جاتے ہیں کہ حواس اور عقل کے سوا ایک اور بھی قوت ہے جس سے اشیاء کا ادراک ہوتا ہے۔ یہ نبوت کا اعتراف کا پہلا زینہ ہے۔

نبوت کی حقیقت اگرچہ صرف ذوقی طریقے سے صحیح طور پر سمجھ میں آسکتی ہے لیکن چونکہ منکر کے لئے صرف ذوق کا حوالہ کافی نہیں ہوسکتا تھا' امام صاحب نے ایک اور طریقے سے نبوت کی صحت پر استدلال کیا جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

اس قدر ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ صفات انسانی تمام آدمیوں میں یکساں نہیں پیدا کی گئیں' ذہن و ذکاوت' فہم و فراست' عقل و ذہانت' مختلف افراد انسانی ہیں کس قدر مختلف المراتب ہیں۔ ایک شخص ذہین ہے' دوسرا شخص اس سے زیادہ ذہین ہے۔ تیسرا اس سے بھی زیادہ ذہین ہے۔ بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر قدرتِ انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں۔

جو لوگ شاعری میں' قوت تقریر میں' صناعی میں' ایجاد میں تمام زمانے سے ممتاز گذرے وہ اسی درجہ کی مثالیں ہیں۔ یہ درجہ فطری ہوتا ہے یعنی پڑھنے اور سیکھنے سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے ان لوگوں میں یہ قوت مرکوز ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دوسرے اشخاص گو کتنی ہی محنت و کوشش کریں ان کے ہم پلہ نہیں ہوسکتے۔

Marfat.com

انہی قویٰ میں حقائق اشیاء کے ادراک کی ایک قوت ہے یہ قوت کسی میں کم کسی میں زیادہ' کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہنچتی ہے کہ کسب و تعلم کے بغیر ان کو حقائق اشیا کا ادراک ہوتا ہے۔ ان کو کسی قسم کا بیرونی علم نہیں ہوتا۔ لیکن اس قوت کی وجہ سے خود بخود ان کو اشیاء کا علم ہو جاتا ہے۔ اسی قوت کا نام ملکہ نبوت ہے اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔

امام صاحب نے یہ مضمون احیاء العلوم کے شروع میں ایک ضمنی بحث میں لکھا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ بیان تفاوت الناس فی العقل۔ چنانچہ اس کے بعض فقرے یہ ہیں۔

وکیف ینکر تفاوت الغزیرة ولولاه لما اختلف الناس فی فهم العلوم ولما انقسموا الی بلیذلا یفهم بالنفهم الا بعد طویل من العلم والیٰ زکی یفهم بادنیٰ رمز واشارة والیٰ کامل یبعث من نفسه حقائق الامور دون التعلم کما قال الله تعالیٰ یکاد زیتها یضئی ولولم تمسه

عقل فطری کے کم و بیش ہونے کا کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے عقلوں میں اگر اختلاف مراتب نہ ہوتا تو تمام لوگ علوم کے سمجھنے میں یکساں ہوتے اور یہ حالت کیوں ہوتی کہ انسانوں میں کوئی اس قدر کون ہے کہ سمجھانے پر بھی بڑی مشکل سے سمجھتا ہے کوئی اس قدر ذہین ہے کہ ذرا سے اشارے سے سمجھ جاتا ہے کوئی اس قدر کامل ہے کہ بغیر سکھانے

Marfat.com

تمسسہ نار نور علی نور. وذلک مثل الانبیاء علیھم السلام اذ تنصح لھم فی بواطنھم امور غامضة من غیر تعلم وسماع ویعبر ذلک بالالھام وعن م؟ثلہ عبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال ان روح القدس لفت فی روعی.

کے تمام باتیں خود اس کی طبعیت سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ خدا نے کہا۔یکاو زیتھا یضیٓ ولولم تمسسہ نار. نور علی نور. انبیاء علیہم السلام کی یہی مثال ہے کیونکہ ان پر باریک باتیں خود بخود کھل جاتی ہیں بغیر اس کے کہ کسی سے سیکھا ہو یا سنا ہو۔اسی کا نام الہام ہے اور آنحضرتؐ نے یہ جو فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں پھونکا اس سے یہی مراد ہے۔

اس تقریر سے اس قدر ثابت ہوا کہ نبوت کا وجود ممکن ہے اور افراد انسانی میں پائی جاسکتی ہے۔اب اگر کسی خاص شخص کی نسبت بحث ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو اس کے حالات خود اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔جالینوس کی تصنیفات دیکھنے سے اس کے طبیب ہونے کا قطعی علم ہو جاتا ہے۔امام شافعی کی کتابیں ہم کو یقین دلا دیتی ہیں کہ وہ فقیہ تھے۔ اسی طرح جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں کہ نبوت کے آثار اس کے ہر ہر لفظ سے نمایاں ہیں تو صاف یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا حامل بجز پیغمبر کے اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا تھا۔(ماخوذ از منقذ من الضلال)۔

Marfat.com

معجزات

نبوت کی بحث میں معجزات یا خرقِ عادت کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ فلسفہ اور مذہب میں جو اَن بن ہے اس کی بنیاد یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ فلسفہ کا سرمایہ ناز جو کچھ ہے یہ ہے کہ وہ جزئیات کو کلیات کے تحت میں لاتا ہے اور ہر چیز کی علت و سبب ڈھونڈ کر نکالتا ہے۔ خرقِ عادت اس سلسلہ کو بالکل توڑ دیتا ہے۔ اس کے طفیل سے جانور آدمی بن سکتا ہے' ذرہ پہاڑ ہو سکتا ہے' آگ پانی ہو سکتی ہے' سیارے چلتے رک جاتے ہیں۔

اسلام میں جب فلسفہ اور حکمت کا رواج ہوا تو اس مسئلہ کی بحث بھی پیش آئی جن لوگوں کو فلسفے کا نشہ زیادہ چڑھ گیا تھا انہوں نے صاف انکار کیا۔ رسائل اخوان الصفاء کے ارکان اسی گروہ میں داخل ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری جو بہت بڑے محدث تھے ان کا یہ مذہب ہے کہ دنیا میں علت و معلول' سبب و مسبب' تاثیرات اشیاء کا سلسلہ قائم ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی سلسلہ کے مطابق ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی خدا بطور اظہار قدرت کے یہ سلسلہ توڑ دیتا ہے اور اسی کا نام معجزہ[1] ہے۔

معتزلہ جیسا کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے' کہیں خرقِ عادت کا اقرار کرتے ہیں اور کہیں انکار' اشاعرہ کے نزدیک چونکہ مذہب

---

[1] علامہ موصوف نے یہ تصریح اپنی کتاب ملل ونحل میں کی ہے۔

Marfat.com

کو خرقِ عادت کے اقرار سے چارہ نہ تھا اور نہ اس کا کوئی قاعدہ معین قرار پا سکتا تھا کہ فلاں قسم کا خرق عادت ممکن ہے اور فلاں قسم کا نہیں۔ اس لئے انہوں نے علت و معلول کے سلسلہ ہی سے انکار کیا۔ ان کے نزدیک نہ کسی چیز میں کوئی تاثیر ہے نہ کوئی چیز کسی چیز کی علت ہے۔

امام صاحب نے مضنون بہ علی غیر اہلہ میں معجزات کے عنوان سے ایک مستقل مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

کنکریوں کا تسبیح پڑھنا' عصا کا سانپ بن جانا' جانوروں کا کلام کرنا اور اسی قسم کے واقعات جو منقول ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ حسی' خیالی' عقلی۔

حسی کے یہ معنی ہیں کہ درحقیقت یہ واقعات اسی طرح وقوع میں آئے۔ اس کے امکان پر چند دلائل ہیں۔

۱۔ جو خدا نطفے سے آدمی اور مادے سے جاندار پیدا کرتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سنگریزے میں جان ڈال دے اور حیوان کو گویائی کی قوت دے۔

۲۔ تمام اجسام متماثل ہیں اس لئے ایک جسم میں جو باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہر ایک جسم میں پائی جا سکتی ہیں۔ گو بالفعل نہ پائی جائیں۔

۳۔ آفتاب ایک مدت میں ایک چیز کو گرم کر سکتا ہے۔ آگ فوراً کر سکتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ جو امور بتدریج وقوع میں آتے ہیں پیغمبر کی تاثیر سے فوراً وقوع میں آئیں۔

خیالی کے یہ معنی ہیں کہ زبان حال' تمثیلاً محسوس صورت میں نظر

Marfat.com

آئے امام صاحب اس کی تفصیل اس طرح کرتے ہیں۔

القسم الثالث الخيالي ان
لسان الحال يصير مشاهداً
محسوسا على سبيل
التمثيل وهذه خاصيته
الانبياء والرسل عليهم
الصلوٰة والسلام كما ان
لسان الحال تمثيل فى
المنام لغير الانبياء و
يسمعون اصوات كلام
كمن يرى فى منامه ان
جملا يكلمه اوفرسا
يخاطبه اوميتا يعطيه شيئاً
اديا خذه بيده اويسلب منه
شيئاً اوتصير اصبعه شمسا
اوقمرا او يصير ظفره اسدا
اوغير ذلك مما يراه النائم
فى منامه فالانبياء عليهم
الصلوٰة والسلام يدون
ذلك فى اليقظة و

تیسری قسم خیالی ہے اور وہ یہ ہے
کہ زبان حال تمثیل کے طور پر
محسوس اور مشاہدہ ہو جاتی ہے اور
یہ انبیا اور پیغمبروں کا خاصہ ہے۔
عام لوگوں کے لئے خواب میں
جس طرح یہ حالی کیفیت محسوس
پکڑ لیتی ہے اور آوازیں سنائی
دیتی ہیں مثلاً آدمی خواب میں
دیکھتا ہے کہ ایک اونٹ اس سے
باتیں کر رہا ہے یا گھوڑا اسے
خطاب کر رہا ہے یا کوئی مردہ اس
کو کچھ دے رہا ہے یا اس کا ہاتھ
پکڑ رہا ہے یا اس سے کچھ چھینتا
ہے یا اسی کی انگلی چاند یا سورج
بن گئی ہے یا اس کا ناخن شیر ہو گیا
ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح انبیاء کو
یہ چیزیں بیداری میں نظر آتی ہیں
اور یہ چیزیں حالت بیداری میں
ان سے خطاب کرتی ہیں۔ جاگنے

Marfat.com

تخاطبهم هذاه الاشیآء فی الیقظة فان المتیقظ لا یمیز بین ان یکون ذلک نطقاً خیالیا او نطقا حسیا من خارج والنائم انما یعرف ذلک بسبب انتباهه والتفرقة بین النوم والیقظة ومن کانت له ولایة تامة تفیض تلک الولایة اشعتها علی خیالات الحاضرین حتیٰ انهم یرون مایراه ویسمعون مایسمعه والتمثیل الخیالی اشهر هذا الاقسام والایمان بهذه الاقسام کلها واجب۔

والے کو اس حالت میں فرق نہیں معلوم ہوسکتا کہ یہ خیال گویائی ہے یا حسی ہے سونے والے کو ان دونوں میں جو فرق معلوم ہوسکتا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ جاگ اٹھتا ہے اور سونے جاگنے کی حالت میں اس کو فرق معلوم ہوتا ہے جس کو ولایت تامہ حاصل ہوجاتی ہے اس کی ولایت کی شعاعیں حاضرین پر بھی پڑتی ہیں یہاں تک کہ ان کو بھی وہ اشیاء نظر آتی ہیں اور وہ آوازیں سنائی دیتی ہیں جو صاحب ولایت کو نظر آتی ہیں اور سنائی دیتی ہیں۔ معجزات کی تینوں اقسام میں سے تمثیل خیالی جس کا بھی بیان ہوا زیادہ متعارف ہے' لیکن تینوں اقسام پر ایمان لانا واجب ہے۔

عقلی کی تفسیر امام صاحب اس طرح کرتے ہیں۔

القسم الثانی العقلی وهو دوسری قسم عقلی ہے جیسا کہ خدا

Marfat.com

قول الله تعالیٰ اوان من شئ یسبح بحمده وهو شهادة کل مخلوق ومحدث علی خالقه وموجده کشهادة البناء علی البانی والکتابة علی الکاتب ویقال لذلک لسان الحال والمتکلمون یقولون هذا دلالة الدلیل علی المدلول ولحمقی من الناس لا یعرفون هذه المرتبة لایقرون بها.

کے اس قول میں ہے کہ تمام چیزیں خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ جس قدر مخلوقات اور محدثات ہیں سب اپنے خالق اور موجد کی گواہی دیتے ہیں جس طرح تعمیر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اور تحریر اس بات کی شہادت ہے کہ اس کا کوئی لکھنے والا ہے اس کا نام زبان حال ہے اور متکلمین اس کو دلالۃ الدلیل علی المدلول کہتے ہیں لیکن حمقا اس حالت کا اعتراف نہیں کرتے۔

امام صاحب نے معجزات کے متعلق جو احتمالات بیان کئے ان میں سے پہلا تو عام متکلمین کا مذہب ہے دوسرا یعنی عقلی۔ معتزلہ کی رائے ہے۔ تیسرا حکما اور فلاسفہ کا خیال ہے چنانچہ اس کی نہایت مفصل بحث ہماری کتاب تاریخ کلام میں مذکور ہے۔

امام صاحب کا آخری فقرہ جس سے تمثیل خیالی کی ترجیح کی خوشبو آئی ہے تعجب انگیز ہے۔

Marfat.com

منکرے بودن وہم رنگِ مستان زیستن

یہ بحث تو معجزے کے امکان کے متعلق تھی' امکان کے ثبوت کے بعد یہ بحث باقی رہتی ہے کہ وہ ثبوت کی دلیل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اشاعرہ عموماً اس کی دلیل نبوت ہونے پر متفق ہیں۔ حکمائے اسلام میں سے بوعلی سینا اشاعرہ کا ہم زبان ہے چنانچہ کتاب الشفاء میں تصریح کی ہے کہ پیغمبر کے لئے معجزے کا ہونا ضرور ہے تا کہ اس بات کا یقین ہو کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ امام غزالی کا اس باب میں جو خیال ہے یہ ہے۔

منقذ من الضلال میں یہ لکھ کر نبی کے ارشادات و ہدایات سے خود اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ لکھتے ہیں۔

فمن ذلک الطریق فاطلب الیقین بالنبوة لا من قلب العصا ثعبانا وشق القمر فان ذلک اذا نظرت الیه وحده ولم تنضم الیه القرائن الکثیرة الخارجة عن الحصبور کما ظننت انه سحر و تخییل (منقذ من الضلال صفحه ۲۶۰)

اس بحث پر علامہ ابن رشد نے اپنے رسالے میں نہایت مفصل اور دقیق گفتگو کی ہے لیکن یہ اس کے لکھنے کا موقع نہیں۔ علم کلام کی تاریخ میں ہم علامہ موصوف کی پوری تقریر نقل کریں گے اور اس پر انتقاد کریں گے۔

Marfat.com

تکلیفات شرعیہ اور عذاب و ثواب

مذہب کے معرکتہ آلارا مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ملاحدہ کا خیال ہے کہ چونکہ مذہب انسان کی ایجاد ہے اور انسانی تمدن کے نمونے پر قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے عذاب وثواب کا مسئلہ بھی اس میں شامل کیا گیا ورنہ عذاب وثواب خدا کی شان سے بالکل بعید ہے کیونکہ عذاب کی بنیاد دو اصولوں پر ہے۔

۱۔ انتقام کی خواہش جو ہر انسان میں فطری ہے۔

۲۔ تنبیہہ و تربیت تاکہ مجرم سے اس قسم کا فعل پھر سرزد نہ ہونے پائے

یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ خدا میں انتقام کی خواہش نہیں ہوسکتی۔ انسانوں میں جو زیادہ نیک نفس ہیں ان میں جب یہ خواہش کم ہوتی ہے تو خدا کی شان تو بہت ارفع ہے۔ تنبیہہ و تربیت بھی مقصود نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ عذاب قیامت کے بعد انسان کو کوئی ایسا موقع ہی نہیں حاصل ہوگا کہ وہ اپنے پچھلے افعال کا کفارہ ادا کرسکے۔ تکلیفات شرعیہ کی نسبت بھی ملاحدہ کا یہی اعتراض تھا کہ خدا کو اس سے کیا فائدہ؟

امام صاحب کے زمانے میں ملاحدہ کے علاوہ فرقہ باطنیہ کی طرف سے بھی یہ شبہ اکثر پیش کیا جاتا تھا اس لئے امام صاحب نے مضنون بہ علی غیر اہلہ میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور اس اعتراض کو

Marfat.com

نہایت خوبی سے اٹھایا۔ اس کا ماحصل یہ ہے۔

عالم جسمانیات میں اسباب وعلل کا جو سلسلہ ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ سنکھیا قاتل ہے۔ گلاب محرک نزلہ ہے' سقمونیا مسہل ہے یہ اشیاء جب استعمال کی جائیں گی ان کے آثار ضرور ظاہر ہوں گے۔ اب اگر کوئی شخص مثلاً سنکھیا کھالے اور مرجائے یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ خدا نے اس کو کیوں مار ڈالا یا خدا کو اس کے مار ڈالنے سے کیا غرض تھی کیونکہ مرنا' سنکھیا کھانے کا ایک لازمی نتیجہ تھا جو اس سے منفک نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے سنکھیا خودخوشی سے کھائی اور جب کھائی تو اس کا نتیجہ خواہ مخواہ ظاہر ہونا ضرور تھا۔

یہی سلسلہ روحانیات میں قائم ہے نیک و بد جس قدر افعال ہیں ان کا نیک یا بد اثر روح پر مرتب ہوتا ہے اچھے کاموں سے روح کو انبساط حاصل ہوتا ہے' برے افعال سے اس میں آلودگی اور نجاست آ جاتی ہے اور یہ وہ نتائج ہیں جو کسی طرح منفک نہیں ہوسکتے جو شخص کسی فعل کا مرتکب ہوتا ہے اسی وقت اس کی روح پر ایک خاص اثر مرتکب ہو جاتا ہے اسی کا نام عذاب ہے' فرض کرو ایک شخص نے چوری کی' اس فعل کے ارتکاب کے ساتھ ہی اس پر دنائت کا اثر طاری ہوگیا۔ اب وہ گرفتار ہو یا نہ ہو' اس کو سزا دی جائے یا نہ دی جائے لیکن اس کا نفس داغدار ہو چکا اور یہ دھبہ مٹانے نہیں مٹ سکتا۔ اب خدا پر جس طرح یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ سنکھیا کھانے پر خدا نے فلاں شخص کو کیوں مار ڈالا' اسی طرح یہ اعتراض بھی نہیں ہوسکتا کہ فعل بد کے ارتکاب پر خدا نے عذاب کیوں دیا؟ کیونکہ

Marfat.com

عذاب اس فعل بد کا لازمی نتیجہ تھا جو اس سے منفک نہیں ہو سکتا تھا۔

امام صاحب کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

اما العقاب علی ترک الامر وارتکاب النهی فلیس العقاب من الله تعالیٰ غضباً وانتقاماً ومثال ذلک وان من غادر الوقاع عاقبه الله تعالیٰ بعدم الولد ومن ترک الاکل والشرب عاقبه بالجوع والعطش فکذلک نسبة الطاعات والمعاصی الی الام الاخرة ولذاتها من غیر فوق فالسوال عن انه لم تفضیٰ لمعصیة الی العقاب کالسوال فی انه لم یهلک الحیوان عن السم ولم یودی السم الیٰ لهلاک.

(صفحہ 111)

اوامر اور نواہی کی عدم تعمیل پر جو عذاب ہوگا وہ عذاب یا انتقام نہیں ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص بیوی سے صحبت نہ کرے گا خدا اس کو اولاد نہ دے گا۔ جو شخص کھانا پینا چھوڑ دے گا خدا اس کو بھوک پیاس کی تکلیف دے گا طاعات و معاصی کو قیامت کی تکلیفات اور لذائذ سے بھی بالکل یہی مناسبت ہے۔ یہ اعتراض کرنا کہ معصیت پر کیوں عذاب ہوگا گویا یہ کہنا ہے کہ جاندار زہر سے کیوں ہلاک ہو جاتا ہے اور زہر کیوں ہلاکت کا سبب ہے؟

تکلیفات شرعیہ کی نسبت' عام اشاعرہ کا خیال تھا کہ اس سے

Marfat.com

صرف تعمیل احکام مقصود ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ

ایک آقا کو اپنے نوکروں کا امتحان مقصود ہے۔ اس نے سب کو حکم دیا کہ تمام رات ہاتھ باندھے کھڑے رہو۔ اس حکم سے آقا کا کوئی فائدہ نہیں' نہ نوکروں کے لئے کچھ مفید ہے' لیکن جو شخص اس حکم کی تعمیل کرے گا اس کی نسبت یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ آقا کا جاں نثار ملازم ہے تکلیفات شرعیہ کا بھی یہی حال ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس قدر ان کی بجا آوری میں فوق العادۃ تکلیفیں اٹھائی جائیں اسی قدر خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

امام صاحب نے اس خیال کی مخالفت کی' انکے نزدیک شریعت کے جس قدر اوامر و نواہی ہیں وہ فی نفسہٖ انسان کے حق میں مفید یا مضر ہیں۔ شارع نے اسی فائدے وضرر کے لحاظ سے انسان کو کسی کام کا حکم دیا ہے یا اس سے روکا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ طبیب اشیاء کے خواص و تاثیرات سے واقف ہے اس بنا پر وہ مریض کو حکم دیتا ہے کہ فلاں چیز سے پرہیز کرو' اگر وہ طبیب کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو اس کی بیماری بڑھتی جاتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ طبیب کے حکم کی تعمیل نہیں کی اس لئے بیماری کو ترقی ہوئی۔ لیکن درحقیقت یہ طبیب کی محض مخالفت کا اثر نہ تھا بلکہ اس بات کا اثر تھا کہ وہ شے خود مضر تھی۔ مریض اگر کسی اور کام میں جو مرض سے متعلق نہ ہوتا طبیب کی مخالفت کرتا تو اس کو بیماری کے بڑھنے میں کچھ دخل نہ تھا۔

امام صاحب کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

Marfat.com

وللنفوس طب كما ان للاجاد طباً والانبياء عليهم السلام اطباء النفوس ثم يقال ان الطبيب امره بكذا ونهاه عن كذا وانه مادمرمنه لانه خالف الطبيب ونه صح لانه داعي قانون الطب ولم يقصر في الاحتماء وبالحقيقة لم يتماد مرض المريض بمخالفة الطبيب لعين المخالفة بل لانه سلك غير طريق الصحة التي امره الطبيب بها (مضنون علی بہ غیر اہلہ ۲)

جس طرح جسمانی امراض کے لئے طب ہے روح کے لئے بھی ایک طب ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کے طبیب ہیں۔ محاورے میں کہا جاتا ہے کہ بیمار اس وجہ سے اچھا نہیں ہوا کہ اس نے طب کی مخالفت کی یا اس وجہ سے اچھا ہوا کہ طب کے احکام کی پابندی کی۔ حالانکہ مرض کا بڑھنا اس وجہ سے نہ تھا کہ مریض نے طبیب کی مخالفت کی بلکہ اس وجہ سے کہ اس نے تندرستی کے وہ قاعدے نہیں برتے جو طبیب نے اس کو بتائے تھے۔

معاد یا حالات بعد الموت

قیامت

مذہب کی روح اور رواں جو کچھ کہو معاد کا اعتقاد ہے مذہب میں

Marfat.com

جو کچھ تاثیر ہے اور افعالِ انسانی پر مذہب کا جو اثر پڑتا ہے وہ اسی اعتقاد کی بدولت ہے لیکن جس قدر وہ مہتم بالشان ہے اسی قدر عسیر التصور ہے۔ ایک بددی شاعر الحاد کے لہجہ میں کہتا ہے۔

امـوت ثـم بـعـث ثـم نشـر
حـديـث خـرافة يـا ام عمرو

(مرنا پھر زندہ ہونا' پھر چلنا' پھرنا' اے عمرو (شاعر کے بیٹے کا نام) کی ماں (یہ خرافات باتیں ہیں۔)

اس مرحلے میں جو مشکلیں ہیں ان میں پہلا اور سب سے مشکل بقائے روح کا مسئلہ ہے یعنی یہ ثابت کرنا کہ روح جسم سے جدا کوئی چیز ہے۔ مادیین کا خیال ہے کہ روح کوئی جداگانہ چیز نہیں بلکہ جس طرح چند دواؤں کو ترکیبِ دینے سے ایک مزاج خاص پیدا ہو جاتا ہے یا تاروں کی خاص ترکیب سے راگ پیدا ہوتے ہیں اسی طرح عناصر کی خاص طور پر ترکیب پانے سے ایک مزاج خاص پیدا ہو جاتا ہے جو ادراک اور تصور کا سبب ہوتا ہے اور اسی کا نام روح ہے۔

روح کے ثابت کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ اس کی بقا کا ثابت کرنا ہے یعنی یہ کہ جسم کے فانی ہونے پر وہ باقی رہ سکتی ہے۔

ان مرحلوں کے بعد عذاب قبر' قیامت' میزان' حساب' جنت و دوزخ کی بحثیں ہیں۔ امام صاحب نے مضنون صغیرہ و مضنون کبیرہ میں ان مباحث کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ہم ان دونوں کتابوں کے حوالے سے ان مباحث کو اپنی زبان میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

روح کی حقیقت

روح کی حقیقت کے متعلق امام صاحب نے احیاء العلوم میں عذر کیا کہ یہ ان اسرار میں ہے جن کو ظاہر کرنا جائز نہیں لیکن مضنون صغیرہ میں اس راز سے پردہ اٹھا دیا ہے اور اس کی حقیقت بیان کی ہے وہ جوہر ہے لیکن جسم نہیں' اس کا تعلق بدن سے ہے لیکن اس طرح کہ بدن سے متصل ہے نہ منفصل' نہ داخل نہ خارج' نہ حال نہ محل ہے۔

جوہر ہونے کی یہ دلیل ہے کہ روح اشیاء کا ادراک کرتی ہے اور چونکہ ادراک عرض ہے یعنی ایک کیفیت کا نام ہے اور فلسفہ میں یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے کہ عرض' عرض کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضرور ہے کہ روح جوہر ہو ورنہ ادراک کا قیام اس کے ساتھ ممکن نہ ہو سکے گا۔

جسم نہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر مجسم ہوگی تو اس میں طول و عرض ہوگا اور اس کے اجزاء نکل سکیں گے اور اجزاء ہوں گے تو یہ ممکن ہوگا کہ ایک جزو میں ایک چیز پائی جائے' اور دوسرے جزو میں اسی چیز کا نقیض مثلاً لکڑی کا ایک تختہ نصف سپید ہو سکتا ہے اور نصف سیاہ۔ اس بنا پر یہ ممکن ہوگا کہ روح کے ایک جزو میں زید کا علم ہو اور دوسرے جزو میں اسی زید کا جہل۔ اس صورت میں روح ایک ہی زمانے میں ایک شے سے واقف بھی ہوگی اور ناواقف بھی اور یہ محال ہے۔ متصل و منفصل داخل و خارج نہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ تمام اوصاف جسم کے ساتھ

Marfat.com

خاص ہیں اور جب روح سرے سے جسم ہی نہیں تو متصل و منفصل داخل و خارج و خارج کچھ بھی نہیں۔ مثلاً ایک پتھر کو عالم اور جاہل کچھ کہہ سکتے کیونکہ یہ دونوں وصف جاندار کے ساتھ خاص ہیں اور پتھر سرے سے جاندار ہی نہیں۔

اس تفصیل کے بعد امام صاحب نے یہ سوال قائم کر کے شارع کی حقیقت بتانے سے کیوں انکار کیا' جواب دیا ہے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں عوام اور خواص' عوام تو ایسی چیز کا تصور ہی نہیں کر سکتے اسی بنا پر فرقہ حنبلیہ اور کرامیہ خدا کے جسم ہونے کے قائل ہو گئے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جو چیز مجسم نہ ہو گی وہ موجود ہی نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ عوام کی بہ نسبت کسی قدر وسیع الخیال ہیں وہ جسم کی نفی کرتے ہیں تاہم خدا کا ذوجہتہ ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ اشعریہ اور معتزلہ البتہ اس قسم کے وجود کے قائل ہیں جو جسم و جہت سب سے بری ہو۔ لیکن ان کے نزدیک اس قسم کا وجود ذات باری اور صفات باری کے ساتھ خاص ہے اگر روح کا وجود بھی اسی قسم کا مانا جائے تو ان کے نزدیک خدا میں اور روح میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ بہر حال چونکہ روح کی حقیقت عوام و خواص دونوں کی فہم سے باہر تھی اس لئے شارع نے اس کے بتانے سے اعراض کیا۔

امام صاحب نے روح کی جو حقیقت بیان کی اور اس پر جو دلائل پیش کئے وہ یونانیوں سے ماخوذ ہیں۔ ارسطو نے اثولوجیا میں بعینہ یہی تقریر کی ہے اور بوعلی سینا نے اس کو مختلف پیرایوں میں آب و رنگ دے کر ادا کیا ہے۔ لیکن یہ امر بظاہر تعجب انگیز ہے کہ جو سب سے مقدم امر تھا

Marfat.com

یعنی روح کا اثبات' امام صاحب نے اسی کو چھوڑ دیا' روح کا جوہر ہونا' غیر جسمانی ہونا یہ فروعی امور ہیں پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ روح کوئی شے بھی ہے یا نہیں۔

اصل یہ ہے کہ روح کا وجود ایک وجدانی امر ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادراک و تعقل محض مادے کا نام نہیں' مادہ ایک بے حس و بے جان اور لایعقل چیز ہے دقیق خیالات اور علوم و فنون مادے سے انجام نہیں پاسکتے بلکہ کوئی اور جوہر لطیف ہے جس سے یہ کرشمے سرزد ہوتے ہیں اور اسی کا نام روح ہے۔ لیکن یہ استدلال ۱ وجدانی ہے اگر کوئی منکر انکار پر آمادہ ہو اور کہے کہ تم نے جو کچھ کہا عین دعوے کا اعادہ ہے دلیل نہیں ممکن ہے کہ مادہ ہی ایک خاص ترکیب پا کر ان نیرنگیوں کا مظہر ہو' کلوں سے جو عجیب و غریب حرکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ارغنوں سے جو دلکش اور موثر نغمے پیدا ہوتے ہیں ان میں روح کا کونسا شائبہ ہے تو ہم دلیل سے اس کی زبان نہیں بند کرسکتے۔ یہی سبب تھا کہ امام صاحب نے روح کے ثبوت پر کوئی منطقی دلیل نہیں پیش کی۔ مضنون بہ علی غیر اہلہ میں صرف یہ الفاظ لکھے۔

ولیس البدن من قوام ذاتک فانھدام البدن لایعدمک	جسم تمہاری حقیقت اور ماہیت میں داخل نہیں ہے۔ اسلئے جس کا فنا ہونا تمہارا فنا ہونا نہیں ہے۔

---

۱ بوعلی سینا نے روح کے اثبات پر اشارات میں لمبی چوڑی دلیل پیش کی ہے لیکن وہ یونانیوں کے عام دلائل کی طرح صرف لفظوں کا کھیل ہے۔

Marfat.com

واقعات بعد الموت

مثلاً عذاب قبر' حساب' میزان قیامت' لذات بہشت' عذاب دوزخ' ان تمام امور کی نسبت اکابر اسلام کی مختلف راہیں ہیں۔ ایک گروہ ان کو جسمانی قرار دیتا ہے اس گروہ میں بھی دو فرقے بن گئے ہیں۔ ایک فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ گویا یہ چیزیں جسمانی ہونگی لیکن ان کی جسمانیت اس عالم فانی کی جسمانیت سے بالکل مختلف ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں جہاں لذات بہشت کا بیان ہے ساتھ ہی یہ بھی تصریح ہے کہ اجسام دنیوی کی یہ خاصیتیں ان میں نہ ہوں گی مثلاً شراب ہوگی لیکن اس میں نشہ نہ ہوگا غذائیں ہوں گی لیکن بول و براز کی حاجت نہ ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی مذہب ہے ان کا قول ہے کہ آخرت میں جو چیزیں ہوں گی ان کو دنیا کی چیزوں سے فقط نام میں مشارکت ہے۔ دوسرا گروہ یعنی اشاعرہ ان چیزوں کو بالکل جسمانی قرار دیتا ہے اور اسی قسم کی جسمانیت تسلیم کرتا ہے جیسی کہ ہماری عالم اجسام کی ہے۔

تیسرا گروہ ان کے روحانی ہونے کا قائل ہے ان کا خیال ہے کہ گو ان اشیاء کا جسمانی ہونا محال نہیں لیکن عالم آخرت اس عالم سے بہت بالاتر ہے اس لئے جسمانی کیفیتیں اسکے شایان شان نہیں۔ اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ خود اس عالم فانی میں مختلف طبقے ہیں صورت پرست اور

Marfat.com

طفل مزاج لوگ، جسمانیات محض مثلاً غذا ولباس پر مفتوں ہیں جوان سے عالی رتبہ ہیں وہ ان چیزوں کو ہیچ سمجھتے ہیں اور عزت و ناموس کے طالب ہیں لیکن جو لوگ رسیدگانِ الٰہی اور صاحب نفوس قدسیہ ہیں انکے نزدیک معارف اور حقائق کے سوا تمام چیزیں حقیر ہیں چنانچہ حضرات صوفیہ مشاہدہ الٰہی کے سوا اور کسی چیز کے خواہاں نہیں۔ اس بنا پر عالم آخرت کے لذائذ کو جسمانی کہنا گویا دنیا اور آخرت کو ہم پلہ قرار دینا ہے۔ اسی مضمون کو ایک نئے شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔

حور و خلد و کوثر، اے واعظ اگر خوش کردہ
بزم ماہم، شاہد و نقل و شراب بیش نیست

امام صاحب کا میلان روحانیت کی طرف تھا لیکن ساتھ ہی ان کا یہ بھی خیال تھا کہ شریعت عام و خاص سب کے لئے ہے اس کا پیرایہ ایسا ہونا چاہئے جس سے عام اور خاص سب فائدہ اٹھا سکیں۔

بہارِ عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را، بہ بوار باب معنی را

حشر و نشر، صراط و میزان وغیرہ کے متعلق امام صاحب نے جواہر القرآن میں اجمالاً جو کچھ لکھا ہے وہ اوپر گذر چکا۔ احیاء العلوم اور مضنون کبیر میں ان امور کی تفصیل کی ہے۔

احیاء العلوم کے خاتمہ میں موت کا جدا باب باندھا ہے اس میں عذاب قبر کا ایک خاص عنوان قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

شاید تمہارے ذہن میں یہ اعتراض آئے کہ ہم نے کافروں کی

Marfat.com

قبروں کا امتحان کیا ہے لیکن سانپ اور بچھو کہیں نہیں دیکھے اس لئے مشاہدے کے خلاف کیونکر یقین لائیں۔ تو جواب یہ ہے کہ یہاں تین احتمالات ہیں۔

پہلا احتمال جو زیادہ صحیح اور ظاہر تر ہے یہ ہے کہ درحقیقت کافر کی قبر میں سانپ بچھو ہوتے ہیں اور اس کو کاٹتے ہیں لیکن نظر نہیں آسکتے' کیونکہ یہ عالم ملکوت کے واقعات ہیں اور عالم ملکوت کے واقعات ان آنکھوں سے نظر نہیں آسکتے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کو خواب کے واقعات پر قیاس کیا جائے مثلاً خواب میں آدمی دیکھتا ہے کہ سانپ اس کو کاٹتا ہے' کاٹنے کی تکلیف محسوس ہوتی ہے آدمی روتا اور چلاتا ہے لیکن یہ سب عالم خواب میں ہوتا ہے اوروں کو گو وہ انکے ہم بستر ہوں یہ واقعات مطلق محسوس نہیں ہوتے۔ اسی طرح قبر کا عذاب ہے جو مردے کو محسوس ہوتا ہے اور دوسرے کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوسکتی۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو جو روحانی تکلیفیں ہوں گی ان کو سانپ اور بچھو کے کاٹنے سے تعبیر کیا جائے گا' اس تیسرے احتمال کو امام صاحب نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ کیمیائے سعادت جو احیاء العلوم کے بعد لکھی گئی ہے اس میں امام صاحب نے اس مسئلہ کو زیادہ صاف کیا ہے اس کے جستہ جستہ فقرے یہ ہیں۔

احمقاں بے بصیرت چنیں میگویند کہ ما در گور نگاہ میکنیم ہیچ نمی بینیم اگر بودے چشم ما درست ست مانیز۔ بدیدے۔ ایں احمقاں باید کہ

Marfat.com

بدانند ایں اژدہا درذات روح مردہ است واز باطن جان او بیرون نیست واگر چناں بودے کہ ایں اژدہا بیرون او بودے چنانکہ مردمان پندارند۔ آسان تر بودے کہ آخر یک ساعت دست از دے بداشتے' لیکن چوں متمکن ست درمیان جان دے آں خود از عین صفات اوست چگونہ ازاں بگریزد۔

پس اگر کوئی کہ ایں مار معدوم است انچہ دراں میباشد خیال است' بدانکہ ایں غلطی عظیم ست بلکہ آں مار موجود ست کہ معنی موجود یافتہ بود معنی معدوم نایافتہ۔ وہرچہ یافتہ توشد در خواب وتو آن رامی بینی۔ آن موجود است در حق تو اگرچہ خلق دیگر آن رانتواں دید۔ وہرچہ تو آن رانمی بینی نایافتہ ونا موجود تست۔ اگرچہ ہمہ خلق آں رابیند۔

(کیمیائے سعادت۔ عنوان چہارم در معرفت آخرت' عذاب قبر)

لیکن مضنون بہ علی غیر اہلہ[1] میں بالکل پردہ اٹھادیا ہے اور صاف صاف لکھتے ہیں۔

فصل فی عذاب القبر. النفس اذا فارقت البدن حملت القوة الوهمية.

معهما كما ذكرنا وتتجر وعن البدن منزهةً ليس يصحبها شيئ من الهيات البدنية وهى عندالموت عالمة بمفارقتها عن البدن وعن دارالدنيا متوهمة نفسها

---

[1] مطبوعہ مصر صفحہ ۲۔

Marfat.com

الانسان المقبور الذی علی صورته کما کان فی الدنیا یتخیل ویتوهم و تتخیل بدنها مقبوراً وتتخیل الالام الواصلة الیها علی سبیل العقوبات الحسیة علی ماوردت به الشرائع الصادقة فهذا عذاب القبر۔ وان کانت سعیدة تتخیله علی صورة ملائمة علی دفق ماکانت تصتقدة من الجنات والانهار والحدائق والغلمان والولدان والحور العین والکاس من المعین فهذا ثواب القبر فلذالک قال النبی علیه الصلوة والسلام القبرا ماروضةا من ریاض الجنة اوحضرة من النیران فالقبرا الحقیقی هذه الهیات وعذاب القبر وثوابه ماذکرنا هما۔

قیامت

قیامت کے متعلق جو اعتراضات تھے انہی سے اکثر متکلمین کے مخترع عقائد کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے مثلاً روایت میں صرف اس قدر ہے کہ قیامت میں مردے زندہ ہو کر اٹھیں گے اس کی کوئی تصریح نہ تھی کہ جسم بھی بعینہ وہی ہوگا جو دنیا میں تھا۔ متکلمین نے اس قدر مستزاد کیا کہ بعینہ وہی جسم اور وہی صورت ہوگی۔ اس پر منکروں نے اعتراض کیا کہ اولاً تو اعادہ معدوم محال ہے۔ ثانیاً دنیا میں مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی کو مار کھا گیا اور اس کے اجزائے بدن اس کے اجزائے بدن میں شامل

Marfat.com

ہو کر ایک ہو گئے تو اگر قاتل کا جسم قیامت میں بعینہ وہی ہو گا جو دنیا میں تھا تو مقتول کا جسم بعینہ وہی نہیں ہو سکتا۔ متکلمین نے پہلے اعتراض کے جواب میں تو اعادہ معدوم کو جائز ثابت کرنا چاہا اور دوسرے کے لئے بہت تاویلیں کیں۔

لیکن چونکہ اعتراض قوی تھے جواب میں بجز اس کے کہ سینہ زوریوں' احتمال آفرینیوں' تشکیکات اور تاویلات سے کام لیا جائے اور کیا ہو سکتا تھا۔ طرہ یہ کہ متکلمین انہی چیزوں کو مایہ ناز سمجھتے تھے اور اس کو زور استدلال سے تعبیر کرتے تھے۔

امام صاحب نے اس سعی عبث سے ہاتھ اٹھایا اور اسی حد تک قناعت کی جس قدر روایتوں میں مذکور تھا۔ یعنی یہ کہ قیامت میں مردے زندہ ہو کر اٹھیں گے جسم کا بعینہ وہی دنیاوی جسم ہونا ضروری نہیں۔ اس بنا پر تاویلات اور سینہ زوریوں کی حاجت نہیں رہی۔ چنانچہ کیمیائے سعادت میں خود لکھتے ہیں۔

وشرط اعادہ آں نیست کہ ہماں قالب کہ داشتہ است بوے باز دہند' کہ قالب مرکب است اگرچہ اسپ بدل افتد سوار ہماں باشد۔ واز کودکی تا پیری خود بدل کر افتادہ باشد اجزائے آن باجزائے غذائے دیگر داد ہماں بود۔ پس کسانیکہ ایں شرط کردند بریں اشکالہا خاست وازاں جواب ہائے ضعیف دادند۔

ملاحدہ کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ دنیا میں تمام چیزیں بتدریج پیدا ہوتی ہیں اور جو کچھ پیدا ہوتا ہے اسباب کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے

Marfat.com

اسلئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ بلا توسط اسباب قیامت میں تمام آدمی دفعتاً پیدا ہو جائیں امام صاحب نے اس اعتراض کو اس طرح اٹھایا ہے کہ

حیوانات [1] کی پیدائش کے دو طریقے ہیں تولد و توالد۔ تولد کے معنی یہ ہیں کہ اسباب کے فراہم ہونے سے ابتدأ پیدا ہو جائیں جس طرح برسات میں آپ سے آپ حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ توالد یہ کہ تولد کے بعد نسل و خاندان کا سلسلہ قائم ہو مثلاً حضرت آدم تبدأ خاک سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے۔ خلقنکم من تراب۔ پھر حضرت آدم سے نسل کا سلسلہ قائم ہوا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ انا خلقنا الانسان من نطفة۔ عالم کائنات میں اس کی اور سینکڑوں مثالیں ہیں۔

فلاسفہ [2] کا قول ہے کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے حرکات فلکیہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے نیز یہ کہ افلاک کے ہر دور کی جدا تاثیر اور جدا نتائج ہیں۔ اس بنا پر یہ ممکن ہے کہ افلاک کا کوئی ایسا دور آئے جس کے نتائج موجودہ دور سے بالکل مختلف ہوں اور وہ یہ ہو کہ تمام آدمی جو مر چکے تھے دفعتہً زندہ ہو جائیں اور ایک نیا عالم ظہور میں آئے۔

امام صاحب کے اخیر فقرے یہ ہیں۔

وکما جازان یحدث دوریشکل یحدث بسببه انواع من الحیوانات لم یعهد مثلها فلذلک یجب ان یحدث زمان یحشر فیها الموتیٰ و تجمع اجزاء هم وتعود

---

[1] مضنون صفحہ ۲۔ [2] مضنون صفحہ ۲۱۔

Marfat.com

الیٰ اشباحهم وارواحهم۔

بہشت کی لذات اور کیفیات کی نسبت امام صاحب لکھتے ہیں [1]

"بہشت کی جسمانی لذتیں معجزے کی طرح تین قسم کی قرار دی جاسکتی ہیں۔ حسی، خیالی، عقلی۔ حسی یعنی کھانا پینا، لباس مکان وغیرہ وغیرہ، خیالی جس طرح آدمی خواب میں کھانے پینے کا لطف اٹھاتا ہے۔ عقلی کے یہ معنی کہ بہشت میں جو روحانی لذتیں حاصل ہوں گی ان کو آبِ شیریں، چشمہ ہائے رواں، ایوانہائے بلند، میوہ جات لذیذ سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ روحانی لذتوں کی بہت سی اقسام ہیں اس لئے ہر ہر لذت کو خاص خاص جسمانی لذت سے تعبیر کیا ہے۔

اخیر میں لکھتے ہیں۔

فالمشغوف بالتقليد والجمود على الصور الذى لم تنفتح له طرق الحقائق تمثل له هذه الصور واللذات والعارفون المستصعرون العالم الصور واللذات المحسوسة يفتحلهم من لطائف السرور واللذات	جو شخص تقلید کا شیفتہ اور صورت پرست ہے اور حقیقت کی راہیں اس پر نہیں کھلی ہیں اس کے سامنے یہ صورتیں اور لذتیں مجسم بن کر آئیں گی لیکن جو لوگ محسوس لذتوں اور ظاہری صورتوں کو ہیچ سمجھتے ہیں ان کو وہ پرلطف مسرتیں اور عقلی لذتیں حاصل ہوں گی جو ان کے شایان

[1] مضنون صفحہ ۲۶

Marfat.com

العقلیۃ ما یلیق بھم ویشفی شرھھم وشھرتھم اذحد لاجنۃ ان فیھا لکل امرء مایشتھیہ

شان ہیں اور جو ان کی پیاس کو بجھا سکتی ہیں کیونکہ جنت کی اصلی حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کو وہ چیز حاصل ہو جو اس کی تمنا ہے۔

تصوف

علمی حیثیت سے تصوف کو امام صاحب سے وہی نسبت ہے جو منطق کو ارسطو سے ہے۔ تصوف کی ابتدا اگرچہ قرن اول میں ہو چکی تھی لیکن امام صاحب کے زمانے تک اس کی جو حالت تھی وہ تفصیل ذیل سے معلوم ہوگی۔

صوفی کا لقب کب سے شروع ہوا

امام قشیری اپنے مشہور رسالہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے وجود باوجود تک صحابہ کے لقب کے سوا اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا تھا کیونکہ شرف صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہوسکتا تھا۔ صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا لقب پیدا ہوا۔ یہ زمانہ بھی ہو چکا تو بزرگان دین زاہد وعابد کے لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرقہ کو یہاں

Marfat.com

تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا۔ اس لئے جو لوگ خاص اہل سنت و جماعت میں سے زاہد اور اہل دل تھے وہ صوفی کہلائے۔ یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔[1] صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ سب سے پہلے صوفی کا لقب ابوہاشم صوفی کو ملا جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی تھی امام صاحب موصوف نے ایک دوسرے موقع پر تصوف کی وجہ تسمیہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس لفظ کے اشتقاق کے متعلق تین رائے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ صحابہ میں سے جو لوگ اہل صفہ کہلاتے تھے یہ ان کی طرف نسبت ہے بعض کے نزدیک اس کا مآخذ صفا ہے' بعض کے نزدیک صف۔ لیکن قاعدہ اشتقاق کی رو سے یہ تمام اقوال غلط ہیں۔ یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ صوف سے ماخوذ ہو جس کے معنی پشمینہ کے ہیں لیکن پشمینہ پوش ہونا اس فرقہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔

تصوف کی حقیقت

یہ تو لفظی بحث تھی۔ تصوف کی حقیقت او رماہیت میں بھی اختلاف ہے۔ امام قشیری نے اپنے رسالے میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری: صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر خدا کو لیا ہے۔

---

[1] رسالہ قشیر ذکر مشائخ طریقت۔

Marfat.com

حضرت جنید بغداد: جس کا جینا مرنا محض خدا پر ہو۔
ابو محمد جریری: تمام اخلاق حسنہ کا جامع اور تمام اخلاق رویہ سے بری۔
منصور حلاج: وہ شخص کہ نہ اس کو کوئی پسند کرے نہ وہ کسی کو پسند کرے۔
ردیم: جو شخص اپنے آپ کو بالکل خدا کے ہاتھ میں دے دے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں اسی قسم کے بہت سے اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی تعریف جامع و مانع نہیں بلکہ ہر بزرگ نے اپنے مذاق کی بنا پر تصوف کے مقامات میں سے کسی خاص مقام کی تعریف بیان کی ہے اور بعض حضرات نے زہد وفقہ، تصوف، تینوں کو خلط ملط کر دیا ہے حالانکہ یہ تینوں تین مختلف چیزیں ہیں تصوف در حقیقت زہد وفقر اور بعض اور اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے۔

تصوف کی علمی حیثیت

حقیقت یہ ہے کہ تصوف ابتدا میں صرف زہد و عبادت کا نام تھا' زہد جس قدر بڑھتا گیا۔ روحانی اوصاف یعنی صبر و شکر توکل و رضا۔ انس و محبت وغیرہ خود بخود پیدا ہوتے گئے' عبادت میں توجہ الی اللہ کا زور بڑھا تو مجاہدہ اور مجاہدے سے کشف والہام اور بعض قسم کے خرق عادت کا ظہور ہوا غرض رفتہ رفتہ تصوف بہت سی چیزوں کا مجموعہ بن گیا لیکن یہ امر صاف طور سے طے نہ ہوا کہ ان میں سے تصوف کا اصلی حصہ کس قدر ہے۔ اسی

Marfat.com

بناپر قدماء میں سے ہر شخص نے تصوف کی نئی تعریف بیان کی۔ یعنی مجموعہ میں سے صرف ایک حصہ لے لیا۔ امام غزالی سے پہلے تصوف میں سب سے زیادہ جامع اور علمی پیرائے میں جو کتاب لکھی گئی تھی وہ امام قشیری کا رسالہ تھا تاہم اس رسالے میں صرف ورع' تقویٰ' صبر و شکر وغیرہ کے عنوان قائم کئے ہیں اور ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیتیں اور بزرگوں کی حکایتیں لکھ دی ہیں۔ کسی چیز کی حد اور حقیقت نہیں بیان کی اور مکاشفات اور روحانی ادراکات کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں' امام غزالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمی طور پر اس فن کو مرتب کیا۔ علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔

وجمع الغزالی بین الامرین فی الاحیاء فدون فیه الاحکام الورع والاقتداء ثم بین اداب القوم وسنتهم وشرح اصطلاحاتهم فی عباداتهم وصار علم التصوف فی الملة علما مدونا بعد ان کانت الطریقة عبادة

امام غزالی نے احیاء العلوم میں دونوں طریقوں کو جمع کیا' چنانچہ ورع اور اقتدار کے احکام لکھنے کے ساتھ ارباب حال کے آداب اور طریقے بتائے اور مصطلحات کی شرح کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تصوف بھی ایک باقاعدہ علم بن گیا۔ حالانکہ پہلے اس کا طریقہ صرف عبادت کرنا تھا۔

تصوف کی حقیقت جو امام صاحب نے بیان کی ہے اس کا خلاصہ

Marfat.com

یہ ہے۔

تصوف

شریعت کی طرح دو چیزوں سے مرکب ہے علم و عمل، لیکن یہ فرق ہے کہ شریعت میں علم کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے تصوف میں بخلاف اسکے عمل کے بعد علم پیدا ہوتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

انسان کو اشیاء کا جو ادراک ہوتا ہے اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ استنباط، استدلال تعلیم و تعلم سے حاصل ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غور و فکر کے بغیر دفعتہً ایک شے کا ادراک ہو جاتا ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے ہوا اور کیونکر ہوا، اصطلاح تصوف میں اس کا نام الہام ہے۔

اس قسم کا ادراک صرف مجاہدہ اور تزکیہ نفس سے ہوتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے تمام تعلقات سے کنارہ کش ہو، یعنی اہل و عیال، دوست و احباب، جاہ و دولت کسی چیز سے وابستگی نہ رہے، اس کے بعد ایک گوشے میں بیٹھ کر، خدا کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ کسی کا مطلقاً خیال نہ آنے پائے، اس کے ساتھ زبان سے اللہ اللہ کہتا جائے، رفتہ رفتہ یہ مشق اس قدر بڑھے کہ زبان سے حرکت نہ ہو اور تصور میں زبان سے اللہ کا لفظ نکلتا جائے۔ پھر یہ تصور جمایا جائے کہ اللہ کے لفظ کا تصور دل میں اس طرح اتر کر جائے کہ کسی وقت جدا نہ ہونے پائے۔ جب یہ

Marfat.com

حالت پیدا ہو جائے گی تو مکاشفہ شروع ہو گا۔ ابتدا میں برق خاطف کی طرح نکل جائے گا پھر ترقی ہوتی جائے گی اور ثبات دُوام حاصل ہو گا۔[۱]

مکاشفے سے ان تمام اشیاء کی حقیقت کھل جاتی ہے جن کا تصور محض تقلیدی اور اجمالی طور پر تھا مثلاً نبوت' وحی' ملائکہ' شیطان' جنت' دوزخ' عذاب قبر' پل صراط' میزان' حساب' ان اشیاء کے متعلق راہیں ہیں' بعض ان تمام چیزوں کو تمثیلات خیالی قرار دیتے ہیں بعض ان کو بالکل ظاہری معنوں پر محمول کرتے ہیں لیکن جب مکاشفہ حاصل ہوتا ہے تو ان اشیاء کی جو کچھ حقیقت ہے وہ گویا آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔
(احیاء العلوم جلد اول۔ بیان العلم الذی ہو فرض کفایۃ۔ ذکر علم مکاشفہ)

ظاہر بینوں کو یہاں یہ شبہ پیدا ہو گا کہ انسان کو جو ادراک ہوتا ہے وہ صرف حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے یہ ناممکن محض ہے کہ حواس معطل ہو جائیں اور دل کے ذریعہ سے ادراک ہو' دل اول تو محل ادراک نہیں اور ہو بھی تو اس کا ادراک انہی چیزوں پر متفرع ہو گا جو حواس خمسہ نے اسکے سامنے پیش کیے ہوں۔

امام صاحب اس شبہ سے بے خبر نہ تھے' انہوں نے احیاء العلوم (جلد دوئم' دیباچہ بیان الفرق بین المقامین بمثال محسوس) میں خود اس شبہ کو ذکر کیا ہے۔ لیکن اس شبہ کا جواب قال نہیں حال ہے۔ امام صاحب یہ کہہ کر رہ گئے۔

فاعلم ان ھذا من عجائب   یہ اسرار قلب کے عجائبات ہیں'

---

[۱] احیاء العلوم جلد دوم بیان الفرق بین الالہام والتعلیم ۱۲

Marfat.com

اسرار القلب ولا یسمع بذکرہ فی علم المعاملہ — جن کے ظاہر کرنے کی علم معاملہ میں اجازت نہیں۔

امام صاحب نے اس کو مثال میں یوں سمجھایا ہے۔

ایک دفعہ روم و چین کے نقاشوں میں مقابلہ ہوا۔ دونوں اپنی اپنی فضیلت کے مدعی تھے بادشاہ وقت نے آمنے سامنے کی دو دیواریں، دونوں گروہ کے لئے مقرر کر دیں کہ ہر ایک اپنے حصہ کی دیوار پر اپنی صنعت کاری کا نمونہ دکھائے۔ بیچ میں پردہ ڈال دیا گیا تا کہ ایک دوسرے کی نقل نہ اتارنے پائے۔ چند روز کے بعد رومی مصوروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہم اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔ چینیوں نے کہا کہ ہم بھی فارغ ہو چکے، پردہ اٹھایا گیا تو دونوں میں سرمو فرق نہ تھا معلوم ہوا کہ رومیوں نے بجائے نقاشی کے صرف یہ کیا تھا کہ دیوار کو صیقل کر کے آئینہ بنا دیا تھا پردہ اٹھا تو سامنے کی دیوار کے تمام نقش اس میں اتر آئے۔

امام صاحب اس مثال کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ صوفیہ کے علوم کی یہی مثال ہے وہ قلب کو اس قدر صاف اور مجلا کر دیتے ہیں کہ تمام معلومات خود اس میں منقش ہو جاتی ہیں۔

مولانا روم نے بھی یہی تمثیل پیش کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

رومیان، آں صوفیانند اے پسر — نے ز تکرار کتاب و نے ز ہنر

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا — پاک زا آزو حرص و بخل و کینہا

آں صفائے آئینہ وصف دل ست — صورتِ بے منتہا را قابل ست

Marfat.com

صورت بے صورت بے حد و عیب — ز آئینہ دل تافت بر موسیٰ ز جیب
عقل ایں جا ساکت آید یا مضل — زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
عکس ہر نقشے نہ تابد' تا ابد — جز بہ دل ہم بے عد' ہم با عدد
تا ابد' نو نو صور کاید برد — مے نماید بے حجابی اندر رد
اہل صیقل رستہ اند ز بو در نگ — ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
نقش و قشر علم را بگذاشتند — رایت عیش الیقین فراستند
برتر انداز عرش و کرسی و خلا — ساکنان مقعد صدق خدا

اگر ظاہر پرستوں کو اس مثال سے بھی تسلی نہ ہوگی لیکن یہ مسئلہ کہ حواسِ ظاہری کے سوا ادراک کا کوئی اور ذریعہ بھی ہے بہت قدیم زمانے سے ایک بڑا گروہ مانتا آتا ہے۔ حکمائے اِشراق جن کا سرخیل افلاطون تھا عموماً اس مسئلے کے قائل تھے اور اسی بنا پر وہ اور فرقوں سے ممتاز تھے۔ یورپ سے بڑھ کر کون مادہ پرست ہوسکتا ہے تاہم وہاں بھی ایک گروہ موجود ہے جو روحانی ادراک کا قائل ہے اور اسپیر یچولسٹ یعنی روحانی کے لقب سے مشہور ہے۔

اس بنا پر اس خیال کی اصلیت سے انکار نہیں ہوسکتا' منکر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم کو اس کا تجربہ نہیں ہوا لیکن یہ اس کے کہنے پر موقوف نہیں' ارباب حال نے پہلے ہی کہہ دیا ہے۔

ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

بہر حال تصفیہ قلب سے اس قسم کا ادراک ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے لیکن چونکہ تصفیہ قلب کے لئے انسان کا اخلاق رویہ سے بری ہونا

Marfat.com

ضروری ہے اس لئے پہلے ابتدا اخلاق سے ہوتی ہے۔ اخلاق کا یہ حال ہے کہ ظاہری اور محسوس صورتوں میں تو ہر شخص ان کو سمجھ سکتا ہے لیکن دقائق اخلاق کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ذمائم اخلاق میں مبتلا ہیں لیکن سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے کہ ان میں یہ ذمائم پائے جاتے ہیں۔ امام غزالی سے پہلے جو کتابیں تصوف میں لکھی گئی تھیں مثلاً قوت القلوب، رسالہ قشیریہ وغیرہ سب میں ان مسائل کا ذکر ہے لیکن صرف نام لکھ دیئے ہیں ان کی حد و حقیقت نہیں بیان کی جس سے ان کی اشتباہ انگیز اور مبہم صورتیں خیال میں آجائیں۔ امام صاحب نے احیاء العلوم میں ایک ایک پر مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس توضیح، دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی سے ان کی حقیقت بیان کی ہے کہ آج تک اس پر اضافہ نہ ہوسکا اسی بنا پر علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے تصوف کو فن بنا دیا۔

مجاہدہ و ریاضت میں قلب پر بہت سے حالات اور کیفیتیں ظاری ہوتی ہیں ان کے سینکڑوں انواع اور مدارج ہیں اور جس قدر فن تصوف کو ترقی ہوتی گئی ہے ان گوناگوں کیفیتوں کے لئے خاص خاص اصطلاحیں قائم ہوتی گئی ہیں۔ امام قشیری کے زمانے تک جو اصطلاحات قائم ہوچکی تھیں ان کے نام یہ ہیں۔ وقت، مقام، حال، قبض و بسط، ہیبتہ، انس، تواجد، جمع، فرق، جمع الجمع، فنا و بقا، غیبت و حضور، صحو و سکر، ذوق و شرب، محو و اثبات، ستر و تجلی، حاضرہ و مکاشفہ، طوائح و طوالع، لوامع، بوادہ و ہجوم، ہتوین و تسکین، قرب و بعد، خواطر، علم الیقین، جبن الیقین، لطیفہ، ستر۔

Marfat.com

امام غزالی نے اپنے رسالہ املاء عن مشکلات الاحیاء میں اصطلاحات مذکورہ پر مصطلحات ذیل اضافہ کیے ہیں۔

سفر' سالک' مکان' شطح' ذہاب' وصل' فصل' ادب' تجلی' تخلی' علت' انزعاج' غیرت' حریت' فتوح وسم' زوائد' ارادہ' ہمت' غربت' مکر' اصطلام' رغبت' وجد'

امام صاحب نے ان مصطلحات کی شرح بھی کی ہے کسی کو شوق ہو تو اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔

تصوف

اگرچہ جیسا کہ بیان ہوا درحقیقت صرف ایک قسم کا علم ہے۔ یعنی علم باطن لیکن اس کے نتائج عجیب وغریب میں جو مقامات سے تعبیر کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً خدا کا ہر جگہ حاضر وناظر ہونا چونکہ عقائد اسلام میں داخل ہے عالم وجاہل' عام وخاص سب اس پر اعتقاد رکھتے ہیں لیکن عام لوگوں کو چونکہ اس مسئلہ کا علم تقلید یا استدلال سے ہوتا ہے اس لئے اس سے کوئی خاص حالت نہیں پیدا ہوئی اور افعال واعمال پر اس کا چنداں اثر نہیں۔ بخلاف اس کے تصوف میں اس مسئلے کا علم مشاہدہ اور کشف کی حیثیت سے ہوتا ہے یعنی صوفی کو درحقیقت چاروں طرف خدا ہی خدا نظر آتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر خضوع خشوع' خوف ادب وانقیاد کی وہ کیفیت طاری ہوتی ہے جو کسی طرح علم ظاہری سے نہیں پیدا

Marfat.com

ہو سکتی۔

تصوف کا اثر اعمال پر

یا مثلاً خدا کا رازق ہونا سب مانتے ہیں لیکن طلب معاش میں لوگوں کو جو بے قراری رہتی ہے اس سے اعتقاد کا پتہ بھی نہیں چل سکتا' بخلاف اس کے صوفیہ میں سے جو لوگ اس مقام تک پہنچتے ہیں ان کو وہ اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ ایک ویران اور سنسان جنگل میں پہنچ جائیں جہاں سینکڑوں کوس تک آب و دانہ کا پتہ نہ ہو تب بھی کھانے پینے کی فکر نہ ہوگی۔

اسی طرح صبر و شکر' توکل و رضا' قناعت' تواضع وغیرہ کی حقیقی کیفیت صوفی پر طاری ہوتی ہے اور وہ سراپا حال بن جاتا ہے۔

صوفیہ کے مدارج میں اختلاف ہوتا ہے یعنی ہر شخص اپنے مذاق کے موافق کوئی خاص مقام اختیار کر لیتا ہے اور اس میں ترقی کرتا ہے مثلاً کسی پر توکل کی کیفیت طاری ہے کوئی جہد کے مقام میں ہے کوئی محو کے عالم میں ہے' کسی پر اثبات کا غلبہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

تصوف کے لفظ کی تحقیق

اس بحث کے خاتمے میں یہ راز بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ

Marfat.com

تصوف کا لفظ اصل میں سین سے تھا اور اس کا مادہ سوف تھا جس کے معنی یونانی زبان میں حکمت کے ہیں۔ دوسری صدی ہجری میں جب یونانی کتابوں کا ترجمہ ہوا تو یہ لفظ عربی زبان میں آیا اور چونکہ حضرات صوفیہ میں اشراقی حکماء کا انداز پایا جاتا تھا' اس لئے لوگوں نے ان کو سوفی یعنی حکیم کہنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ سوفی سے صوفی بن گیا۔ یہ تحقیق علامہ ابوریحان البیرونی نے کتاب الہند میں لکھی ہے۔ صاحب کشف الظنون کی عبارت سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔ چنانچہ تصوف کے عنوان میں لکھتے ہیں۔

واعلم ان الاشراقین من الحکماء الالٰهین کالصوفیین فی المشرب والاصطلاح ولا یبعدان یوخذ هذا الاصطاح من اصطلاحهم.

حکمائے اشراقیہ مشرب اور اصطلاح میں صوفیہ کے مشابہ تھے اور اگر یہ اصطلاح ان کی اصطلاح سے ماخوذ ہو تو کچھ بعید نہیں۔

مجددیت

ازاں کہ پیروی خلق گمرہی آرد
نمیردیم برا ہے کہ کاروان رفتہ است

انسان کتنا ہی بڑا عاقل' عالم' تجربہ کار' دقیق النظر' آزاد طبع ہو

Marfat.com

لیکن خاندانی روایتیں، قومی خیالات، معاصرین کی صحبت، گردوپیش کے حالات، ایسی چیزیں ہیں کہ زیادہ تر انسان انہی چیزوں کے قالب میں ڈھلتا ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ بلحاظ اغلب انسان کے تمام معتقدات و خیالات اور ارادات انہی اسباب کے لازمی نتائج ہیں لیکن کبھی کبھی بلکہ کروڑوں میں ایک آدھ ایسا جوہر قابل بھی نکل آتا ہے جو ان تمام چیزوں میں سے کسی سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ خود ان چیزوں کو درہم برہم کر کے ایک نیا عالم پیدا کر دیتا ہے یہی شخص مجدد، مصلح اور رفاہر ہوتا ہے۔

تقلید کا عام تسلط

امام صاحب جس زمانے میں پیدا ہوئے تقلید کا عام تسلط ہو چکا تھا اگرچہ اس وقت بہت سے فرقے موجود تھے جن کے اصول عقائد باہم مختلف تھے مثلاً معتزلہ، باطنیہ، اشعریہ، ماتریدیہ، حنبلیہ۔ اسی طرح فروعی اختلافات کے لحاظ سے بھی بہت سے مختلف فرقے موجود تھے۔ مثلاً ظاہریہ، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، لیکن ہر فرقہ اور ہر گروہ میں تقلید کا نشہ عام طور پر سرایت کر گیا تھا۔ بڑے بڑے محدثین مثلاً دارقطنی، بیہقی وغیرہ جن کی واقفیت حدیث اور کثرتِ روایت بلاتکلف ائمہ مجتہدین سے کم نہ تھی اور جو شب و روز حدیث میں مشغول رہتے تھے اور ایک ایک حدیث پر تحقیقات و تدقیقات کا انبار لگا دیتے تھے صرف اس وجہ سے شافعی طریقے

Marfat.com

میں تربیت پا چکے تھے ایک مسئلہ میں بھی امام شافعی کی رائے سے مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔

عقلیات میں تقلید

یہ حالت صرف نقلی علوم تک محدود نہ تھی بلکہ علوم عقلیہ کی بھی یہی حالت تھی۔ ابن سینا اور فارابی جو خود ارسطو اور افلاطون کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتے تھے یونانیوں کے ہر قسم کے مزخرفات کو یقینی اور قطعی سمجھتے تھے یونانی آسمانوں کو جاندار اور ذی روح سمجھتے تھے اور ان کی حرکت کو حرکت ارادی سے تعبیر کرتے تھے۔ بوعلی سینا نے بھی اپنی تمام تصانیف میں اسی بے ہودہ خیال کی تائید کی اس طرح کے اور سینکڑوں غلط مسائل تھے جن کے متعلق کسی کو کبھی چون وچرا کا خیال تک نہیں آتا تھا۔

اشاعرہ اور حنبلیہ کی نزاعیں

مذہبی فرقوں کا شمار اگرچہ بیسیوں سے متجاوز تھا۔ لیکن بلحاظ اغلب تمام اسلامی دنیا تین فرقوں میں منقسم تھی۔ اشاعرہ' حنبلیہ' باطنیہ۔ یہ فرقے باہم سخت مخالفت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کو گمراہ اور مرتد سمجھتے تھے۔ اشاعرہ اور حنبلیہ اگرچہ دونوں اہل سنت و جماعت سے تھے تاہم ان میں بھی ہمیشہ مذہبی لڑائیاں رہتی تھیں۔ ۵۷۲ھ میں جب شریف

Marfat.com

ابوالقاسم جو بہت بڑے مشہور واعظ تھے اور نظام الملک نے انکو بڑی عزت کے ساتھ نظامیہ بغداد کا واعظ مقرر کیا تھا۔ بغداد میں آئے تو منبر پر علانیہ' حنابلہ کیشان میں کہا کہ امام احمد کافر نہ تھے لیکن انکے پیروکار کافر ہیں۔ اس پر اکتفانہ کر کے قاضی القضاۃ کے گھر پر جا کر اسی قسم کی باتیں کیں جس پر سخت ہنگامہ ہوا۔ طرہ یہ ہوا کہ اس کارروائی کے صلہ میں دربار کی طرف سے ان کو علم السنۃ کا خطاب ملا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر نے ان واقعات کو اپنی تاریخ میں مفصل لکھا ہے الپ ارسلان سلجوقی کی زمانے میں شیعوں اور اشعریوں پر مدت تک مساجد میں سر منبر لعنت پڑی جاتی تھی۔ [1] نظام الملک نے اشاعرہ کی لعنت موقوف کرادی لیکن شیعہ بے چارے اسی طرح بد لعن رہے۔

امام ابوالقاسم قشیری کے فرزند ابونصر عبدالرحیم بہت بڑے مشہور واعظ تھے' علامہ ابواسحاق شیرازی ان کے وعظ میں شریک ہوتے تھے اور علمائے بغداد کا اتفاق تھا کہ ہم نے اس رتبہ کا شخص نہیں دیکھا۔ وہ اپنے وعظوں میں ہمیشہ حنابلہ کو برا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ سخت خونریزی ہوئی اور بہت سے لوگ جان سے مارے گئے۔ [2]

اعتقادات کے لحاظ سے اسلامی ممالک کی تقسیم

ان فرقوں نے بڑھتے بڑھتے حکومت وسلطنت پر قبضہ کرلیا تھا۔

---

[1] ابن خلکان تذکرہ عمید کندری [2] ابن خلکان ذکر عبدالکریم ابوالقاسم قشیری

Marfat.com

اندلس میں جیسا کہ ابن خلدون نے تصریح کی ہے اعتقادات کے لحاظ سے حنبلیہ مذہب سلطنت کا مذہب تھا چنانچہ خلفائے ملثمین جو اس زمانے میں حکمران تھے یہی مذہب رکھتے تھے' باطنیہ نے مصر پر قبضہ کیا تھا اور اشعری مذہب تمام خراسان و عراق کا شاہی مذہب بن گیا تھا۔ حکومت کے رعب سے تقلید کو اور زیادہ قوت ہوگئی تھی اور کوئی شخص مخالفت کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اشاعرہ کی عمل داری میں دوسرے فرقوں کے لوگ اگرچہ ناپید نہیں ہو گئے تھے لیکن نہایت گمنامی اور زاویہ نشینی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے علامہ ابن اثیر نے ۴۷۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس سال محمد بن احمد نے قضا کی جوائمہ معتزلہ سے تھا اور معتزلی ہونے کی وجہ سے پورے پچاس برس تک اپنے گھر سے باہر نہ نکل سکا' امام ابوالحسن اشعری نے جو مجموعہ عقائد تیار کیا تھا اس سے ایک ذرہ بھی انحراف کرنا جرم خیال کیا جاتا تھا۔ علامہ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام غزالی کے حال میں لکھا ہے۔

والقوم اعنی الاشاعرۃ لاسیما المغاربۃ منہم یستصعبون ھذا الصنع ولا یرون مخالفۃ ابی الحسن فی فقیر ولا قطمیر۔

خود امام غزالی تفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں احیاء العلوم کے مخالفین کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اشعری کے عقیدے سے بال برابر بھی ہٹنا کفر خیال کرتے ہیں۔

امام صاحب کی ابتدائی نشو ونما اشعری فرقہ کی حیثیت سے ہوئی

Marfat.com

تھی۔ تعلیم وتربیت کا کمال امام الحرمین کی صحبت میں داخل ہوا جو اس زمانے میں فرقہ اشعریہ کے رئیس اور پیشوائے کل تھے۔ درباری تعلق نظام الملک سے پیدا ہوا جو اشاعرہ کا بہت بڑا حامی اور پیرو تھا۔ ان کے پیر طریقت بھی غالباً اشعری ہی تھے غرض خاندان کا اثر' اساتذہ کی تعلیم' سوسائٹی کا دباؤ' دربار کا تعلق' جو چیز تھی اس کی مقتضی تھی کہ امام صاحب کو ویسا ہی بنا دے جیسے اور ان کے ہم عصر تھے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ان کی تعلیم قدیم طریقے کے موافق کامل ہو چکی تھی لیکن ان کی مجددانہ طبیعت نے ان سب بندشوں کو توڑا اور ان کو ہدایت کی کہ استفت قبلک چنانچہ منقذ من الضلال میں خود لکھتے ہیں۔

حتی انحلت عنی رابطة التقلید فتحرک باطنی الی طلب حقیقة الفطرة الاصلیة.	یہاں تک کہ تقلید کی بندش ٹوٹ گئی اور طبیعت کو یہ تلاش ہوئی کہ فطرت اصلی کی حقیقت کیا ہے؟

عقائد کی اصلاح

عقائد کے متعلق امام صاحب نے بہت سی کتابیں لکھیں جن کا ذکر علم کلام کے ریویو میں گذر چکا ہے اور اس موقع پر اس سے بحث مقصود نہیں۔ یہاں دوسری حیثیت سے ہم اس کے متعلق بحث کرنی چاہتے ہیں۔ عقائد کے متعلق امام صاحب نے سب سے پہلے یہ تفریق کی کہ وہ

Marfat.com

خاص عقائد کس قدر ہیں جن پر کفر واسلام اور حق و باطل کا مدار ہے۔ خدا کی صفات کا عین ماہیت یا خارج ماہیت ہونا' قرآن مجید کا مخلوق یا غیر مخلوق ہونا' خدا کا قیامت میں مرئی ہونا یا نہ ہونا' وجوب عدل' تاویل نصوص' جبر وقدر وغیرہ وغیرہ یہ تمام مسائل لوگوں نے اصول اسلام میں داخل کر لئے تھے یعنی ان مسائل کے متعلق جس فرقہ نے جو رائے قائم کی تھی اس کو وہ کفر واسلام کی حد فاصل قرار دیتا تھا' محدثین علانیہ نہایت اصرار سے کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے کہ قرآن مجید قائم نہیں' وہ کافر ہے اسی طرح اشاعرہ' معتزلہ کو' معتزلہ اشاعرہ کو انہی مسائل کی بنا پر کافر کہتے تھے' امام صاحب نے خود بھی ان تمام مسائل میں ایک خاص پہلو اختیار کیا لیکن یہ ظاہر کر دیا کہ یہ مسائل کفر واسلام کا معیار نہیں۔ قدریہ اور جبریہ کو عام طور پر مجوسی' جہنمی اور ناری کہا جاتا تھا' امام صاحب نے اپنے رسالہ املاء فی مشکلات الاحیاء میں صاف تصریح کی ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ مشکلات الاحیاء میں نہایت تفصیل اور قوت استدلال کے ساتھ جہاں اس مسئلہ کو طے کیا ہے اخیر میں لکھتے ہیں۔

فان قلت واین انت من	اگر تم کہو کہ یہ بھی خبر ہے کہ ان
تکفیر کثیر من الناس	لوگوں کو اکثروں نے کافر کہا ہے
والحدیث لجمیع اهل	اور اہل بدعت کی شان میں خاص
البدع عامة وخاصة وقول	و عام دونوں طرح کی حدیثیں
النبی صلی الله علیه وسلم	موجود ہیں اور قدریہ کے حق میں
فی القدریة انهم مجوس	تو یہ خاص حدیث موجود ہے کہ

Marfat.com

هذا الامة الی الخیر۔ فاعلم انه وان کان کفرهم کثیر من العلمآء فقد بقی علیهم دینهم وتردد فیهم کثیر واکثرهم وکل فریق منهم فی مقابلة من خالفه نلیقع التحاکم عند العالم الاکبر۔

وہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ تو تم کو جاننا چاہئے کہ ان لوگوں کو اکثروں نے کافر کہا ہے لیکن جن لوگوں نے ان کو مسلمان قرار دیا' جن لوگوں نے ان کے اسلام اور کفر میں تردد ہے ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں بلکہ کافر کہنے والوں سے زیادہ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے فریق مقابل ہیں ان کا فیصلہ اس حاکم کے دربار میں ہوگا جو سب سے بڑا عالم ودانا ہے۔

مکفرین کا بڑا استدلال یہ تھا کہ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت میں ۷۳ فرقے ہوجائیں گے جن میں سے ایک ناجی ہوگا باقی سب دوزخی۔ امام صاحب اس حدیث کو اپنے رسالہ تفرقہ میں نقل کرکے لکھتے ہیں۔

ان الحدیث الاول صحیح ولکن لیس المعنیٰ انهم کفار مخلدون بل انهم یدخلون النار ویعرفون

پہلی حدیث صحیح ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگ کافر ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے بلکہ اس کے معنی ہیں کہ وہ دوزخ

Marfat.com

علیھا ویتر کون فیھا بقدر معاصیھم۔ | میں جائیں گے اور دوزخ پر پیش کئے جائیں گے اور بقدر اپنے گناہوں کے اس میں رہیں گے۔

نصوص کی تاویل

ان فرقوں میں جس بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر اور تفسیق کرتا تھا وہ دراصل تاویل نصوص کا مسئلہ تھا۔ حنابلہ کا مذہب تھا کہ کسی لفظ کی تاویل نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر لفظ کے عام ظاہری معنی مراد لینے چاہئیں۔ اس بنا پر وہ تاویل کرنے والوں کو گمراہ اور بعض حالت میں کافر سمجھتے تھے۔ اشاعرہ نے تاویل کو کسی قدر وسعت دی تھی لیکن جس قدر خود وسعت دے چکے تھے اس سے ذرہ بھر تجاوز کو کفر اور ارتداد سمجھتے تھے اسی بنا پر معتزلہ کو کافر یا فاسق و مبتدع کہتے تھے۔

چونکہ یہی مسئلہ تمام ہنگاموں کی بنیاد تھا۔ امام صاحب نے اس مسئلہ پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی اور اس پر ایک خاص رسالہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ لکھا۔ اس رسالے میں امام صاحب نے یہ ثابت کیا کہ تاویل سے کسی فرقہ کو چارہ نہیں۔ حنابلہ کو جو تاویل کے بالکل منکر ہیں ان کو بھی تین حدیثوں میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے تو تاویل کو کفر نہیں کہہ سکتے۔

Marfat.com

تاویل کا اصول

اشاعرہ نے تاویل کا اصول یہ قرار دیا تھا کہ جس جگہ دلیل قطعی سے ثابت ہو کہ حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے وہاں تاویل کی جاسکتی ہے اس بنا پر وہ اپنے مخالفین کو مبتدع اور کافر کہتے تھے۔ امام صاحب نے اس غلطی پر مطلع کیا کہ دلیل قطعی کا فیصلہ کیونکر ہو۔ ایک شخص جس چیز کو دلیل قطعی سمجھتا ہے دوسرا نہیں سمجھتا مثلاً اشاعرہ کے نزدیک اس بات پر دلیل قطعی قائم ہے کہ خدا کسی جہت اور مقام کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتا اور اس بنا پر وہ حنابلہ کو گمراہ قرار دیتے ہیں لیکن حنابلہ کے نزدیک اشاعرہ جو دلیل اپنے دعوے پر قائم کرتے ہیں وہ قطعی نہیں۔

تاویل کے متعلق امام صاحب نے اور بہت سے نکتے بیان کئے ہیں جن کو ہم اس کتاب کے حصہ کلام میں نقل کر چکے ہیں۔ ان صفحوں کو ایک بار اور پڑھنا چاہئے۔

تواتر

تکفیر کا ایک بڑا سبب تواتر کا انکار خیال کیا جاتا تھا۔ یعنی یہ کہ فلاں مسئلہ چونکہ روایات متواترہ سے ثابت ہو چکا ہے اس لئے انکار کفر ہے امام صاحب نے اس عقیدے کو اس طرح حل کیا کہ بے شبہ تواتر کا

Marfat.com

انکار کفر ہے لیکن تواتر کا ثابت ہونا نہایت مشکل ہے۔ قرآن مجید کے سوا کسی چیز کا تواتر سے ثابت ہونا نہایت مشتبہ ہے۔

ممکن ہے کہ ایک گروہ کثیر ایک روایت پر متفق ہوجائے اور وہ درحقیقت صحیح نہ ہو' مثلاً حضرت علی کی خلافت بلافصل کو شیعوں کا تمام گروہ جو لاکھوں اور کروڑوں سے متجاوز ہے بتواتر بیان کرتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ متواتر نہیں۔

اجماع

تکفیر کا ایک بڑا سبب اجماع کا انکار کرنا قرار دیا جاتا تھا یعنی یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں مسئلے پر چونکہ اجماع ہو چکا ہے اس لئے اس کا منکر کافر یا کم از کم فاسق و گمراہ ہے۔

امام صاحب نے بتایا کہ اجماع کا ثابت ہونا تواتر سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ اجماع کے معنی ہیں کہ تمام اہل حل وعقد ایک امر پر متفق ہوجائیں اور ایک مدت تک اس اتفاق پر قائم رہیں۔ بعضوں کے نزدیک یہ اتفاق' عصر اول کے گذر جانے تک قائم رہنا چاہئے۔ فرض کرو کہ ایسا اجماع ہو بھی تو یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ جو شخص اس مسئلہ کا منکر ہے اس کو بھی اس اجماع کا یقینی علم ہے یہ بھی فرض کرو کہ علم بھی ہے لیکن جب عین اجماع کے وقت اجماع سے مخالفت کرنی جائز تھی تو اب کیوں جائز نہ ہو۔

Marfat.com

ایک بڑی غلطی یہ تھی کہ ہر قسم کے مسائل پر بلا امتیاز کفر وفسق کا حکم نافذ کیا جاتا تھا' امام صاحب نے بتایا کہ گو ایک مسئلہ سرتاپا غلط ہو لیکن اگر وہ اصول دین سے نہیں ہے تو اس پر مواخذہ نہیں ہو سکتا مثلاً شیعہ کہتے ہیں کہ امام مہدی سامرہ کے سرداب میں مخفی ہیں۔ یہ واقعہ گو غلط ہو لیکن اس کو اصول دین سے کچھ تعلق نہیں۔ اس لئے اگر کوئی شخص اس کا قائل ہو تو اس کو گمراہ نہیں کہہ سکتے یا مثلاً بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نے چاند اور سورج کو پہلے خدا کہا تھا اس سے چاند اور سورج مراد نہیں بلکہ انوار الٰہی مراد ہیں تو اس بنا پر ان صوفیہ کو مبتدع اور گمراہ نہیں کہہ سکتے۔[1]

غرض تکفیر کی جو جو وجہیں لوگوں نے قائم کی تھیں امام صاحب نے سب کو رد کیا اور قطعی دلائل سے ثابت کیا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں اور اسلامی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں آپس میں جو اختلافات ہیں وہ اصل اسلام سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ اجتہادی اور فروعی باتیں جن کی حد اس سے آگے نہیں بڑھتی کہ ان میں سے ایک صحیح ہو اور دوسری غلط۔

امام صاحب نے یہ فیاضی اپنے ہم مذہبوں پر محدود نہیں رکھی بلکہ ان کی رائے میں بجز ان کفار کے جن کے سامنے اسلام کی حقیقت پورے طور پر ظاہر کر دی جائے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں باقی سب مجبور و معذور ہیں چنانچہ رسالہ تفرقہ میں لکھتے ہیں۔

بل اقول اکثر نصاریٰ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اکثر نصاریٰ

---

[1] یہ تمام مباحث امام صاحب نے التفرقہ میں لکھے ہیں۔

Marfat.com

الـروم والتـرک فی هـذا الزمان تشملهم الرحمة ان شاء الله تعالیٰ

روم اور ترک جو ہمارے زمانہ میں ہیں ان کو رحمت الٰہی انشاء اللہ شامل ہوگی۔

امام صاحب کی اس فیاض طبعی پر اگرچہ ابتدا میں بہت مخالفت ہوئی لیکن بالآخر یہ علم کلام کا مسئلہ بن گیا کہ اہل قبلہ جس قدر ہیں سب مسلمان ہیں چنانچہ علم کلام کی تمام کتابوں کا خاتمہ اسی مسئلہ پر ہوتا ہے۔

اصلاح کا عملی اثر

عملی طور پر امام صاحب کی کوشش کا جو اثر ہوا وہ یہ تھا کہ اشعریہ و حنابلہ جو آپس میں ضد یک دگر تھے اور جن میں اختلافات عقائد کی بنا پر بارہا خونریزیاں ہو چکی تھیں رفتہ رفتہ ان کا اختلاف کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ بجز بعض مستثنیات کے اشاعرہ اور حنابلہ عموماً شیر و شکر ہو گئے۔

دارالخلافہ بغداد کے سنی و شیعہ میں بھی ۵۰۲ھ میں صلح ہو گئی اور وہ خونریزیاں جن کی بدولت بغداد کے محلے برباد ہو گئے تھے دفعتہً رک گئیں۔

اسی سلسلہ میں امام صاحب نے اس طریقہ بحث کی اصلاح پر توجہ کی جو ایک مدت سے چلا آتا ہے۔

مناظرہ و مباحثہ کی اصلاح

مناظرہ و مباحثہ کا طریقہ، تشحید ذہن اور تحقیق مسائل کے لئے

Marfat.com

نہایت مفید طریقہ ہے لیکن مسلمانوں میں مذہبی مناظرے کا جو طریقہ قائم ہوگیا تھا وہ نہایت نامناسب تھا۔ فریق مقابل کی نسبت عموماً لعن طعن اور سب دشتم کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے اور سیدھی سی بات بھی کہنی چاہتے تھے تو نہایت سخت کلامی اور درشتی کے لہجہ میں کہتے تھے جس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ مخالف کو بجائے اس کے کہ ہدایت ہو الٹی اور عداوت پیدا ہوتی تھی اسلامی فرقوں میں جو عداوت، کینہ پروری، بغض وعناد روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا اس کی وجہ زیادہ تر اسی طریقہ مناظرہ کا رواج تھا۔

اسی بنا پر امام صاحب نے اس نامناسب رواج کی نہایت سختی سے مخالفت کی۔ احیاء العلوم میں مختلف مقامات پر اس کی برائیاں بیان کیں۔ ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

فانهم يبالغون في التعصب للحق وينظرون الى المخالفين بعين الازدراء والاستحقار ولو جائوا من جانب اللطف والرحمة والنصح في الخلوة لا في معرض التعصب والتحقير لا نجوافيه ولكن لما كان الجاه لا يقوم الا	علماء نہایت سخت تعصب ظاہر کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو حقارت اور توہین کی نظر سے دیکھتے ہیں اگر یہ لوگ مخالفوں کے مقابلے میں نرمی، ملائمت اور لطف سے کام لیتے اور تنہائی میں خیرخواہی کے طور پر سمجھاتے تو کامیاب ہوتے لیکن چونکہ شان و شوکت کے لئے جماعت بندی

Marfat.com

بالاستبتاع ولا يستميل الاتباع مثل التعصب واللعن والشتم للخصوم اتخذوا التعصب عادتهم والتهم وسموها ذباً عن الدين ونضالا عن المسلمين وفيه على الحقيق هلاك الخلق.

ضروری ہے اور جماعت بندی کے لئے مذہب کا جوش ظاہر کرنا اور مخالفین مذہب کو برا بھلا کہنا ضروری ہے اس لئے ان علماء نے عصب کو اپنا آلہ بنالیا ہے۔ اور اس کا نام حمایت مذہب اور مدافعت عن الاسلام رکھا ہے حالانکہ درحقیقت یہ خلق کو تباہ کرنا ہے۔

مسائل کی اصلاح

جو عقائد ذاتیات اسلام میں داخل نہ تھے ان پر امام صاحب نے اگرچہ اثباتاً یا نفیاً چنداں زور نہیں دیا لیکن ان میں سے جن چیزوں کا اثر انسان کے عام علمی و دماغی اور تمدنی طریقے پر پڑتا تھا ان کے متعلق ضروری اصلاحیں کیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔ عام خیال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کا ساتھ نبھ نہیں سکتا۔ امام صاحب نے اس خیال کو نہایت زور کے ساتھ رد کیا۔ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

وظن من ظن ان العلوم — بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علوم

Marfat.com

العقلية مناقضة للعلوم الشرعية وان الجمع بينهما غير ممكن وهوظن صادر عن عمى في عين البصيرة نعوذ بالله منه بل هذا القائل ربما تناقض عنده بعض العلوم الشرعية بعض فيعجز عن الجمع بينهما فيظن انه تناقض فى الدين

عقلیہ اور علوم شرعیہ میں تناقض ہے اور دونوں کو جمع کرنا محال ہے لیکن یہ خیال کورہمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ اس خیال کے آدمی کو خود علوم شرعیہ میں جہاں بظاہر تناقض نظر آئے گا اور وہ اس کی توجیہ نہ کر سکے گا تو سمجھے گا کہ مذہب کی باتوں میں تناقض پایا جاتا ہے۔

اسی باب میں اس عبارت سے پہلے لکھتے ہیں۔

فالداعى الى محض التقليد مع عزل العقل بالكلية جاهل والمكتفى بمجرد العقل عن انوارلقرآن والسنة مغرور فاياك ان تكون من احد الفريقين وكن جامعاً بين الاصلين فان العلوم العقلية كالاغذية والعلوم الشرعية كالادويه

جو شخص عقل کو بالکل معزول کر کے محض تقلید کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے وہ جاہل ہے اور جو شخص صرف عقل پر بھروسہ کر کے قرآن وحدیث سے بے پروا بنتا ہے وہ مغرور ہے۔ خبردار تم ان میں سے ایک فریق نہ بن جانا تم کو دونوں کا جامع ہونا چاہئے کیونکہ علوم عقلیہ غذا کی طرح ہیں اور علوم شرعیہ دوا کی طرح۔

Marfat.com

اسباب وعلل کا سلسلہ

اشاعرہ نے بعض اصول ایسے قائم کئے تھے جن سے علوم وفنون اور فلسفہ وحکمت سب بیکار ہوئے جاتے تھے مثلاً یہ کہ اسباب ومسبباب کا کوئی سلسلہ نہیں ہے کسی چیز میں کوئی اثر وخاصہ نہیں ہے واقعاتِ عالم میں کوئی ترتیب وانتظام نہیں ہے۔ یہ اصول اگر ایک لحظہ کے لئے بھی تسلیم کر لئے جائیں تو تمام علوم وفنون' تحقیقات وتدقیقات' بلکہ ہر قسم کی علمی ترقیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ اس لئے امام صاحب نے اس اصول کو نہایت زور وشور سے باطل کیا چنانچہ اس کا بیان علم کلام کے حصہ میں گذر چکا ہے۔

عذاب وثواب کی حقیقت

عذاب وثواب کی نسبت اشاعرہ کا اعتقاد تھا کہ وہ طاعت و معصیت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ خدا جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ بہت لوگ جو سخت گناہوں کے مرتکب ہیں جوش کرم کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے اور بہت سے بے گناہ بے وجہ معرض عتاب میں آجائیں گے۔ یہ خیال چونکہ بظاہر انسان کی بیچارگی وعاجزی اور خدا کی عظمت وجلال کی تصویر کھینچنے کے لئے موثر تھا نہایت مقبول ہو گیا

Marfat.com

تھا اور اس کا انکار کرنا اہل سنت و جماعت کے فرقہ سے خارج ہونے کی علامت خیال کیا جاتا تھا۔ تاہم امام صاحب نے اس کی مخالفت کی۔ احیاء العلوم باب توبہ' اقسام گناہ میں لکھتے ہیں۔

بے شبہ ہم کو یہ ماننا ضروری ہے کہ گنہگار کو معاف کیا جا سکتا ہے گو اس کے گناہ بہت ہوں اور مطیع پر عتاب ہو سکتا ہے گو اس نے بہت ظاہری عبادتیں کی ہوں کیونکہ اصلی چیز تقویٰ ہے اور تقویٰ دل سے متعلق ہے اور دل کا حال خود اپنے آپ کو نہیں معلوم ہوتا' دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

لیکن ارباب کشف کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ عفو جب ہی ہوتا ہے جب عفو کی کوئی مخفی وجہ موجود ہوتی ہے اور غضب اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی اندرونی سبب موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو تو عفو و غضب کو اعمال کی جزا کہنا غلط ہوگا۔ اور جزا نہ ہوگی تو عدل نہ ہوگا اور عدل نہ ہوگا تو خدا کے یہ اقوال صحیح نہ ہوں گے وما ربک بظلام للعبید ٥ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ حالانکہ وہ بالکل سچ ہیں کیونکہ انسان کو صرف اپنی کوشش کا نتیجہ ملتا ہے اور یہ مسئلہ ارباب کشف پر اس طرح کھل گیا ہے کہ آنکھ کے دیکھنے سے بڑھ کر ہے۔

الٰہیات اور معاد میں جسمانیت کا غلبہ

باطنیہ کی مخالفت اور عوام کی استمالیت و ہمزبانی کی وجہ سے الہیات اور معاد میں جسمانیت کا پہلو اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ روحانیت کا نام و نشان نہیں رہا تھا مثلاً لوح محفوظ کے معنی قرار دیئے

Marfat.com

جاتے تھے کہ سونے یا چاندی کا بہت بڑا تختہ ہے جس پر تمام واقعات عالم نہایت جلی اور عمدہ خط میں لکھے ہوئے ہیں اسی طرح اور تمام روحانیت کو شارع نے جن تمثیلی پیرایوں میں ادا کیا تھا اس کو محض جسمانی قرار دیا جاتا تھا۔ امام صاحب نے متعدد کتابوں میں اور خصوصاً جواہر القرآن میں نہایت تفصیل سے اس پر بحث کی۔ مضنون صغیر میں لوح وقلم کے متعلق جہاں بحث کی ہے اخیر میں لکھے ہیں۔

فلایبعدان یکون قلم اللہ تعالیٰ ولوحہ لائقاً باصبعہ ویدہ وکل ذلک علی مایلیق بذاتہ والھیۃ تقدس عن حقیقۃ الجسمیۃ بل جملتھا جواھرھا روحانیۃ	تو بعید نہیں کہ خدا کا قلم اور روح بھی ویسا ہی ہو جیسے اسکے ہاتھ اور انگلیاں ہیں اور یہ سب اس کی ذات اور اس کی الھیۃ کی شان کے موافق ہیں کیونکہ خدا جسمانیت سے پاک ہے بلکہ یہ سب چیزیں جواہر روحانی ہیں۔

احیاء العلوم باب التوبہ کیفیۃ توزع الدرجات میں لکھتے ہیں۔

وکذلک قدیر فی امر الاخرۃ ضرب امثلۃ یکذب بھا الملحد بحمود نظرہ علی ظاھر المثال وتناقضہ عندہ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتیٰ بالموت یوم القیامۃ فی صورۃ کبش فیذبح.

یعنی قیامت کے باب میں اکثر باتیں بطور تمثیل کے آئی ہیں جن سے ملحد آدمی اس وجہ سے انکار کرتا ہے کہ وہ بظاہر معنوں پر ان کو محمول کرتا ہے مثلاً آنحضرت کا یہ قول کہ قیامت میں موت ایک مینڈھے کی شکل

Marfat.com

میں لائی جائے اور ذبح کردی جائے گی۔

اس مضمون کو امام صاحب نے اس کثرت سے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے کہ ان کا انتخاب بھی یہاں درج نہیں کیا جاسکتا۔ ناظرین کو جواہر القرآن' معارف القدس' مضنون کبیر و صغیر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ باوجود اس کے امام صاحب کی ہمیشہ یہ رائے رہی کہ عوام کے سامنے ان روحانیات کو جسمانی ہی پیرائے میں ظاہر کرنا چاہئے کیونکہ وہ روحانیت کا تصور نہیں کر سکتے اور اس لئے ان کے سامنے کسی شے کو روحانی کہنا گویا انکار کرنا ہے۔

مذہب کی غرض و عافیت

مذہب کی غرض و عافیت لوگوں نے صرف بہشت کے لذائذ اور حظوظ قرار دیئے تھے امام صاحب نے نہایت زور سے اس بات پر توجہ دلائی کہ یہ چیزیں انسان کا مقصد اعلیٰ نہیں ہوسکتیں۔ احیاء العلوم باب التوبہ کیفیۃ توزع الدرجات میں جہاں عارفان الٰہی کا درجہ بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔

وما الحور والقصور	باقی حور' قصور میوے' دودھ' شہد'
والفاکھة واللبن والعمل	شراب' زیور اور کنگن تو وہ لوگ
والخمر والحل والاساور	ان چیزوں کی خواہش نہ کریں
نانھم لا یحرصون علیھا	گے اور ان کو اگر یہ چیزیں دی
ولو اعطا ھالم یقنعوابھا ولا	جائیں گی تو اس پر قناعت نہ

Marfat.com

یطلبون الا لذۃ النظر الی وجه الله تعالیٰ الاکریم۔ کریں گے ان کا مقصد صرف دیدار الٰہی ہوگی۔

تعلیم کی اصلاح

قوم کی مذہبی' اخلاقی تمدنی ترقی اور تہذیب کا مدار تعلیم پر ہے۔ تعلیم درحقیقت قوم کا مایہ خمیر ہے یعنی قوم کا بننا' بگڑنا' تعلیم ہی کے بننے بگڑنے پر موقوف ہے۔ اسلام میں اگرچہ ایک مدت سے تعلیم کا رواج عام ہوچکا تھا اور امام صاحب کا زمانہ تعلیم کے اوج شباب کا زمانہ تھا لیکن طرز تعلیم میں بہت سی ایسی بے اعتدالیاں پیدا ہوگئی تھیں جن کا اثر مذہب' اخلاق اور تمدن سب پر پڑتا ہے۔

مذہبی اور غیر مذہبی علوم کی تفریق

سب سے بڑا خلط مبحث یہ تھا کہ مذہبی اور غیر مذہبی علوم آپس میں مختلف ہوگئے تھے یعنی جو علوم درحقیقت مذہبی نہ تھے وہ مذہبی علوم خیال کئے جانے لگے تھے اور اسی حیثیت سے ان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس سے دو قسم کے سخت ضرر پیدا ہوگئے تھے۔

ا۔ چونکہ ان علوم کو مذہبی عظمت دی گئی تھی اس لئے ان کی طرف اس قدر اعتنا ہوگیا تھا اور ان کی تعلیم میں اس قدر زیادہ وقت صرف کیا جاتا تھا کہ دوسرے ضروری علوم کی طرف بے التفاتی ہوگئی تھی یا ان کے لئے سے وقت نہیں ملتا تھا۔

Marfat.com

(۲) بہت بڑا اصر زیہ تھا کہ علوم چونکہ مذہبی حیثیت سے حاصل کیے جاتے تھے اس لیے ان کے مسائل میں جو اختلاف ونزاع پیدا ہوتی تھی اور اس لیے اختلاف ونزاع کو زیادہ قوت ہوتی جاتی تھی اور فریقین میں اس قسم کا بغض وعناد نفاق وشدا پیدا ہوتا جاتا تھا جو مذہبی اختلاف اور ان کی وجہ سے تکفیر و تفسیق سب العن جنگ وجدل کا دستور چلا آتا تھا وہ اس غلطی کا نتیجہ ہے۔ ادب منطق، نحو، ریاضی وغیرہ کے مسائل کے متعلق، علما میں جب بحث ومناظرہ کی وجہ سے ردوقدرح کی نوبت آتی ہے تو تکفیر اور تفسیق سے کبھی کام نہیں لیا جاتا۔ لیکن فقہا و متکلمین میں جزئیات مسائل پر بحث چھڑ جاتی ہے تو کم سے کم تفسیق ورنہ تکفیر کے بغیر تسلی نہیں ہوتی۔

(۳) جو علوم درس میں داخل تھے ان میں ترجیح ومساوات کا اندازہ صحیح نہیں کیا گیا تھا۔ بعض علوم پر ضرورت سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا تھا اور بعض پر قدر ضرورت سے بھی کم توجہ کی جاتی تھی۔

(۴) عقلی اور صنعتی علوم یعنی طب وصنعت وغیرہ بالکل درس میں داخل نہ تھے۔

(۵) علم اخلاق بھی درس میں داخل نہ تھا۔ امام صاحب نے ان تمام غلطیوں کی اصلاح کی۔ احیاء العلوم کے دیباچے میں اس بحث پر ایک نہایت مفصل اور مدلل مضمون لکھا ہے جس کی سرخی یہ ہے۔

الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم اقسامها واحکامها دنیه بیان ماهو	دوسرا باب اس بیان میں ہے کہ علم محمود کونسا ہے اور مذموم کون اور یہ کہ ان کے احکام اور اقسام

Marfat.com

فرمن عین وماهو فرض کفایته وبیان ان موقع الکلام والفقه من علم الدین الی ایّ جدھو۔

کیا ہیں اور یہ کہ ان میں کونسا فرض عین ہے اور کونسا فرض کفایہ اور یہ کے علم دین میں فقہ اور کلام کا کیا درجہ ہے۔

اس مضمون میں نہایت تدقیق سے علوم شرعیہ محمود وغیر محمود میں تفریق کی ہے۔ علوم شرعیہ کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ اصول فروغ مقدمات یعنی نحو ولغتہ متممات یعنی قرات وتفسیر پھر فروغ کی دو قسمیں کی ہیں اور پہلی قسم کی نسبت لکھا ہے۔

احدھما یتعلق بمصالح الدنیا ویحریه کتب الفقه والمتکفل به الفقهآ وهم علمآء الدنیا۔

ان میں سے ایک دنیوی مصالح سے متعلق ہے اور کتب فقہ ان پر حاوی ہیں اس فن کے متکفل فقہا ہیں اور علمائے دنیا میں محسوب ہیں۔

فقہ کو دنیوی علوم میں شمار کرنا چونکہ تعجب انگیز بات تھی اس لیے خود اعراض کیا کہ۔

فان قلت لم الحقت الفقه بعلم الدنیا والفقهآء بعلمآء الدنیا۔

اگر تم یہ کہو فقہ کو دنیاوی علوم میں کس لحاظ سے داخل کیا اور فقہا کو علمائے دنیا کیوں قرار دیا؟

پھر نہایت تفصیل سے اعتراض کا جواب دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ فقہ درحقیقت دنیاوی علوم میں داخل ہے ناظرین کو اصل کتاب کی

Marfat.com

طرف رجوع کرنا چاہیے۔

علوم شرعیہ کا غلط استعمال

اس بحث میں ایک نہایت مفصل مضمون اس مسئلے پر لکھا ہے کہ علوم شرعیہ یعنی فقہ توحید تزکیر حکمت علم جو معنی قرون اولی میں تھے وہ آج کل بدل دیئے گئے ہیں۔ فقہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کے معنی قرون اولی میں تزکیہ خوف عاقبت اور دنیا سے بے نیازی کے تھے۔ قرآن مجید میں یتفقھو کا لفظ جو وارد ہے اس سے یہی مراد ہے کہ طلاق عتاق العان سلم اور اجارے کے مسائل۔ چنانچہ اس کی دلیل میں لکھتے ہیں۔

فذلک لا یحصل به انذار ولا تخویف بل التجرد له علی الدوام یعنی القلب وینذع الخشیه منه کما نشاهد الالنا من المجر دین له

کیونکہ اس قسم کے مسائل سے تخویف اور ترہیب نہیں حاصل ہوتی بلکہ ان مسائل میں شب وروز مصروف رہنے سے دل سخت ہوتا جاتا ہے اور خوف جاتا رہتا ہے چنانچہ جو لوگ اس شغل میں منہمک ہیں ان کے یہ کیفت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

فقھی مناظرات سے احترز

فقہ کے ایک خاص حصہ کی نسبت جس کو فقہاء کی اصطلاح میں خلافیات سے تعبیر کیا جاتا ہے لکھتے ہیں۔

واما لخلافیات التی	باقی خلافیات جو اخیر زمانے میں
احدثت فی ھذہ الاعصار	پیدا ہو گئے تو خبردار اس کے
المتاضرۃ فایاک ان	پاس نہ پھٹکنا اور اس سے اس
تحرم حولھا واجتنبھا	طرح بچنا جس طرح زہر سے
اجتناب السم القاتل.	بچتے ہیں۔

علم توحید یعنی علم کلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

قرون اولی میں علم توحید۔

قرون اولی میں علم توحید جس کا نام تھا۔ آج کل کے متکلمین کے خیال میں بھی نہیں ہے اور خیال میں بھی ہو تو اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ علم توحید کے معنی قران اولی میں اس اعتقاد رکھنے کے ساتھ تھے کہ عالم کے

Marfat.com

تمام واقعات صرف خدائے واحد سے وابستہ ہیں اور اسباب اور وسائط محض بیکار ہیں اس اعتقاد کا یہ نتیجہ ہے کہ غصہ وغضب کا مادہ انسان سے بالکل مسلوب ہو جائے اور کسی شخص سے اس کو رنج وعداوت نہ رہے توکل بھی اسی توحید کا نتیجہ ہے۔ لیکن اب علم توحید ان باتوں کا نام ہے مجادلہ ومناظرہ کے قواعد کا جاننا۔ مخالف کے تناقض اور اختلاف کا تفحص کرنا۔ کثرت سے شبہ اور اعتراضات پیدا کرنا۔ الزامی جواب دنیا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ قرون اولی میں ان چیزوں کا نام ونشان بھی تھا۔ بلکہ وہ لوگ ان باتوں کو نہایت ناپسند کرتے تھے اور اس قسم کی بحث کرنے والوں پر سخت دارہ گیر کرتے تھے۔ امام صاحب کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

اللفظ الثالث التوحید وقد جمعل الان عبارة عن صناعة الكلام ومعرفة طريق المجاولة والاحاطة بطرق منافضات الخصوم والقدرة على التفدق نيها بتكيثر الا ئسلة واشاره الشبهات وتاليف الالزامات.

مع ان جميع ماهو خاصة هذه الصناعة لم يكن يعرف منها شئی فی العصر الاول بل كان يشد منهم النكير على من كان يفتح باباً من الجدل .

علوم کی تحصیل میں تناسب ملحوظ رکھنے کے لحاظ سے امام صاحب نے علوم کی دو قسمیں قرار دیں۔ فرض عین۔ فرض کفایہ یہ امر ہمیشہ رہا ہے کہ علوم میں سب سے بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا ہر شخص پر فرادی فرادی فرض

Marfat.com

نہیں بلکہ جماعت میں سے ایک آدمی بھی سیکھ لے تو اوروں کے سر سے وہ فرض اتر جاتا ہے لیکن ان علوم کے تعیین میں اختلاف ہے۔ متکلمین کے نزدیک جس علم کا سیکھنا فرض عین ہے وہ علم کلام ہے فقہا کے نزدیک فقہ محدثین کے نزدیک حدیث مفسرین کے نزدیک تفسیر۔ امام صاحب نے ان تمام اقوال سے اختلاف کیا اور ایک مثالی کے ضمن میں فرض عین کی اس طرح تشریح کی۔ فرض کرو ایک شخص اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اس پر اس وقت کلمہ شہادت کا زبان سے کہنا اور اس پر اعتقاد لا فرض ہے اس اعتقاد کے لیے دلائل اور براہین کی ضرورت نہیں۔ اب نماز کا وقت آ گیا تو نماز سیکھنا فرض ہو جائے گا۔ اسی طرح و۔ روزہ زکوٰۃ حج لیکن ان فرائض کے صرف ضروری ارکان سیکھنے فرض ہونگے مستحبات اور نوافل اور دوسری قسم کی تحقیقات اور تفصیلات کا سیکھنا فرض عین نہیں۔ یہ اوامر کا حال ہے نواہی کی تعلیم بھی حسب موقع فرض ہو جائے گا مثلاً کسی شہر میں شراب اور سور کے گوشت کھانے کا رواج ہو تو وہاں شراب اور سور کی حرمت کا جاننا فرض ہوگا۔

کن علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ھے

غرض امام صاحب نے علوم مروجہ میں سے ایک علم کو بھی فرض عین نہیں قرار دیا ان کے نزدیک سب فرض کفایہ ہیں فرض کفایہ کے متعلق مستقل عنوان قائم کر کے نہایت مفصل بحث کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

فرض کفایہ کی دو قسمیں ہیں۔ علوم شرعیہ۔ علوم دینویہ۔

Marfat.com

علوم شرعیہ میں جس قدر فرض کفایہ ہے اسکی تفصیل یہ ہے

تفسیر میں کوئی تفسیر جس کی ضخامت قرآن مجید سے دوگنی ہو مثلاً تفسیر وجیز یا بہت سے بہت تگنی مثلاً تفسیر وسیط۔ حدیث میں صحیحین زیادہ شوق ہو تو صیح حدیثیں جو صحیحین میں نہیں ہیں فقہ میں مختصر مزلی یا زیادہ سے زیادہ وسیط کے برابر کوئی کتاب۔ علم کلام میں کوئی مختصر سی کتاب قوائد العقائد یا زیادہ الاقتصاد فی الاعتقاد جو سو ورق میں ہے۔

علم دینویہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

امافرض الکفایته فهو کل علم لا یستغنی عنه فی قوام امور الدنیا کالطب اذهو ضروری فی حلجة بقاء الابدان ۔و کالحساب نانه ضروری نی المعاملات وقسمة المواریث

فرض کفایہ وہ علم ہے جس کے بغیر دنیاوی ضرورتیں انجام نہ پاسکتی ہوں مثلاً علم طب کیونکہ بقائے زندگی کے لیے وہ ضروری چیز ہے یا علم حساب کیونکہ معاملات میں تقسیم ترکہ ہیں اس کی ضرورت پڑتی ہے

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

Marfat.com

فلایتعجب من قولنا ان الطب والحساب من فروض الکفایات کا لفلاحت والحیا کته والسیا سته بل الححمجامته والخیاطة.

ہمارے اس قول پر کہ طب وحساب فرض کفایہ ہیں تعجب نہ کرنا چاہیئے بلکہ صنعتی علوم بھی فرض کفایہ ہیں مثلاً کشتکاری جولامہ پن سائیسی بلکہ حجامت اور رزی گری۔

جیسا کہ امام صاحب نے بیان کیا علوم دینیہ کی طرح بہت دینوی علوم بھی اگر چہ فرض کفایہ تھے لیکن لوگ دینوی علوم بھی اگر چہ فرض کفایہ تھے لیکن لوگ دینوی علوم کی طرف مطلق رخ نہیں کرتے تھے۔امام صاحب نے اس کی اصلی وجہ ظاہر کی چنانچہ لکھتے ہیں۔

فکم من بلدة لیس فیہاطبیب الامن اھل الذمة ولایجوز قبول شھادتھم فیمایتعلق بالا طبآء من احکام الفقہ ثم لا نری احدً یشتغل بھاویتھاترون علی علم الفقہ۔

بہت سے ایسے شہر ہیں جہاں صرف یہودی عیسائی طیب ہیں اور ان کی شہادت فقہ کے طبی مسائل ہیں جائزنہیں باوجوداسکے ہم دیکھتے ہیں کہ طب کوکوئی نہیں سیکھتا اور فقہ پر گرے پڑتے ہیں۔

پھراس کی وجہ بتاتے ہیں۔

Marfat.com

هل لهذا سبب الا ان الطب ليس يتيسى الوصول به الى تولى الاوقاف والوصايا وحيارة مال الايتام وتقلد القضاء والحكومة وتقدم به على الاقران والتسلط به على الاعداء	کیا اس کا کوئی اور سبب ہو سکتا ہے بجز اس کے کہ طب کے ذریعہ سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی کہ اوقاف پر وصیت پر یتیموں کے مال پر قبضہ حاصل ہو قضا کا عہدہ ملے حکومت ہاتھ آئے ہمسروں پر تفوق حاصل ہو مخالفین کو زیر کیا جائے

علوم عقلیہ میں سے منطق کو علم کلام کا ایک حصہ قرار دیا اور فلسفہ نسبت یہ تشریح کی کہ الٰہیات کے جو مسائل مذہب کے مخالف ہیں وہ باطل ہیں باقی کے سیکھنے کا مضائقہ نہیں گو وہ ضروری بھی نہیں۔ امام صاحب نے فقہ و کلام کی نسبت جو رائے ظاہر کی وہ دنیائے اسلام میں بالکل ایک نئی صدا تھی اور امام صاحب کا حوصلہ تھا کہ وہ اس قسم کی رائے ظاہر کر سکے۔ امام صاحب خود بھی اس لیے بے خبر نہ تھے چنانچہ اپنے اوپر آپ اعتراض کرتے ہیں۔

Marfat.com

وعلماء الامة المشهورون بالفضل هم الفقهاء والمتكلمون وهم افضل الخلق عندالله تعالیٰ فكيف تنزل درجاتهم الى هذه المنزلة السافلة بالاضافة الى علم الدين۔

علمائے امت جن کی فضیلت مشہور ہے وہ فقہا اور متکلمین ہی ہیں اور یہی لوگ خدا کے نزدیک بہترین خلائق ہیں پس باوجود اس کے تم ان کا درجہ اپنی حیثیت سے اس قدر گرائے دیتے ہو یہ کیوں

پھر نہایت تفصیل سے اس اعتراض کا جواب دیا جس کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ امام صاحب نے علوم کی جو تقسیم کی اور ضروری وغیرہ ضروری ہونے کے لحاظ سے ان کے جو مراتب قرار دیے اگرچہ ایسا کرنا تمام دنیا سے لڑائی مول لینی تھی چنانچہ اسی بنا پر علماء کا ایک جم غفیر ان کا دشمن ہو گیا لیکن ایک مجدد کا یہی فرض تھا کہ تمام قوم کو اس عالمگیر غلطی سے بچائے جو ایک مدت سے چلی آتی تھی اور جس نے مسلمانوں کی مذہبی علمی اور تمدنی حالت کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔

اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ چار سو برس کی مدت گذر جانے پر بھی ایک شخص بھی ایسا پیدا نہ ہوا جو علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں سے آشنا ہوتا۔

اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ سیکڑوں ہزاروں علماء نہایت چھوٹے چھوٹے جزی مباحث عقائد میں تمام عمر صرف کر دیتے تھے اور اس کو حمایت دین سمجھتے تھے۔

اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ قدریہ جبریہ معتزلہ کرامیہ وغیرہ کے مقابلے

Marfat.com

کے لیے دفتر کے دفتر تیار ہو گئے جن کا ماحصل صرف چند لفظی بحثیں تھیں۔

اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ فقہائے شافعیہ وحنفیہ وحنبلیہ میں برسوں نہایت ناگوار نزاعیں قائم رہیں۔

اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ فقہا مذہبی اقتدار کے بل پر جس شخص کو چاہتے تھے اور کافر واجب القتل بنا دیتے تھے اور یہ سلسلہ مدت تک بند نہ ہو سکا۔ چنانچہ محدث ابن حزم ظاہری شیخ الاشرق شہاب الدین مقتول منصور حلاج ابن تمیہ ابن رشد کا جو انجام ہوا محتاج اظہار نہیں۔

امام صاحب کی اصلاح کا اثر اگرچہ فوراً ظاہر نہیں ہوا لیکن رفتہ رفتہ اس نے تعلیم کی حالت بلکل بدل دی۔

تعلیم کے نظام میں فقہ وکلام کے ساتھ منطق اور فلسفہ داخل ہو گیا دنیوی علوم کے لیے اتنا کافی وقت نکل آیا کہ فقہا اور محدثین بھی ریاضی واں اور حساب واں ہونے لگے۔ فقہ میں سے علم الخلافیات کا حصہ بالکل خارج ہو گیا کلام کے بہت سے غیر ضروری مباحث گئے۔

اخلاق کی اصلاح

اخلاق کے متعلق اگرچہ فلسفہ اخلاق کے عنوان میں ہم مفصل بحث کر چکے ہیں لیکن یہاں ایک دوسری حیثیت سے اس پر بحث کرتے ہیں۔

امام صاحب نے قوم کے اخلاق کی درستی پر توجہ کی تو سب سے مقدم اور قابل غور مسئلہ یہ تھا کہ ان بد اخلاقیوں کا ذمہ دار کون ہے؟ یا یہ

Marfat.com

کہ ان کا اصلی متحرک کیا ہے۔امام صاحب کو اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے کافی وقت اور سامان مل چکا تھا قومی مجوعے کے جو اجزاء تھے یعنی سلاطین وزراء امراء علما صوفیہ امام صاحب ان سب سے مل چکے تھے اس طرح ملے تھے کہ ان کا کوئی اخلاق پہلوان کی نظر سے رہ نہ گیا تھا اس تحقیق اور تجربے کے لحاظ سے امام صاحب نے جو فیصلہ کیا اس کو ہم اپنے الفاظ میں ادا نہیں کر سکتے خود ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ففساد الرعایا	رعایا اس وجہ سے ابتر ہوگئی کہ
بفساد الموک و	سلاطین کی حالت بگڑی کہ علما کی
فساد لسموک	حالت بگڑ گئی اور علما کی خرابی اس
بفساد العلمآء وفساد	وجہ سے ہے کہ جاہ وجلال کی محبت
العلماء باستیلا حب المال	نے ان کے دلوں کو چھا لیا ہے۔
والجاہ	

امام صاحب کو اس فیصلے کی جرات زیادہ تر اس وجہ سے ہوئی کہ ان پر خود یہ حلات گذر چکے تھے۔

محدث عبدالغافر فارسی نے امام صاحب کے دونوں زمانے دیکھے تھے۔ان کا بیان کہ امام صاحب صوفی ہونے سے پہلے نہایت معجب جاہ پسند اور خود پرست تھے۔اسلام نے حکومت تمدن اخلاق ہر چیز کی اصلی بنیاد و مذہب پر رکھی تھی۔اس پر بنا پر جو لوگ مذہبی پیشوا تھے وہ قوم کے ہر طبقے پر ہر حیثیت سے حکمرانی کر سکتے تھے قرون اولی میں علمائے دین نے اس قوت سے کام لیا اور اس کی وجہ سے قوم کی حالت بہت کچھ

Marfat.com

اصلاح باقی رہی تھی علماء کا یہ اقتدار امام صاحب کے زمانے تک بھی قائم تھا یہاں تک نظام الملک سلجوقی نے جب تمام ملک سے اپنی نیک نامی کا محضر لکھوایا تو علامہ ابو اسحاق شیرازی نے محضر پر یہ عبارت لکھ دی نظام الملک اور ظالموں سے اچھا ہے لیکن اکثر علماء نے اپنی یہ حالت کر لی تھی کہ وہ اس اقتدار سے کام لینے کے قابل نہیں رہے تھے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔

علماء کی اصلاح

اس بنا پر امام غزالی کے نزدیک تمام قوم کی بد اخلاقی کے ذمہ دار علماء ہی تھے کوئی شخص اگر امام صاحب کے تمام حالات اور خیالات کو غور کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو اس کو صاف نظر آئے گا کہ امام صاحب کو سب سے زیادہ جس چیز کا رونا ہے وہ علماء کی حالت ہے یہ آگ ان کے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے ذرا سی تحریک سے فوراً بھڑک اٹھتی ہے۔ کسی قسم کا ذکر ہو کوئی بحث ہو کوئی تذکرہ ہو یہ پر درد ترانہ خواہ مخواہ ان کی زبان پر آ جاتا ہے اور احیاء العلوم تو سراپا اسی نوحے سے لبریز ہے غرور جاہ ریا وغیرہ عیوب نفسانی پر جو مضامین لکھتے ہیں سب میں تصریح کی ہے کہ یہ عیوب سب سے زیادہ علماء میں ہیں۔

احیاء العلوم میں ایک خاص باب غرور کے عنوان سے قائم کیا ہے اور غرور کے معنی دھوکے میں پڑنے کے قرار دیئے ہیں۔ اس باب میں

Marfat.com

مغرورین کے چار گروہ قرار دیئے ہیں علماء عباد متصور امراء علماء ہیں ہر گروہ یعنی متکلمین فقہا قرار وغیرہ کا الگ الگ عنوان قائم کیا ہے اور نہایت تفصیل سے بتایا ہے کہ یہ لوگ کس طرح اپنے افعال اور اعمال کے متعلق دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

مفتی ایک گروہ ہے جورات دن فتاوے کے لکھنے میں مصروف ہے لیکن غرور حسد غیبت مال حرام کھانا سلاطین کو خوشامد کرتے رہنا۔ یہ تمام عیوب اس میں پائے جاتے ہیں اوران کی اصلاح کی کچھ فکر نہیں۔

ارباب مناظرہ ایک گروہ ہے جو شب وروز مسائل اختلافیہ کے متعلق بحث ومناظرہ میں مصروف رہتا ہے شب وروز یہ تلاش رہتی ہے کہ فریق مخالف کیونکہ ساکت کیا جائے اس کی غلطیوں پر کس طرح مواخذہ کیا جائے اس کے اقوال ہیں کیونکہ تناقض ثابت کیا جائے۔

وھولاء ھم سباع الانس طبعھم الایذاء وھم السفھاء — یہ لوگ درندے ہیں اور لوگوں کا ستانا اور بیہودہ پن کرنا ان کی فطرت میں داخل ہے

متکلمین ایک گروہ جو علم کلام میں مصروف ہے ان کا شغل جرح وقدرح رد واعتراض نکتہ چینی مخالف کی غلطیوں کی جستجو حریف کے بند کرنے کے مسائل کی تلاش ہے حالانکہ ان باتوں سے فریق مخالف کا تعصب اور بڑھتا ہے صحابہ اس قسم کے مناظرات ومجادلات سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے اور اس کو برا سمجھتے تھے۔

واعظین ایک گروہ ہے جو وعظ وپند میں مصروف ہے اور خوف

Marfat.com

ورجا صبر وشکر توکل زاہد یقین اخلاص صدق وغیرہ مضامین کو نہایت مؤثر طریقے سے ادا کرتا ہے لیکن خود ان باتوں سے خالی ہے۔

ایک گروہ ہے جس نے وعظ میں عبارت آرائی رنگینی اشعار خوانی قصہ گوائی کا طریقہ اختیار کیا ہے تاکہ مجلس میں خوب ہو حق ہو اور مجلس وجد میں آجائے۔

فھولا شیا طین الانس ضلوا واضلوعن سوا السبیل۔ وھم وعاظ اھل الزمان کافة الامن عصمه اللّٰه علی الفاذر فی بعض اطراف البلادان کان ولسنا نعرفه ا م۔

یہ لوگ شیاطین الانس میں جو خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ آج کل کے زمانے کے تمام واعظ ایسے ہی میں مگر ہاں کوئی شخص شاذونادر کسی کونے میں اس کے خلاف ہو تو ہوا گرچہ ہم کوئی ایسا شخص معلوم نہیں۔

امام صاحب نے صرف نکتہ چینی اور عیب گری پر قناعت نہیں کی بلکہ نہایت غور اور نکتہ سنجی سے علماء کے اخلاق کی خرابی کے اسباب دریافت کیے۔

تمام خرابیوں کا بڑا سبب یہ تھا کہ علماء کو اپنے تمام افعال اور اعمال کی نسبت مذہبی حیثیت کا دھوکہ تھا اور اس لیے ان کو اپنی برائی بھلائی کی صورت میں نظر آتی تھی مثلاً ان کو مخالف پر غصہ آتا تھا اور اس کو برا بھلا کہتے تھے کہ اعدائے دین کو خوار وذلیل کرنا عین حمیت اسلام ہے یا مثلاً طبیعت میں جاہ پرستی ہوتی تھی تو سمجھتے تھے کہ شان وشوکت سے رہنا

Marfat.com

مذہب کے اعزاز کے لیے ضروری ہے یا مثلاً مباحثہ ومناظرہ کے ذریعہ سے مقتدائے عام بننا چاہتے تھے تو ان کا نفس ان کی تائید کرتا تھا کہ اہل بدعت کے مقابلے کرنے سے بڑھ کر اسلام کی کیا خدمت ہو سکتی ہے اسی طرح تمام برے جذبات ان کو عمدہ پیرائے میں نظر آتے تھے۔

مناظرہ ومجادلہ: اخلاق کی خرابی کا ایک بڑا سبب مناظرہ اور مجادلہ کا رواج تھا۔ دوسری صدی میں یہ طریقہ پیدا ہوتھا کہ سلاطین اور امراء اپنے درباروں میں مجالس مناظرہ منعقد کرتے تھے اور علماء ان میں شریک ہو کر آپس میں علمی مباحثے کرتے تھے رفتہ رفتہ اس کا رواج عام ہو گیا یہاں تک کہ کسی کے ہاں ماتم پرسی میں بھی علماء جمع ہو جاتے تھے تو مناظرہ شروع ہو جاتا تھا چنانچہ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں تصریح اس رواج کا ذکر کیا ہے یہ طریقہ اس قدر لازمی ہو گیا تھا کہ جب امام غزالی دوبارہ بغداد میں طلب کیے گئے تو اسی بنا پر انہوں نے انکار کیا تھا کہ وہاں مناظرہ کے بغیر چارہ نہیں اور میں اب مناظرہ سے توبہ کر چکا ہوں۔

یہ طریقہ گو علم وفن کی وسعت اور ترقی کے لیے مفید تھا لیکن رفتہ رفتہ اس نے بہت سی اخلاق برائیاں پیدا کر دی تھیں۔

امام صاحب نے خاص اس مسئلہ پر احیاء العلوم میں ایک جداگانہ عنوان قائم کیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

Marfat.com

الباب الربع فی سبب اقبال الخلق علے علم الخلاب وتفصیل اقات المناظرة والجدل شرط ابا حتها ۔	چوتھا باب اس بیان میں ہے کہ لوگ علم خلاف پر کیوں زیادہ گرے پڑتے ہیں اور مناظرہ وجدل میں کیا آفتیں ہیں اور اس کے جائز ومباح ہونے کی کیا شرطیں ہیں۔

اس مضمون میں پہلے امام صاحب نے اس طریقے کے قائم ہونے کی تاریخ لکھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب خلفائے راشدین نے شان خلافت ہاتھ میں لی تو چونکہ ان کو خود اجتہاد کا درجہ حاصل تھا اس لیے مسائل فقہیہ وہ خود اپنی رائے سے فیصل کرتے تھے خلفائے راشدین کے بعد جو لوگ مسند خلافت پر بیٹھے وہ علوم دنیہ سے کم واقفیت رکھتے تھے اس لیے ان کو فقہا سے استعانت کی ضرورت پیش آئی ۔اس زمانے تک ایسے فقہا موجود تھے جن میں صحابہ کا انداو پایا جاتا تھا اور اس لیے وہ سلطنت اور حکومت کے تعلقات سے گریز کرتے تھے لیکن چونکہ ان کے بغیر افتا اور عدالت کا کام نہیں چل سکتا تھا خلفائے بنوامیہ کو ان کی خدمت میں منت ولجاحت کرنی پڑی تھی۔

یہ حالت دیکھ کر تمام لوگ فقہ پر ٹوٹ پڑے اور اس فن میں مہارت حاصل کر کے معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے ۔لیکن جس قدر ان کی تعداد بڑھتی گئی ان کی قدر اور ان کا اعزاز گھٹتا گیا نوبت یہ پہنچی کہ فقہا پہلے مطلوب تھے تو اب طالب بن گئے۔

Marfat.com

اس زمانے میں سلاطین کو مناظرہ ومباحثے کا تماشا دیکھنے کا شوق ہوا ان کی رغبت دیکھ کر علماء نے اس طرف توجہ کی اور رفتہ رفتہ یہ ایک مستقبل فن بن گیا جو آج تک برابر ترقی کرتا جاتا ہے ۔

اس کے بعد امام صاحب نے نہایت تفصیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ مناظرے سے تفاخر حسد رشک ضد جاہ پرستی جب مال فضول گوئی قساوت قلب پیدا ہوتی ہے اخیر میں لکھتے ہیں۔

ولا ینفك اعظمهم دیناً و اکثرهم عقلاً من جمل من مواد هذه الا خلاق۔

بڑے سے بڑے دیندار اور بڑے سے بڑے عاقل علماء میں بھی جو مناظرہ کے شغل میں رہتے ہیں ان اوصاف کا کچھ نہ کچھ مادہ ضرور پایا جاتا ہے۔

یہ عیوب وہ تھے جو خود علماء میں پائے جاتے تھے ۔ عام طور پر ملک اور قوم کی حالت اس وجہ سے خراب تھی کہ علماء آزادی اور دلیری کے ساتھ قوم کی بداخلاقیوں کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے اس وجہ یہ تھی کہ علما ہر قسم کے ذرائع معاش کو چھوڑ کر سلاطین اور امراء کے وظیفہ خوار بن گئے تھے۔اس وظیفہ خواری نے ان کی زبانیں بند کر دی تھیں وہ ہر قسم کے ظلم جو رتعدی کو رعایا پر ہوتی تھیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور زبان تک نہیں ہلا سکتے تھے سلاطین اور امراء ند سے زیادہ عیاش تھے اور شہوت پرست ہوتے جاتے تھے اور ان کی دیکھا دیکھی عوام میں یہ اثر پھلتا جاتا تھا لیکن علماء مطلق روک ٹوک نہیں کر سکتے تھے اور کیونکہ کرتے ۔

Marfat.com

آتشیں شکرآلود مگس را نشود

اسی بنا پر امام صاحب نے خاص اس بحث پر کہ سلاطین کی وظیفہ خواری جائز ہے یا نہیں ایک نہایت مفصل اور مدلل مضمون لکھا اور یہ فیصلہ کیا کہ وظیفہ خواری ابلحاظ (غلب) حرام مطلق ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

ان اموال السلاطین فی عصرنا حرام کلها او اکثرها فکیف لا والحلال هو الصدقات والفی والغنیمة ولا وجود لها ولم یبق الا جزیة وانها توخذ با نواع من الظلم لا یحل اخذها به

سلاطین کی تمام آمدنیاں ہمارے زمانے میں کل یا قریب کل محض حرام ہیں اور کیوں حرام نہ ہو حلال آمدنی صرف زکوۃ فی اور غنیمت ہے سوان کا سرے سے وجود نہیں رہ گیا جو یہ وہ ایسے ناجائز ظالمانہ طریقے سے وصول کیا جاتا ہے کہ حلال نہیں رہتا۔

علماء وظائف کو اس بنا پر جائز سمجھتے تھے کہ قرون اولی صحابہ اور تابعین کو سلطنت کی طرف سے وظائف ملتے تھے اور وہ لوگ قبول کرتے تھے۔امام صاحب اس استدلال کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ قیاس مع الفارق ہے اولاً تو اس زمانے میں محاصل سلطنت ایسے مشتبہ تھے دوسرے بڑا فرق یہ ہے کہ اس زمانے میں امراء اور حکام علما کی استمالت اور رضا جوئی کے حاجتمند تھے۔خود ان کی طرف سے درخواست اور آرزو ہوتی تھے اور علماء میں سے کوئی شخص وظیفہ قبول کر لیتا تھا تو وہ آپ ممنون ہوتے تھے اس وجہ سے صحابہ تابعین کو باوجود وظیفہ خواری کے امر حق کے اظہار

Marfat.com

میں کبھی پاک نہیں ہوتا تھا۔ وہ بھرے درباروں میں خلفائے بنوامیہ کو زجرو توبیخ کرتے تھے اور خلفاان کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے تھے۔ بخلاف اس کے اجکل وظائف کے حاصل کرنے کے لیے یہ امور اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ سوال دربار کی آمدورفت دعا وثنا بادشاہوں کے اعتراض ومطالب ہیں اعانت جلوس وغیرہ میں شرکت جاں نثاری کا اظہار سلاطین کے عیوب کی پردہ پوشی یہ شرائط گنا کرامام صاحب لکھتے ہیں۔

لم ینعم علیھم بد رھم واحد ولوکان فی نضل الشافعی۔

اگران میں ایک شرط کی بھی تعمیل رہ جائے تو سلاطین ایک درہم بھی نہ دیں گے گو مولوی صاحب کا رتبہ امام شافعی کے برابر ہو۔

اصلاح ملکی

اسلام اگرچہ حکومت اور سلطنت قائم کرنے کے لیے نہیں آیا تھا لیکن کچھ حالات موجودہ کے اقتضا سے اور کچھ اس وجہ سے کہ اسلام کا نظام ایسا واقع ہوا تھا کہ خواہ مخواہ خلافت وسلطنت کا قالب اختیار کرلیتا۔ ابتداء ہی سے حکومت کی بنیاد پڑ گئی تھی لیکن یہ حکومت بالکل جمہوری تھی اور جمہوریت سے اسلام کا اقتضا بھی تھا۔

امیر معاویہ نے جمہوریت کے بجائے شخصی سلطنت قائم کرکے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین کیا اور پھر شخصی سلطنت کا وہ دیرپا سلسلہ قائم ہو

Marfat.com

گیا جو آج تک قائم ہے۔ شخصی حکومت کی جو خصوصیتیں ہیں اگر چہ روزاول ہی پیدا ہونی شروع ہو گئی تھیں لیکن چونکہ حکومت کے ارکان عرب تھے اور صحابہ کا وجود باحود باقی تھا شخصیت میں بھی جمہوریت کا انداز پایا جاتا تھا۔ایک معمولی آدمی سر دربار خلفائے بنوامیہ کو ٹوک دیتا تھا اور وہ باوجود سطوت جباری کے گردن جھکا دیتے تھے۔

بنوامیہ کے بعد عباسیہ کا دور ہوا یہ خاندان علمی فتوحات میں نہایت نامور ہوا چنانچہ یورپ اور ایشیا میں آج بھی ان کی علمی یادگار باقی ہے لیکن قلم کے ساتھ تلوار سنبھل سکی نتیجہ یہ ہوا کہ سو برس کے اندر اندر دربار پر ترک اور ایرانی چھا گئے بلکہ سچ یہ ہے کہ حکومت کا تاج ان کے ہاتھ میں آ گیا وہ جس کے سر پر چاہتے تھے رکھ دیتے تھے اور جس کے سر سے چاہتے اتار لیتے تھے۔رفتہ رفتہ عرب کی تمام خصوصیات مٹ گئیں اور اور اس قسم کی خود مختارانہ سلطنت قائم ہو گئی جس پر گمان ہوتا تھا کہ کیقادو کیخرو نے طغرل وسنجر کا قالب بدل لیا ہے۔سلاطین کی خودمختاری کی روک ٹوک کا ایک ذریعہ صرف مذہب باقی رہ گیا تھا۔اس کی یہ کیفت ہوئی کہ علماء جو بہی اقتدار رکھتے تھے سلاطین کی بخشش وانعام نے ان کی زبانیں بند کردی تھیں۔

امام غزالی نے جس زمانے میں نشو ونما پایا۔ملک شاہ سلجوقی کا زمانہ تھا جو نہایت عادل اور کرم گستر بادشاہ تھا اور اس کی حکومت اس حد تک عمدہ تھی جس حد تک ایک شخصی حکومت ہو سکتی ہے ملک بادشاہ نے ۴۸۵ھ میں انتقال کیا۔اس کے تینوں بیٹے برکیارق محمد سنجر حکومت کے

Marfat.com

دعویدار ہوئے اور جس کو جہاں تک قوت واقتدار تھا خاص خاص حصہ ملک پر قابض ہو گیا۔ محمد اور برکیارق میں ایک مدت تک نہایت خونریز لڑائیاں قائم رہیں نتیجہ یہ ہو کہ شہر تباہ ہو گئے دیہات اور قصبات میں خاک اڑنے لگی ہزاروں جانیں ضائع ہو گیں۔ امن وامان جاتا رہا یہ سب ہو لیکن علمائے دین اس خیال سے چپ بیٹھے دیکھا کیے کہ ان کا کام جنازے کے نماز پڑھنا اور وضو وطہارت کے مسائل کا بتا دینا ہے باقی۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

لیکن امام غزالی کی حالت عام علماء سے الگ تھی ایک طرف تو ان کا یہ خیال تھا کہ سلاطین کو جور و تعدی سے روکنا ان کا خاص فرض ہے جو امر بالمعروف کی حیثیت سے خود قرآن مجید میں منصوص ہے دوسری طرف سلطنت کے مقاصد کا تجربہ جس قدر ان ہو تھا دوسروں کو نہیں ہو سکتا تھا۔ سلاجقہ کے دربار خلافت میں بار یاب تھے اور ملکی معاملات میں اکثر ان سے مشورہ کیا جاتا تھا سلاجقہ کے دربار میں بھی انکی آمد و رفت تھی اور وزرائے سلجوقیہ سب کے سب ان کے ارادت مند اور حلقہ بگوش تھے۔ دس بارہ برس کے متواتر سفر نے جس کی مسافت خراسان بیت المقدس تک تھی ان کو تمام ممالک اسلامیہ کی ایک ایک جزوی حالت سے واقف کر دیا تھا۔ ان تجربوں میں ان کو صاف نظر آیا کہ سلطنت کے نظم ونسق میں جمہوریت کسی قسم کا اثر نہیں رہا بیت المال کی وہ حالت تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کو پچاس روپے ماہوار سے کبھی زیادہ نہ مل سکے یا یہ نوبت پہنچی کہ سلطان سنجر نے ایک دفعہ اپنے معشوق سنقر کو جو ایک ترکی غلام تھا

Marfat.com

۔لاکھوں روپے کی جاگیرات اسباب مال ومتاع کے علاوہ سات لاکھ اشرفیاں نقد دے دیں۔

ان تمام خرابیوں کی بنیاد یہ تھی کہ حکومت وسلطنت کے متعلق رعایا اور عوام کو کس قسم کے اظہار رائے کی آزادی حاصل نہ تھی بادشاہ وقت اگر ملک کسی مسخرے یا بھانڈ کو بخش دیتا تو کسی شخص کو زبان کھولنے کی جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ایک مدت کے اس طرز عمل نے بادشاہ کو خدا کی طرح حاکم علی الاطلاق بنا دیا تھا۔جس کے احکام میں کسی چون وچرا کی مجال نہیں ہو سکتی تھی۔اس وقت ملک کی اصلاح کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ نہایت آزادی اور دلیری سے سلاطین کو ان کے عیوب ومظالم سے مطلع کیا جائے اور عام لوگوں کو بتایا جائے کہ اس شخص کو یہی حق حاصل ہے۔

امام صاحب نے ان دونوں فرضوں کو نہایت خوبی سے ادا کیا۔ سلاطین کے مقابلہ میں جو چیز لوگوں کو آزادی سے روکتی تھی وہ یہ تھی کہ اہل علم دونوں عموماً سلاطین کے وظیفہ خوار تھے اور ان کے دربار میں آمد ورفت رکھتے تھے اس لیے سب سے پہلے امام صاحب نے اس کا قلع قمع کیا اور دونوں کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔

احیاء العلوم باب خامس ذکر اورات السلاطین میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

ان اموال السلاطین فی عصرنا حرام کلها او اکثرها فکیف لا والحلال هو الصدقات الفی والغنیمه ولا وجود لها ولم یبق الا لجزیت وانها توخذ بانواع الظلم لا یحل اخذ ها به۔

ہمارے زمانے میں سلاطین کی جس قدر آمدنی ہے کل یا قریب کل حرام ہے اور کیوں حرام نہ ہو حلال آمدنی زکوۃ خمس فی مال غنیمت ہے سو ان چیزوں کا اس زمانے میں وجود ہی نہیں صرف جزیہ رہ گیا ہے وہ ایسے ظالمانہ طریقوں سے وصول کیا جاتا ہے کہ جائز اور حلال نہیں رہتا۔

اسی باب میں ایک اور موقع پر لکھتے ہیں۔

وجمیع مافی اید یهم حرام۔

جو کچھ ان سلاطین کے ہاتھ میں ہے سب حرام ہے

سلاطین کے ہاں آمدورفت رکھنے کے متعلق احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

لحالت الثانیة ان یعتزل عنهم فلا یراهم ولا یرونه وهوالواجب اذلا سلامة الافیه فعلیه ان یعتقد بغضهم علی ظلمهم ولا یحب بقاءهم ولا یثنی علیهم ولا یستخبر عن احوالهم ولا یتقرب الی المتصلین بهم۔

دوسری حالت یہ کہ انسان ان سلاطین سے اس طرح الگ تھلگ رہے کہ کبھی ان کا سامنا نہ ہونے پائے اور یہی واجب العمل ہے کیونکہ اسی میں عافیت ہے انسان پر یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ ان ظلم بغض رکھنے کے قابل ہے انسان کو چاہیے کہ ان کے بقا کا خواہش مند

Marfat.com

ہو نہ ان کی تعریف کرے ان کے
حالات کا پرساں ہو نہ ان کے
مقربوں سے میل جول رکھے۔

احیاء العلوم میں جہاں اس مضمون پر بحث کی ہے کہ سلاطین کے دربار میں جانا ناجائز ہے ۔ناجوازی کی دلیل میں لکھتے ہیں انسان کو سلاطین کے دربار میں ہر قدم پر گناہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ شاہی مکانات بالکل مغصوب ہوتے ہیں اور زمین مغصوبہ میں قدم رکھنا گناہ ہے۔ دربار میں پہنچ کر سر جھکانا اور ہاتھ کو بوسہ دینا ہوتا ہے اور ظلم کی تعظیم کرنا گناہ ہے دربار میں ہر طرف جو چیزیں نظر آتی ہیں یعنی پردہ ہائے زرنگاہ البسہ ریشمیں ظروف زریں یہ سب حرام ہیں اور ان کو دیکھ کر چپ رہنا داخل معصیت ہے اخیر میں بادشاہ کی جان کی سلامتی کی دعا مانگنی پڑتی ہے اور یہ گناہ ہے۔

چونکہ اکثر لوگ درباداری کے جواز کی یہ پیش کرتے تھے کہ بزرگان سلف سلاطین کے ہاں آمدورفت رکھتے تھے اس لیے امام صاحب اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

ہاں بزرگان سلف سلاطین کے ہاں آمدورفت رکھتے تھے لیکن کیونکہ؟

ہشام بن عبدالملک حج کرنے لگا تو طاوس یمانی کو طلب کیا انہوں نے دربار میں میں پہنچ کر فرش کے کنارے جوتیاں اتار دیں۔ پھر اسلام علیک کہہ کر اس کے برابر میں بیٹھ گئے اور کہا ہشام تیرا مزاج

Marfat.com

کیسا ہے۔ ہشام کو سخت غصہ آیا اور کہا یہ کیا گستاخانہ حرکتیں ہیں۔ نہ مجھ کو امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا نہ کنیت کے ساتھ میرا نام لیا نہ میرے ہاتھ چومے۔ طاوس نے کہا ہاتھ تو میں نے اس لیے نہیں چومے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ صرف دو شخصوں کا ہاتھ چومنا جائز ہے بیوی اور بچہ کا۔ امیر المومنین کا لفظ اس لیے استعمال نہیں کیا کے تمام مسلمان تجھ کو امیر المومنین نہیں سمجھتے۔ اس لیے اگر میں یہ لفظ استعمال کرتا تو جھوٹا ہوتا کنیت کی یہ کیفیت ہے کہ قرآن مجید میں خدا نے انبیاء اور اولیا کے نام بغیر کنیت کے لیے ہیں مثلاً داؤد سلیمان عیسیٰ موسیٰ اور کافروں کو کنیت کے ساتھ خطاب کیا مثلاً ابولہب ہشام متاثر ہوا اور کہا مجھ کو نصیحت کرو۔ طاوس نے کہا میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے دوزخ میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہوں گے جو ان سلاطین کو کاٹیں گے اور ڈنک ماریں گے جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر اٹھے اور چلے گئے۔

خلیفہ منصور جب مقام منیٰ میں پہنچا تو سفیان ثوری کو بلا بھیجا اور کہا کہ مجھ سے درخواست کیجیے۔ سفیان نے کہا خدا سے ڈرو دنیا تیرے جور اور ظلم سے لبریز ہو چکی ہے منطور دوبارہ کہا کہ مجھ سے کچھ مانگیے سفیان نے کہا کہ مہاجرین اور انصار کی تلوار کی بدولت تو آج اس رتبہ پر پہنچا ہے اور انہی کی اولاد بھوک سے مر رہی ہے منصور نے پھر وہی درخواست کی سفیان نے کہا حضرت عمرؓ نے حج کیا تھا تو دس درہم سے کچھ زیادہ خرچ نہ ہوئے تھے تو اس قدر روپے ساتھ لیے پھرتا ہے کہ باربرداریاں بھی اس کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔

Marfat.com

سلیمان بن عبدالملک مدینہ گیا تو ابو حازم کو بلا بھیجا اور کہا کہ کیوں ابو حازم ہم لوگ موت سے ڈرتے کیوں ہیں ابو حازم نے کہا چونکہ تمہاری دنیا آباد اور آخرت برباد ہے اس لیے تم کو آبادی سے ویرانے میں جاتے ڈرلگتا ہے۔

امام صاحب اس قسم کی اور چند مثالیں لکھ کر لکھتے ہیں کہ علمائے سلف کا یہ طریقہ تھا لیکن اج کل کے علماء صرف اس لیے سلاطین سے ملتے ہیں کہ ان کے اغراض ومقاصد کے لیے شرعی حیلے ڈھونڈ کر نکالیں اور کبھی علمائے سلف کی طرح آزادانہ وعظ پند کرتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ سلاطین کے دل پر اپنی حق گوئی اور بے غرضی کا سکہ بٹھائیں۔

بادشاہ وقت کے نام ہدایت نامہ

امام صاحب نے یہ تمام خیالات احیاء العلوم میں ظاہر کیے جو امام صاحب کے زمانے ہی میں گھر گھر پھیل گئی تھی اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ خاص طور پر سلاطین وقت کو اس قسم کی تحریریں بھیجیں محمد بن ملک شاہ کو جو سنجر کا بڑا بھائی اور اپنے زمانے کا سب سے بادشاہ تھا ایک ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا جو ایک مختصر سی کتاب کی شکل میں ہے اور جس کا نام نصیحۃ الملوک ہے چونکہ محمد ایمان کے فروغ لکھتے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ شاخیں اگر ضعیف ہوں گی تو ثابت ہوگا کہ خود جڑ میں بھی ضعف ہے۔ ان فروغ کی دو قسمیں قرار دی ہیں حق اللہ مثلاً نماز روزہ حج زکوۃ اور حق العباد یعنی عدل وانصاف پھر لکھا ہے کہ حق اللہ آسانی سے معاف ہوسکتا ہے کیونکہ

Marfat.com

خدا غفور رحیم ہے لیکن حق العباد کے معاف ہونے کی کوئی تدبیر نہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تجھ کو جاننا چاہیے کہ حکومت کتنا بڑا عظیم الشان اور پرخطرہ فرض ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں سے زیادہ جس کو عذاب دیا جائے گا وہ ظالم بادشاہ ہوں گے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک خارشی بکری کی خبرگری مجھ سے رہ گئی تو قیامت میں مجھ سے مواخذہ ہوگا۔ اے بادشاہ دیکھ حضرت عمرؓ کو باوجود اپنے کمال احتیاط، عدل وانصاف کے قیامت مواخذے کا کس قدر روڑ رہتا تھا اور تیرا یہ حال ہے کہ تجھ کی اپنی رعایا کی کچھ پرواہ نہیں اور کچھ نہیں جانتا کہ تیرے ملک والوں کا کیا حال ہے

۲۔ تجھ کو صرف اس پر قناعت نہیں کرنی چاہیے کہ تو خود ظلم کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ تو اس بات کا ذمہ دار ہے کہ تیرے غلام خدم وحشم عہدوں داحامل کسی پر ظلم نہ کرنے پائیں۔

ایہا السلطان اگر تو دنیا کے خطوط کی غرض سے لوگوں پر ظلم کرتا ہے تو غور سے دیکھ دنیاوی حظوظ کیا ہے اگر تو کھانے کا زیادہ حریص ہے تو جانور ہے اگر حریر ودیبا کے استعمال کا دلدادہ ہے تو مرد عورت ہے اگر اپنے غیض وغضب کے قابو میں ہے تو آدمی کی صورت کا درندہ ہے۔

۳۔ ہر معاملے میں تجھ کو یہ فرض کر لینا چاہیے کہ تو ایک آدمی ہے اور فرمانروا کوئی اور شخص ہے اس صورت میں اس بات کا اندازہ کر لے کہ جو معاملہ تو اوروں کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اگر تیرے ساتھ کیا جاتا تو پسند کرتا یا نہیں۔ اگر تو اپنے حق میں اس کو جائز نہ رکھنا اور وہی معاملہ اپنے

Marfat.com

زیر دستوں کیساتھ جائز رکھنا چاہتا ہے تو تو دغاباز و خائن ہے۔

۴۔ تجھ کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ تمام رعایا تجھ سے شریعت کے اصول کے موافق راضی اور خوشنود ہے۔

اس قسم کی بہت سی ہدایتیں امام صاحب نے لکھیں اور ہر ایک ہدایت کی دلیل میں خلفائے راشدین اور سلاطین عادل کی نہایت موثر حکایتیں نقل کیں۔

۴۹۹ھ میں جب امام صاحب کو ناگیز اسباب کی وجہ سے جس کتاب کا ذکر کتاب کے پہلے حصہ میں گذر چکا ہے محمد شاہ کے دربار میں جانا پڑا تو رو در رو جو اس سے گفتگو کی اس کے چند فقرے یہ تھے۔

سلطان ملک کا بادشاہ ولپ ارسلان وطغرل بیگ از زیر خاک بزبان حال ہے گویند و منادی ہے کنند کہ یا ملک یا قرۃ العین یا فرزند عزیز زینہار اگر بدانی کہ ما بر چہ کار رسیدیم کار ہائے با ہول و یدیم ہر گز یک شب سیر نخوری۔

آمدیم بعرض کردن حاجت کہ دوست یکے عام دیکے عام آنست کہ مردمان طوس ہوش باختہ و پراگندہ بودند دز ظلم و ہر چہ بو چہ بود از سرما و بے آبی تباہ شد بدیشاں رحمتے کن تا خدا تعالیٰ بر تو رحمت کند گردن مومنال از بلا ومحنت گرسنگی بشکت چہ باشد اگر گردن ستوران تو از ساخت زر فرو نشکندہ۔

Marfat.com

امام صاحب کی کوششوں کے نتائج

اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ امام صاحب کی ان کوششوں کا کیا نتیجہ ہوا۔ ہمارے مورخین واقعات کو اس قدر سادہ اور پراگندہ لکھتے ہیں کہ واقعہ کے اسباب یا تو بالکل نہیں لکھتے یا لکھتے ہیں تو واقعہ سے جدا لکھتے ہیں تاریخوں میں بعض واقعات ایسے موجود ہیں جن سے قیاس ہوسکتا ہے کہ امام صاحب کی کوشش بلکل رائگاں نہیں گئی۔ لیکن افسوس ہے کہ کسی مورخ نے یہ تفریح نہیں کی کہ واقعات کا ظہور میں آنا امام صاحب کے اثر سے تھا۔

بہر حال وہ وقعات یہ ہیں۔

ملک کی تباہی اور جور وظلم کے رواج کا سب محمد شاہ اوز برکیارق کی خانہ جنگیاں تھیں ۴۹۷ھ میں دونوں میں صلح ہوئی اور امن وامان قائم ہوگیا۔

۵۰۱ھ میں محمد شاہ نے ہر قسم کے ٹیکس محصول بیگار پروانہ راہدری وغیرہ وغیرہ معاف کر دیئے اور یہ حکم تختیوں پر لکھ کر بازاروں میں آویزاں کہ گیا۔

علامہ ابن اثیر نے محمد شاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی تاجر نے قاضی کے ہاں نالش پیش کی کہ فلاں عامل کو بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ میرے مال کی قیمت دلادے لیکن وہ ٹال مٹول کرتا ہے۔ قاضی نے اپنے غلام ساتھ کر دیئے اتفاق سے خود محمد شاہ کسی طرف سے آنکلا اور حقیقت حال دریافت کی غلاموں نے کہا مدعا علیہ کو عدالت میں لانے کے لیے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے مدعلیہ کا نام پوچھا غلاموں نے کہا محمد شاہ

Marfat.com

بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور اسی وقت عامل کو طلب کیا اور سخت تنبیہہ کی اس واقعہ کے بعد ہمیشہ اس بات پر افسوس کرتا رہا کہ میں عدالت میں عاعلیہ کی حیثیت سے کیوں حاضر نہ ہوا تا کہ آئندہ کسی کو حق کی تسلیم سے عار نہ ہوتا۔

علامہ موصوف نے محمد شاہ کے حال میں یہ بھی لکھا ہے۔

وعلم الامراء سیرتہ فلم یقدم احد منھم علی الظلم وکنفوا عنہ — امراء کو جب محمد شاہ کا مزاج اور طریقہ معلوم ہو تو پھر کسی نے ظلم کی جرات نہ کی اور سب نے ظلم سے ہاتھ کھینچ لیا۔

یہ وہی چیز تھی جس کے امام صاحب نے ساری محنت اٹھائی تھی۔

وزراء اور امراء کے نام خطوط

دولت سلجوقیہ میں چونکہ سلطنت کا تمام نظم ونسق اصل میں وزراء کے ہاتھ میں ہوتا تھا سلاطین صرف کشور کشائی میں مصروف رہتے تھے اس لیے امام صاحب نے ان تمام وزرا کو جو وقتاً فوقتاً وزارت کے رتبہ پر پہنچے نہایت آزادی اور دلیری سے خطوط اور ہدایت نامے لکھے۔

نظام الملک کے انتقال کے بعد جن لوگوں نے وزارت کا رتبہ حاصل کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

فخر الملک: نظام الملک کا سب سے بڑا بیٹا تھا ۴۸۸ھ میں برکیارق کا وزیر ہو پھر ۴۹۰ھ میں سنجر نے وزیر مقرر کیا دس برس تک وزارت کی

Marfat.com

۵۰۰ھ میں ایک باطنی دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا۔

صدر الدین محمد: فخر الملک کا بیٹا تھا باپ کے مرنے کے بعد وزیر اعظم مقرر ہوا ۵۱۱ھ میں قتل ہوا۔

احمد بن نظام الملک: ۵۰۰ھ میں سلطان محمد شاہ بن ملک شاہ نے اس کو وزیر مقرر کیا اور قوام الدین نظام الملک صدر الاسلام کا خطاب دیا ۵۰۴ھ میں وزارت سے معزول ہوا۔

امام صاحب ان سب وزرا کو وقتاً فوقتاً خطوط کے ذریعے سے عدل وانصاف کی پابندی کی تاکید کرتے تھے ایک خط جو فخر الملک کے نام تھا اس کی ابتدا اس طرح کی ہے۔

امیر حسام نظام اور اس قسم کے جتنے الفاظ ہیں سب تکلف اور بناوٹ کے الفاظ ہیں اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں اور امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں خاتمے میں لکھتے ہیں۔

صحبت کسے اختیار کن دیا از دست شیطان رُستہ باشد

ایک دوسرے خط میں جو فخر الملک کے نام لکھتے ہیں۔

بدانکہ اس شہر میں قحط وظلم ویراں بودہ تا خیر تو از سفرایں دوامغاں بود ہمہ می ترسیدند دہقاناں ازبیم غلہ می فروختند وظالماں از مظلوماں عذر می خواستند ۔اکنون کہ اینجا رسیدی ہمہ ہراس خوف برخاست ودہقامان وخبازاں بند بر غلہ دوکان نہادند وظالمان دلیر گشتند اگر کسے کاریں شہر بخلاف ایں حکایت میکند دشمن دین تست ۔بدانکہ دعائے مردمان طوس بہ نیکی دبدی مجرب ست وعمیدراں بسیار کرم بند پذیرفت

Marfat.com

تا حال دے عبرت ہمہ گشت بشنو ایں سخنہائے تلخ با منفعت از کیکہ او طمع گاہ خویش را ہمہ سلاطین وداع کردہ است تا ایں سخن می بتواند گفت وقدر ایں بشناس کہ نہ ہمانا از کسے دیگر شنوی۔ بدی آنکہ ہر کس کہ جز ایں میگوید با تو طمع دے حجاب ست میاں او رکلمۃ الحق۔

مجیر الدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

امام فریاد رسیدن خلق بر عموم واجب ست کہ کار ظلم از حد درگذشتہ وبعد ازاں کہ من مشاہد ایں حال می بودم قریب یک سال ست کہ از طوس ہجرت کردہ ام تا باشد کہ از مشاہدہ ظالماں بے رحمت و بے حرمت خلاص یابم چوں بحکم معاودت افتاد ظلم ہمچناں متواتر ست۔

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ حق کی تلخی کی برداشت کرنا نہایت مشکل کام ہے تاج الملک اس سعادت سے محروم رہا اور اپنے کردار کی سزا پائی۔ اس کی حالت کو دیکھ کر مجد الملک کو عبرت پکڑنی چاہیے تھے لیکن اس نے بھی کچھ خیال نہ کیا اور آخر تباہ ہوا پھر موید الملک کی باری آئی وہ بھی غفلت سے نہ چونکا اور اس کا نتیجہ اٹھایا اب تیری باری آئی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وبحقیقت شناسد کہ ہیچ وزیر بدیں بلا مبتلا نبود کہ دے۔ در روزگار ہیچ وزیراں ظلم وخرابی نرفت کہ اکنوں میر ددواگرچہ دے کارہ داشت ولکن در خبر چنیں ست کہ چوں ظالماں را روز قیامت ہواخذہ کنند ہم متعلقان راد ہم ایشاں راہداں ظلم لگیرند مسلمان را کارد باستخواں رسید ومتاصل کشند و ہر دنیانے کہ قسمت کردند اضعاف آں از رعیت بشد وبسلطان نر

Marfat.com

سیدو در میانہ ارذال عوامان وظالماں ہر دند۔

امام صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام قوم میں یہ روح پھونکی چاہی انہوں نے نہایت آزادی اور دلیری سے یہ خیال ظاہر کیا کہ سلاطین کی روک ٹوک ہر مسلمان کا فرض ہے احیا ئالعلوم میں ہے کہ سلاطین اور امراء کی روک ٹوک میں فساد ملکی اندیشہ ہوتو نا جائز ہے۔ لیکن اگر صرف اپنی جان و مال کا خطرہ ہوتو نہ صرف جائز ہے بلکہ نہایت مستحسن ہے بزرگان سلف ہمیشہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر آزادی سے کام لیتے تھے اور سلاطین اور امراء کو ہر موقع پر روکتے ٹوکتے رہتے تھے۔ اس میں اگر کوئی شخص جان سے مارا جاتا تھا تو خوش نصیب خیال کیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ شہادت کا درجہ پاتا تھا۔

ایک دفعہ امیر معاویہ نے لوگوں کے وظیفے روک دیئے تھے اس پر ابو مسلم خولانی نے سر دربار اٹھ کر کہا کہ اے معاویہ یہ آمدنی تیری باپ کی کمائی نہیں ہے۔

ابو موسیٰ شعری کی عادت تھی کہ خطبہ میں حضرت عمرؓ کا نام لے کر ان کے حق میں دعا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کے سوا اور کسی صحابی کا ذکر نہ کرتے تھے ختہ بن محصن نے عین خطبے میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ تم ابو بکرؓ کا نام کیوں نہیں لیتے کیا عمر ابو بکر سے افضل ہیں؟ ابو موسیٰ شعری نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے ختہ کو مدینہ میں طلب کیا ختہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا تم نے کس حق سے مجھ کو یہاں طلب کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا ابو موسیٰ اشعری سے تم سے کیا معاملہ پیش

Marfat.com

آیا۔انہوں نے واقعہ کی حقیقت بیان کی حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہا واللہ تم برحق ہو پھر کہا مجھ سے خطا ہوئی معاف کرو۔

حجاج بن یوسف نے حطیط زیارت کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا کہتم مجھ کو کیسا سمجھتے ہو حطیط نے کہا تو خدا کا دشمن ہے حجاج نے کہا اور امیر المومنین عبدالملک بن مردان حطیط نے کہا۔اصل تو وہی ہے تو اس کی فرع ہے۔حجاج نے اس پر نہایت بیدردی اور بیرحمی سے طرح طرح کے عذاب دے کر ان کو قتل کرا دیا' لیکن انہوں نے اُف تک نہ کی۔

ہارون الرشید اور سفیان ثوری میں بچپن کی دوستی تھی جب ہارون خلیفہ ہوا تو سفیان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی لیکن انہوں نے پروانہ کی۔آخر ہارون نے ان کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

برادرم !تم کو معلوم ہے کہ خدا نے تمام مسلمانوں میں رشتہ اخوت قائم کیا ہے میرے اور تمہارے جو تعلقات تھے بدستور قائم ہیں۔تمام میرے احباب میری خلافت کی مبارک باد دینے کو میرے پاس آئے اور میں نے ان کو گراں بہا صلے دیئے افسوس ہے کہ آپ اب تک نہ آئے۔میں خود حاضر ہوتا لیکن شان خلافت کے خلاف تھا۔بہر حال آپ ضرور تشریف لائے سفیان نے خط کا عنوان پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کہ میں اس چیز کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا جس کو ظالم نے چھوا ہے پھر اسی خط کی پشت پر یہ جواب لکھ دیا۔

از بندہ ضعیف سفیان بنام ہارون فریفتہ دولت!

میں نے تم کو پہلے اطلاع دے دی تھی کہ مجھ سے اور تم کوئی تعلق

Marfat.com

نہیں رہا تم نے خط میں خود تسلیم کیا تھا کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کے روپے کو بے موقع اور بے جا خرچ کیا اس پر بھی تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو کہ میں قیامت میں تمہارے اسراف کی شہادت دوں۔ ہارون تجھ کو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے تو تخت پر اجلاس کرتا ہے حریر کا لباس پہنتا ہے تیرے دروازے پر چوکی پہرہ رہتا ہے تیرے عمال خود شراب پیتے ہیں اور دوسروں کو شراب پینے کی سزا دیتے ہو۔ خود زنا کرتے ہیں اور زانیوں پر حد جاری کرتے ہیں خود چوری کرتے ہیں اور چوروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ پہلے ان جرائم پر تجھ کو اور تیرے عمال کو سزا ملنی چاہیے پھر اوروں کو ہارون! وہ ابھی دن آئے گا کہ قیامت میں اس حال سے آئیگا کہ تیری مشکیں بندھی ہوگی تیرے ظالم عمال تیرے پیچھے ہوں گے اور تو سب کا پیشوا بن کر سب کو دوزخ کی طرف لے جائیگا میں نے تیری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا اور اب پھر کبھی خط نہ لکھنا

یہ خط ہارون کے پاس پہنچا تو بے اختیار چیخ اٹھا دیر تک روتا رہا۔

ابو حسین نوری ایک دفعہ دریا میں سفر کر رہے تھے کشتی میں بہت سے مٹکے دھرے دیکھے۔ ملاح سے پوچھا کہ ان میں کیا ہے۔ اس نے کہا شراب ہے اور خلیفہ معتضد باللہ نے منگوائی ہے ابو الحسین نے ایک لکڑی لے کر ایک مٹکے کو توڑنا شروع کیا۔ تمام حاضرین تھرا گئے کہ دیکھیے کیا غضب ہوتا ہے۔ معتضد کو خبر ہوئی تو اس نے ابو الحسین کو پکڑوا بلایا یہ گئے تو معتضد ہاتھ میں ایک گرز لیے بیٹھا تھا۔ ان کو دیکھ کر پوچھا تو کون ہے انہوں نے کہا محتسب معتضد نے کہا تجھ کو محتسب کس نے مقرر کیا۔ انہوں

Marfat.com

کہا جس نے تجھ کو خلیفہ مقرر کیا

امام صاحب اس قسم کے اور بہت سے واقعات نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ علمائے سلف کا یہ طریقہ تھا۔

داما الان فقد تیلات الاطماع السنة العلماء فسکتراوان تکلموالم تساعد اتوالهم احوالهم۔	لیکن آج کل طمع نے علماء کی زبانیں بند کر دی ہیں اس لیے وہ چپ ہو گئے اور اگر کچھ کہتے تو ان کی حالت ان کے قول سے مطابق نہیں ہوتی اس وجہ سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔

امام صاحب کو ان باتوں پر بھی تسلی نہ تھی وہ دیکھتے تھے کہ موجود سلطنتوں کا سرے سے خمیری بگڑ گیا ہے اس لیے جب تک اسلامی اصولوں کے موافق ایک سلطنت نئی نہ قائم کی جائے۔ اصل مقصد نہیں حاصل ہو سکتا۔ لیکن امام صاحب کو ریاضت مجاہدہ اور امراقبہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ ایسے بڑے کام میں ہاتھ ڈال سکتے اتفاق یہ کہ جب احیاء العلوم شائع ہوئی اور ۵۰۱ھ میں اسپین میں پہنچی تو علی بن یوسف بن تاشفین نے جو اسپین کا بادشاہ تھا تعصب اور تنگدلی سے اس کتاب کے جلانے کا حکم دیا اور نہایت بیدردی سے اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ امام صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو سخت رنج ہوا اسی اثنا میں اسپین سے ایک شخص امام صاحب کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے آیا جس کا نام محمد بن عبداللہ تومرت تھا یہ ایک نہایت معزز خاندان کا آدمی تھا اور اس کے آباد واجداد ہمیشہ سے آزادی پسند اور صاحب حوصلہ چلے آئے تھے

Marfat.com

۔امام صاحب کی خدمت میں رہ کر اس نے تمام علوم میں نہایت کمال پیدا کیا اور اپنے ذاتی حوصلہ یا امام صاحب کی فیض صحبت سے یہ اردہ کیا کہ اسپین میں علی بن یوسف کی سلطنت کو مٹا کر ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالے یہ خیال اس نے امام صاحب کے سامنے پیش کیا۔امام صاحب چونکہ خود ایک عادلانہ سلطنت کے خواہشمند تھے اس کے رائے کو پسند کیا لیکن پہلے یہ دریافت کیا کہ اس مہم کے انجام دینے کے اسباب بھی مہیا ہیں یا نہیں۔ محمد بن عبداللہ نے اطمینان دلایا تو امام صاحب نے نہایت خوشی سے اجازت دی علامہ ابن خلدون اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

Marfat.com

ولقی فیما زعموا اباحامد القزالی دفاوضه بذات صدره بذلك فاراده علیه لماکان نیه فیه الاسلام یومئذ باقطار الارض من اختلال الدولته وتغویض ارکان السلطان الجامع الامته المقیمه لنسلة بعدان ساء له والقبائل التی یکون بها الاعتزاز والمنعة۔

جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ابو حامد غزالی سے ملا اور اس نے اپنے دلی خیالات کے متعلق مشورہ کیا امام صاحب نے اس کی تائید کی کیونکہ اس زمانے میں اسلام تمام دنیا میں ضعیف ہو رہا تھا اور کوئی ایسا سلطان موجود نہ تھا جو تمام امت کو فراہم کر سکے اور دین اسلام کو قائم رکھے لیکن پہلے امام صاحب نے اس سے پوچھ لیا کہ تمہارے پاس اتنا سروسامان اور جمعیت ہے یا نہیں جس سے قوت اور حفاظت ہو سکے۔

غرض محمد بن عبداللہ تو مرت نے واپس جا کر امر بالمعروف کے شعار سے ایک نئی سلطنت کی بنا ڈالی۔ جو مدت تک قائم اور موجدین کے لقب سی پکاری جاتی تھی علی بن یوسف کی حکومت میں جو تعدی بہت پھیل گئی تھی فوج کے علانیہ لوگوں کے گھر میں گھس جاتے تھے اور عفت مآب خاتونوں کے ناموس کو برباد کرتے تھے۔ علی یوسف کے خاندان میں ایک مدت سے یہ الٹا دستور چلا آتا تھا کہ مرد منہ پر نقاب ڈالتے اور عورتیں کھلے منہ پھرتی تھیں۔ اسی لحاظ سے یہ لوگ ملثمین کہلاتے تھے محمد بن تو

Marfat.com

مرت نے اول اول انہی دونوں بدعتوں کے مٹانے پر کمر باندھی اور رفتہ رفتہ اسی سلسلہ میں ملثمین کی حکومت برباد ہو کر ایک نئی سلطنت قائم ہوگئی ۔محمد بن تومرت نے خود فرماں روائی کا قصہ نہیں کیا بلکہ ایک لائق شخص جس کا نام عبدالمومن تھا تخت نشین کیا۔

عبدالمومن اور اس کے خاندان نے جس طرز حکومت کی وہ بالکل اس اصول کے موافق تھی جو امام غزالی کی تمنا تھی ۔ابن خلدون کتاب ثالث اخبار بربر فصل ثالث میں عبدالمومن اور اس کی اولاد کے متعلق لکھتے ہیں ۔ان کی حکومت کا یہ انداز تھا کہ علماء کی عزت کی جاتی تھی اور تمام واقعات ومعاملات میں ان سے مشورے لیکر کام کیا جاتا تھا داد خواہوں کی فریادسنی جاتی تھی رعایا پر عمال ظلم کرتے تھے تو ان کو سزا دی جاتی تھی ظالموں کا ہاتھ روک دیا گیا تھا شاہی ایوانوں میں مسجدیں تعمیر کی گئی تھیں تمام سرحدی ناکے جہاں یورپ کا ڈانڈا ملتا تھا فوجی طاقت سے مضبوط کر دیئے گئے تھے اور غزوات وفتوحات کو روزانہ فزوں ترقی تھی۔

یعقوب جو اس سلسلہ کا تیسرا تخت نشین تھا اس کے حالات میں ابن خلکان لکھتے ہیں کہ وہ عادل بادشاہ تھا شریعت کا پابند تھا امر بالمعروف اور انہی عن المنکر پر یقین کرتا تھا اور اس باب میں کسی کی روعایت نہیں کرتا تھا۔ بچگانہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا تھا۔منہ پوش تھا کمزور سے کمزور فریاد لاتا تھا تو راہ میں کھڑا ہو جاتا تھا اور اس کی پوری دادرسی کرتا تھا اپنے خاندان میں حدود شرعیہ کو جاری کرتا تمام ملک کو پابند نماز بنا دیا تھا۔شراب خوری کی سخت سزا مقرر تھی ایک عجیب

Marfat.com

بات یہ ہے کہ تمام علماء اور فقہا کو حکم دیا تھا کہ مسائل فقہیہ میں کسی کی تقلید نہ کریں بلکہ خود قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے مسائل کا استنباط کریں چنانچہ اس زمانے کے بڑے بڑے علماء مثلاً علامہ ابوالخطاب بن وحید ابوعمر حضرت شیخ محی الدین اکبر کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

یہ تو اس کی دینداری کا حال تھا ملکی حالت یہ تھی کہ اس نے یورپ کے مقابلے میں بڑی بڑی عظیم الشان فتوحات حاصل کیں چنانچہ اس کی تفصیل تمام تاریخوں میں مذکور ہے

امام صاحب پر اسباب خارجی کا اثر

امام صاحب کی تعلیم وتربیت کے جو حالات تاریخ درجال کی کتابوں کے منظر عام پر نمایاں ہیں اس کا اقتضا دیہ تھا کہ امام بہت ایک فقہیہ یا اصولی یا صوفی یا داعظ ہوتے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تمام اور صاف کے جامع ہوتے اور ہر وصف ہیں اجتہاد کے رتبہ تک پہنچتے جیسا کہ ان کے ہم عصر جو طباعی اور ذہانت میں ان کے برابر تھے اس خدتک پہنچے لیکن امام صاحب نے بخلاف اپنے عصروں کے اقلیم کمال کے بہت سے ایسے نئے ملک فتح کیے جن کا خیال بھی ان کے ہم عصروں کو نہیں گذرا تھا وہ ایک نئے علم کلام کے موجود ہوئے فلسفہ کو مذہب آشنا کیا معقول اور منقول کے تطبیق کی بنا ڈالی علم اخلاق کروسعت دی۔ نظام سلطنت کو اصلاح کی نظر سے دیکھا۔ ان باتوں کے لحاظ سے یہ امر قابل تفحص ہے کہ امام صاحب میں ان غیر معمولی اوصاف کے پیدا ہونے

Marfat.com

کے اسباب تھے۔

ایک سوال کا اگرچہ مختصر جواب یہ ہے کہ امام صاحب کو خدا نے فطرۃً مجدد اور فارمر پیدا کیا تھا اور یہی قابلیت تھی جو مختلف صورتوں میں مختلف ناموں سے پکاری گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجدد اور فارمر بھی واقعات خارجی سے متاثر ہوتا ہے ان واقعات کو اس کی ترقی خیالات میں بہت دخل ہوتا ہے

امام صاحب کی ترقی خیالات کا زمانہ بغداد سے شروع ہوتا ہے بغداد دنیا کی ہر قوم فرقے ہر مذہب کے علماء کا دنگل تھا جہاں ہر شخص اپنے معتقدات و خیالات کو نہایت آزادی سے ظاہر کر سکتا تھا۔ امام صاحب کی طبیعت میں تحقیق حق کا مادہ پہلے سے موجود تھا۔ اب اس کے ظہور کا موقع آیا یہ موقع اور علماء اہل فن کو بھی ہاتھ آ سکتا تھا لیکن علماء دین اپنے گروہ کے سوا اور کسی سے ملنا یا کسی کے معتقدات و خیالات سے واقف ہونا مذہبی شان کے خلاف سمجھتے تھے

بہر حال امام صاحب ہر فرقے کے علماء سے ملے اور ان کے خیالات سے واقفیت حاصل کی۔ ان کا خود بیان ہے کہ بیس برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک یہ شغل رہا کر باطنی ظاہری فلسفی متکلم صوفی زندیق ایک ایک سے ملا اور ایک ایک کے عقائد کا تہہ تک سراغ لگایا۔ تحقیقات کا پہلا اثر یہ تھا کہ تقلید کی تمام بندش ٹوٹ گئیں اور قدیم خیالات کی بنیاد متزلزل ہو گئی۔

تحقیقات کے شوق میں امام صاحب نے فلسفہ اور عقلیات کی

Marfat.com

کتابیں بھی پڑھیں اوران فنون مجتہدار کا کمال پیدا کیا فلسفہ کی تصنیفات میں سے جو کتابیں زیادہ تر ان کے مطالعہ میں رہیں بوعلی سنیا کی تصنیفات اور ابن سکویہ کی کتاب تہذیب الاخلاق تھی۔ امام راوی شارح صحیح مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام غزالی کے شاگردوں سے سنا کہ وہ خوان الصفا کے رسالے اکثر دیکھا کرتے تھے امام صاحب نے خود بھی ایک موقع پر ان اخوان الصفا کا ذکر کیا تھا۔

ان تصنیفات کو پڑھ کر امام صاحب کو نظر آیا کی نسبت علماء کی بد گمانی کہ وہ تمام تر مخالف مذہب ہے صحیح نہیں۔ چنانچہ منقد من انصلال میں فلسفہ کے تمام اقسام کو الگ الگ لکھ کر تصریح کی چند مسائل کے سوا باقی کوئی چیز کے خلاف نہیں فلسفہ کے عام انکار سے ایک بڑا ضرر جو اسلام کو پہنچ رہا تھا امام صاحب نے اس کو نہایت آزادی سے ظاہر کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ایک بڑا نقصان جو اسلام کو پہنچ رہا ہے کہ بہت سے لوگ اسلام کی حمایت کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ فلسفہ کے تمام مسائل کو مذہب کے مخالف ثابت کیا جائے لیکن چونکہ فلسفہ کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں اس لیے جو شخص ان دلائل سے واقف ہے وہ ان کو قطعی سمجھتا ہے اس کے ساتھ جب اس کو یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ مسائل اسلام کے خلاف ہیں تو اس کو بجائے اس کے کہ ان مسائل میں شبہ پیدا ہوتا ہے اس بنا پر نادان دوستوں سے اسلام کو سخت ضرر پہنچتا ہے۔

Marfat.com

امام صاحب پر فلسفہ کا اثر

امام صاحب کی طبیعت خود فلسفیانہ واقع ہوئی تھی عام علماء فلسفہ سے جو بدگمانی رکھتے تھے تحقیقات کے بعد غلط نکلی اس کا یہ اثر ہو کہ امام صاحب نے فلسفہ کا پورا رنگ چڑھ گیا۔ مقدمن انصلال اور مضنون کبیر مین روح کی حقیقت روح کے جوہر ہونے پر استدلال خرق عادت کی تقسیمن عقلی وخیال عذاب اُخروی کی حقیقت ان تمام مسائل کی بعینہ دہی تشریح کی جو بوعلی سینا نے شفا اور اشارات میں کی تھی۔ احیاء العلوم میں اخلاق کی ماہیت اخلاق کے اقسام اخلاق عیوب پر مطلع ہونے کے طریقے اولاد کی تربیت یہ تمام مضامین سرتاپا ابن مسکویہ سے ماخوذ ہیں جو نکات خود امام صاحب کے ایجاد ہیں ان کا مایہ خمیری بھی فلسفہ ہے۔

امام صاحب کی تصنیفات اگرچہ فلسفہ سے لبریز ہوگئی تھیں تاہم خوش اعتقاد بزرگوں کو یہی ضد ہی کہ حاشا! امام صاحب کو فلسفہ سے کیا تعلق امام ماذری نے جو بہت بڑے محدث امام صاحب کی نسبت لکھ دیا تھا کہ ان کی تصنیفات میں فلسفہ کا اثر پایا جاتا ہے اس پر علامہ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں بڑے زور شور سے ماذری کی مخالف کی کہ امام غزالی تمام فلاسفہ کو کافر سمجھتے ہیں پھر فلسفہ کی طرف کیونکر التفات کر سکتے تھے۔ خود امام صاحب کے زمانے میں لوگوں کو یہ بدگمانی پیدا ہوگئی تھی کہ امام صاحب اپنی تصنیفات میں فلسفہ کا عنصر ملاتے جاتے ہیں اور چونکہ یہ امر اس زمانے میں تقدس اور تشرع کے خلاف سمجھا جاتا تھا امام صاحب کو اس کی معذرت کرنی پڑی۔ چنانچہ مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

ولقد اعترمن علی بعض الکلمات المثبوته فی تصانیفا فی اسرار علوم الدین طائفة من الذین لم یستحکم فی العلوم سوائرهم ولم تنفتح الیٰ اقتصیٰ نمایات المذاهب بصائرهم وزعمت ان تلك الکلام ت من کلام لادائل مع ان بعضا من سولدات الخواطر ولایبعدان یقع الحافرعلی الحافر وبعضها یوجدتی الکتب الشرعیة واکثرها موجود منعاهافی کتب الصوفیه	میری بعض تصنیفات جو اسرار شریعت میں ہیں یعنی احیاء العلوم ان کے متعلق بعض لوگوں نے جو علم میں پختہ کار نہیں ہیں اور مذہب کے انتہائے مقصود تک انکی نگاہ نہیں پہنچی یہ اعتراض کیا کہ ان میں سے بہت سی باتیں حکمائے قدیم سے ماخوذ ہیں حالانکہ ان میں سے بعض باتیں تو خود میری طبع زاد ہیں اور ممکن ہے کہ قدم قدم پر پڑ گیا ہو یعنی قدماسے توارد ہوگیا اور بعض کتب شرعیہ میں موجود ہیں اور اکثر باتیں ایسی ہیں جن کی اصل صوفیہ کی کتاب میں موجود ہے

اس بات کا اندازہ کرنے کے لیے کہ امام صاحب کو حکماء سے یہاں تک توارد ہوا بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق احیاء العلوم ابن مسکویہ کی تہذیب الاخلاق کی عبارتیں ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ابن مسکونے یہ کچھ لکھا ہے وہ ابن مسکویہ کے خیالات نہیں بلکہ بردسن (یونانی حکیم تھا) سے ماخوذ ہیں چنانچہ خود ابن مسکویہ نے تصریح کی کردی ہے۔

Marfat.com

احیاء العلوم اور ابن مسکویہ کی کتاب کاموازنہ

تہذیب الاخلاق ابن مسکویہ	احیاء العلوم
ویعلم ان اولی الناس	وان یحبب الیه الثیاب الیض
بالملابس الملونة	دون الملون والابریشم
والمنقوشة التی یتزین	ویقرر عنده ان ذلک شان
للرجال وان الاحق باهل	النسآء۔ ویحفظ من الاشعارا
البنل والشرف من اللباس	لتی فیها ذکر۔
البیاض۔	العشق واهله ویحفظ من
ویحذر النظر فی	مخالطته الادباء الذین
الاشعار اسخیفة ومافیها من	یزعمون ان ذلک من الظرف
ذکر العشق واهله ومایوهمه	ورقة الطبع نان ذلک یغرس فی
اصحابها انه ضرب من	قلوب الصبیان بذرا لفساد ثم

Marfat.com

الظرف درقة الطبع نان
ھذالباب مفسد للاحداث
جدًا ثم یمدح وبکل
مایظھرمنه من خلق جمیل
وفعل حسن یکرم علیه فان
خالف فی بعض الاوقات
ماذکرته نالاولی انْ یونیح
علیه بل تیغافل عنه لاسمیاان
ستره الصبی داجتھد
فی ان یحفی مافعله عنه
الناس نان عاد نلیونج
علیه۔سرّاًد
لیغظم عنده ماتاہ ویحذرمن
معاوته وینبغی ان یعود ان لا
یبصق فی مجالسه
ولایتنحط ولایضع رجلاً
علی رجل ولایضرب تحت
ذقنه بساعده ولایعمدم راسه
بیدیه نان ذلك دلیل اکسل

مھما اظھر من الصبی خلق
جمیل فینبع ان یکوم علیه فان
خالف ذلك فی بعض
الاحوال قیتبغ ان یتغافل عنه
ولاسیما اذا ستره الصبی
واجتھد فی اخفائه
فعندذلك ان عاد ثانیاً فینبع ان
یعاتب سرا ویعظم الامرفیه
ویقال له ایاك ان تعود وینبغی
ان یعودان لایبصق فی مجلسه
ولاتمیخط ولا یتشاوب
بحضرة غیرہ ولا رضع رجلا
علی رجل ولایضع کف تحت
ذقنه ولایعمدراسه بساعده
نان ذلك دلیل الکسل۔

اختصار کے لحاظ سے ہم تھوڑی سی عبارت پر اکتفا کیا ورنہ

Marfat.com

پورا مضمون کا مضمون اسی طرح لفظاً و معنی مطابق ہے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو توارد قرار دیں یا نقل یا اقتباس۔ توارد کا عذر صحیح ہو یا نہ ہو لیکن اسی ضمن میں امام صاحب نے ایک ایسی سچی بات کہی جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے فرماتے ہیں۔

وھب انھا لا توجد الا فی کتبھم ناذا کان ذلك الكلام معقولا فی نفسه مو ید ابالبرھان ولم یکن علی مخالفت الكتاب والسنة فلم ینبغی ان ان یھجرد فلو فتحنا ھذالباب وتطرقنا الی ان یھجر کل سبق الیه خاطر سبطل الزمناان نھمر كثیرا من الحق۔

اچھا فرض کرلو کہ جو باتیں میں نے لکھیں وہ حکما کی کتابوں کے سوا اور کہیں نہیں پائی جاتیں لیکن اگر وہ باتیں معقول ہیں اور دلائل سے ثابت ہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف نہیں تو پھر ان کے چھوڑنے اور ان سے انکار کرنیکی کیا وجہ ہے اگر ہم ایسا کرنے پر آئیں اور ان تمام سچی باتوں کو روکیا کریں جو پہلے کسی بدعقیدہ کے خیال میں گذریں تو ہم کو بہت سی سچی باتوں کو چھوڑ دینا پڑے گا۔

فلسفہ کے متعلق امام صاحب کا یہ بھی خیال تھا کہ سیاسیات اور اخلاق کا حصہ زیادہ تر انبیائے سابقین اور صوفیہ الہیہ کے اقوال سے ماخوذ ہے جس میں فلسفہ نے اپنے ایجادات بھی ملا دیئے ہیں منقذ من الضلال میں اس خیال کے ظاہر کرنیکے بعد لکھتے ہیں۔

یہ اختلاط فلسفہ کے معتقد اور منکر دونوں کے حق میں مضر ہوا اور

Marfat.com

معتقد کے بہ نسبت منکر کو زیادہ نقصان پہنچا کیونکہ ضعیف العقل لوگ قائل کے اعتبار سے بات کی صحت کا اندازہ کرتے ہیں اور چونکہ یہ باتیں اول اول انہوں نے فلاسفر ہی زبان سے سنیں ان کو خیال ہو کر سب غلط اور باطل ہیں لیکن عاقل کا کام یہ ہے کہ صرف اس بات کو دیکھنے کہ اصل بات صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے کہ اس قائل دیندار ہے یا گمراہ۔ بلکہ عاقل کو یہ تلاش رہتی ہے کہ گمراہوں کی باتوں میں سے بھی کوئی کام کی بات نکل آئے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کان کی مٹی میں سے سونا نکل آتا ہے فلسفہ ہی نے امام صاحب کو نئے علم کلام کی بنیاد ڈالنے کا خیال دلایا کیونکہ انکو فلسفہ کی واقفیت سے ثابت ہو چکا تھا کہ فلسفہ کے جو مسائل کی صحیح ہیں وہ مذہب کے مخالف نہیں اور جو مخالف ہیں وہ صحیح نہیں۔

معتزلہ اس قسم کی تصنیفات کر چکے تھے جن میں معقول اور منقول ہیں تطبیق دی گئی تھی لیکن اہل سنت ان سے ایسے متنفر تھے کہ ان کی تصنیفات کو آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی نہ تھے اور دیکھتے تھے تو ان کو ہر بات وضلالت نظر آتی تھی لیکن امام صاحب کی طبیعت سے اس قسم کا تعصب جاتا رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے خذ ما صفی پر عمل کر کے ان کی تصنیفات سے بھی فائدہ اٹھایا۔

فن اخلاق کے متعلق امام صاحب کے جو کارنامے ہیں سب تصوف کی بدولت ہیں امام صاحب نے جب تصوف کو عملاً سیکھنا چاہا تو اس کا پہلا مرحلہ تزکیہ اخلاق تھا اس بنا پر ان کو تجلی بالفضائل اور تجلی عن الرذائل کی ضرورت پڑی۔ اس ضرورت نے ان کو علم اخلاق کی تصنیفات

Marfat.com

کی طرف متوجہ کیا ان سے قوت القلوب زیادہ متداول اور مقبول تھی اور بہت بڑے مشہور صوفی کی تصنیف تھی۔ امام صاحب نے خاص توجہ سے اس کو دیکھا لیکن سرسری اور ظاہری باتیں تھیں۔ علم اخلاق کے دقائق کا پتہ نہ تھا۔ امام صاحب فلسفہ سے آشنا ہو چکے تھے سلاطین کے دربار تعلیم سفر کی وجہ سے مختلف طبقوں کے آدمیوں سے ملنے اور ان کے اخلاق سے مطلع ہونے کا کثرت سے موقع پیش آیا تھا سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان پر مختلف حالتیں گذر چکی تھیں اور طالب العلمی کے زمانے میں بہت بڑے مناظرہ چکے تھے نظام الملک کے دربار میں پہنچ کر امیرانہ جاہ وحشمت حاصل کی تھیں بغداد میں مدتوں وعظ کہا تھا عوام کی استمالت کے لیے جو باتیں درکار تھیں سب کرنی پڑی تھیں غرض مناظرہ ومباحثہ جاہ پرستی مقبولیت عوام دولت ومال کے تعلق سے اخلاق پر جو اثر پڑ سکتے ہیں سب کا ذاتی تجربہ ہو چکا تھا ان باتوں نے اخلاق کے تمام دقیق نکات ان پر منکشف کر دیئے اور یہی نکات تھے جنہوں نے علمی صورت پکڑ کر احیاء العلوم کے قالب میں ظہور کیا۔

سلاطین کے مقابلے میں آزادی کی جرات بھی ان کی تصوف ہی کے صدقہ میں حاصل ہوئی تصوف کے عالم میں آ کر دینا ان کی نظروں میں ہیچ ہو گئی تھی اور وہ نہایت زاہدنہ زندگی پر قانع ہو گئے تھے۔ لیکن اس بنا پر ان کو سلاطین اور امراء سے کسی قسم کی توقع کا ڈر نہیں رہا تھا۔ ان کے طریقت شیخ ابوعلی فارمدی ہیں یہ ایک خاص صفت تھی کہ وہ سلاطین کی پروا نہیں کرتے تھے چنانچہ نظام الملک سلجوقی کے دربار میں جب جاتے تھے تو

Marfat.com

ہمیشہ علانیہ اس کے جور و تعدی کا اظہار کرتے تھے۔ یہ نمونہ بھی ان کے پیش نظر تھا۔ ان باتوں نے ان کو آزادی اور حق گوئی کی جرات دلائی اور انہوں نے وہ کام کیے جن کا ذکر اصلاح ملکی کے ذکر میں گذر چکا۔

امام صاحب کا اثر

عقائد علوم وفنون اور شاعری پر

عقائد و کلام : آج تقریباً تمام دنیا میں الہیات نبوات اور معاد کے متعلق مسلمانوں کے جو معتقدات اور مسلمات ہیں وہی جو امام صاحب کے مقرر کردہ عقائد ہیں۔

علم کلام کی بحث میں تم پڑھ آئے ہو کہ امام صاحب نے عقائد اور اصول کی تشریح دو مختلف مذاق پر کی ظاہر و باطن اور جن عقائد کو کثرت وعمومیت کے ساتھ بیان کیا وہ ظاہری عقائد تھے اس کا یہ اثر ہو کہ اس زمانے سے آج تک جس قدر فقہا و علمائے کلام گذرے اور عام نصاب تعلیم کے لیے جس قدر کتابیں تصنیف ہوئیں سب انہی ظاہری عقائد کی بازگشت ہیں عقائد نسفی مواقف مقاصد معارف تمہید مسابرہ غرض علم کلام کی جس قدر مشہور تصنیفات ہیں سب امام صاحب کے ہی عقائد کے گویا شروح وحاشیے ہیں شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ یہ دراصل امام ابوالحسن اشعری ہے امام غزالی کی پیروی بھی جن لوگوں نے کی اسی وجہ سے کی کہ وہ خود اشعری کے پیرو تھے۔ چنانچہ ان کا نام ہمیشہ متکلمین اشاعرہ کے زمرے لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

لیکن خیال صحیح نہیں ہے بے شبہ امام صاحب نے زیادہ تر اشعری ہی کے عقائد اختیار کیے لیکن بہت سے ایسے مہتم بالشان مسائل ہیں جن میں انہوں نے علانیہ اشعری کی مخالفت کی اوران تمام مسائل میں امام صاحب ہی کا مذہب تمام اشاعرہ کا مذہب بن گیا مثلاً استور علی العرش کا مسلہ امام اشعری نے اپنی تصنیفات میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ استوار کے معنی استیلا اور قدرت کے نہیں ہیں جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے بلکہ وہی ظاہر معنی مراد ہیں جو عام طور پر مستعل ہیں۔ چنانچہ کتاب المقالات الکھتے ہیں

وقالت المعتزله فی قول الله عزوجل الرحمن علی العرش استوی ۔یعنی استولیٰ ۔	اور معتولہ کہتے ہیں کہ خدا کے اس قول میں الرحمن علی العرش استویٰ استواء کے معنی استیلاء کے ہیں۔

لیکن امام غزالی نے اسی قول کو جس کو امام اشعری معتزلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں سنیوں کا خاص عقیدہ قرار دیا۔ چنانچہ احیاء العلوم باب نعقائد میں لکھتے ہیں کہ استواء کا لفظ ظاہری معنوں میں مستعمل نہیں ہے ورنہ محال لازم آتا ہے بلکہ اس کے معنی قہر اور استیلا کے ہیں

اسی طرح قرآن مجید میں خدا کے متعلق ید وجہ عین ہاتھ منہ آنکھ وغیرہ جو الفاظ مذکور ہیں امام اشعری نے اپنی تصنیفات میں صرف تصریح کی ہے کہ حقیقی معنوں میں مستعل ہیں صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے جیسے ہاتھ منہ اور آنکھیں نہیں ہیں لیکن امام غزالی نے الجام العوام وغیرہ میں

Marfat.com

صاف تصریح کی کہ ان الفاظ سے مجازی معنی مراد ہیں۔

ان تمام مسائل کے متعلق جو کچھ امام غزالی نے کہا وہی آج تمام اشاعرہ بلکہ تمام سنی مسلمانوں کا عقیدہ مسلمہ ہے یہاں تک کہ آج ہر شخص کو یہ دھوکہ ہے کہ یہ عقائد خود امام ابوالحسن اشعری کے عقائد ہیں۔

امام صاحب کا اثر تصوف پر

ارباب ظاہر کے سوا دوسرا گروہ جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے یعنی حضرات صوفیہ اور حکمائے اسلام وہ تاسرتاپا اس الہیات کے پیرو ہیں جس کو امام غزالی نے اسرار شریعت سے تعبیر کیا ہے اور جس کی نسبت ان کو نہایت اصرار ہے کہ عام نہ ہونے پائے حضرت صوفیہ اور فلاسفہ اسلام کے سرگروہ مولانا روم شیخ الاشراق ابن رشد اور شاہ ولی اللہ صاحب ہیں ان بزرگوں کی تصنیفات اور حقیقت امام صاحب ہی کے خیالات کا آئینہ ہیں تعجب یہ ہے کہ علامہ صدر الدین شیرازی باوجود اختلاف مذہب کے الہیات میں امام غزالی کے خوشہ چین میں اور سند کے طور پر امام صاحب کی عبارت صفحہ کے صفحہ نقل کرتے جاتے ہیں۔

امام صاحب نے الہام اور وحی کی جو حقیقت بیان کی ہے یعنی یہ کہ انسان کو خدا نے جو اس خمسہ کے سوا ایک اور روحانی حواس دیا ہے جو بغیر و تعلیم کے اشیاء کا ادراک کرتا ہے[1] مولانا روم اس کو اس طرح ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش جاں تا بگوشت ایداز گردوں خروش وحی
پس محل وحی گردد گوش جاں گوش چہ بو گفن از حس نہاں گوش عقل
جان وچشم جاں زیں حس ست پنچ وچشم ظن زاں مفلس ست آں چوزر
حسے ہست جزایں پنچ حس حس سرخ وا ینہا ہم چومس حس جاں
ابداں توت ظلمت میخورد آئینہ دل ازآفتاب می چرونقشہا بینی بروق از
چوں شود صافی وپاک آب وخاک

نبوت وحی' الہام' حالات مابعد الموت معاد قضاوقدر خیر وشر کی حقیقت جو امام رازی شیخ الاشراق ابن رشد شاہ ولی اللہ نے بتائی ہے اس کو ہم علم کلام کی تاریخ میں مفصل لکھیں گے جس سے ظاہر ہوگا ان بزگوں نے اس باب میں جو کچھ لکھا ہے امام غزالی ہی سن کر کہا ہے

مختصر یہ کہ مسلمانوں میں جو دو گروہ ارباب ظاہر وباطن یا حکما ومتکلمین کے نام سے موجود ہیں امام صاحب ہی کے خیالات کی تصویر کے دو رخ ہیں۔

فلسفہ و کلام

اسلام میں فلسفہ کی ترویج اگرچہ مدت سے ہو چکی تھی لیکن نہایت قلیل التعداد فرقہ میں محدود تھی محدثین اور فقہائے تو اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا متکلمین البتہ اس سے واقفیت پیدا کرتے تھے لیکن صرف رد اور ابطال کے لیے اور اس میں انکو اس قدر غلو تھا کہ استدلال

Marfat.com

اور اثبات مطالب میں منطق و فلسفہ کی اصطلاحوں سے بھی پرہیز کرتے تھے اور اس غرض کے لیے اپنی جدا اصطلاحیں قائم کی تھیں یہ مذاق ایک مدت سے قائم رہا یہاں تک کہ شیخ الاشراق جو امام غزالی سے متاخر ہیں اپنی کتاب حکمۃ الاشراق میں مطابقۃ تضمن التزام کلی جزی کے بجائے دلالتہ القصد حیطہ تطفل عام شاحص استعمال کرتے ہیں خود امام صاحب نے بھی ابتداء میں یہ پردہ رکھا قسطاس مستقیم میں اشکال اربعہ کی صورتیں بیان کیں لیکن سب کے نام بدل دیے متکلمین نے خاص فن منطق کی رد میں کتابیں لکھیں۔ سب سے پہلے ابو سعید سیرانی نحوی نے ایک کتاب لکھی جس میں قواعد منطقیہ کی غلطیاں ظاہر کیں پھر قاضی ابوبکر باقلانی قاضی ابوبکر باقلائی قاضی عبدالجبار معتزلی جیائی الحرمین ابو القاسم وانصاری وغیرہ نے منطق کی مخالفت میں طباعیاں دکھائیں ان باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ عام مسلمان اور خصوصاً فقہا و محدثین فنون عقلیہ کے دشمن بن گئے اور سمجھنے لگے کہ منطق و فلسفہ کے اکثر مسائل مذہب اسلام کے خلاف ہیں۔ امام غزالی نے جب خود فلسفہ کی تحصیل کی تو معلوم ہو کہ ان بزرگوں کی محض بوگمانی تھی چنانچہ منقذ من الضلال میں فلسفہ کے تمام اجزا یعنی طبعیات آلہیات سیاسیات اخلاق ہر ایک کے متعلق الگ ریویو کیا اور صاف لکھ دیا کہ بجز الہیات کے تمام فلسفہ مذہب اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں اس کے بعد خود منطق و فلسفہ میں متعدد کتابیں لکھیں اور مستصفی کے دیباچہ میں لکھ دیا کہ منطق کے مسائل تمام علوم کے لیے ضروری ہیں اور جس کو واقفیت نہ ہو وہ اپنی معلومات سے کچھ کام نہیں دے سکتا۔ اس

Marfat.com

پراول اول تو ابن الصلاح اور دیگر محدثین نے نہایت سخت مخالف کی لیکن امام صاحب کی راست گوئی بے اثر نہیں رہ سکتی تھی تھوڑے ہی دنوں میں منطق کی تمام اصطلاحیں عام طور پر متداول ہوگیں علامہ ابن تیمیہا الرد علی المنطق میں لکھتے ہیں۔

وماذال نظار المسلمین یعیبون طریقة اهل المنطق وانما اکثر استعمالها من زمن ابی حامد نانه ادخل مقدمة من المنطق الیو نانی فی اول کتاب المستصفے الخ۔	مسلمان ارباب نظر ہمیشہ منطقیوں کے طریقے کو برا سمجھتے آتے تھے اس کا استعمال جو رائج ہوا۔ابو حامد (غزالی) کے زمانہ سے ہوا کیونکہ انہوں نے منطق یونانی کا مقدمہ اپنی کتاب مستصفیٰ کے دیباچے میں شامل کر دیا۔

امام صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خاص مذہبی تصنیفات میں بھی منطقی اصطلاحیں داخل کر دیں۔

علامہ ابن تیمیہ کتاب مذکور بالا میں ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں

واول من خلط منطقهم با صول المسلمین ابو حامد الغزالی	پہلا شخص جس نے یونانیوں کے منطق کو مسلمانوں کے اصول میں مخلوط کر دیا ابو حامد غزالی ہیں۔

امام صاحب کے اس طرز عمل سے تعلیم کا ایک نیا دور شروع ہو اس وقت تک عام تعلیم کا جو نصاب مقرر تھا علوم عقلیہ سے بلکل خالی تھا نظامیہ جیسے بڑے دارالعلوم میں معقولات کی ایک کتاب بھی درس

Marfat.com

میں داخل نہ تھی محدثین مفسرین افقہا علوم عقلیہ سے آشنا محض ہوتے تھے امام صاحب کے زمانے سے دفعتہً یہ حالت بدل گئی۔ اب معقول اور منقول کی تعلیم ساتھ ساتھ ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ایک صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ شیخ الاشراق اور امام فخر الدین رازی جیسے لوگ پیدا ہونے لگے جو عقل و نقل دونوں اقلیم کے شاہنشاہ تھے۔

اس اصلاح کا بہت بڑا اثر سپین میں ہوا اس وقت تک اس ملک میں علوم عقلیہ سے یہ تعصب تھا کہ امام غزالی کی کتابیں جب وہاں پہنچیں تو اس شبہ پر کہ اس میں فلسفہ کی آمیزش ہے تمام نامور علماء نے ان کے جلا دینے کا حکم دیا اور اس حکم کی تعمیل بھی کی گئی لیکن جب ابوبکر عربی وغیرہ امام صاحب سے تحصیل علوم کر کے اسپین کو واپس گئے تو یہاں بھی نئے مذاق کا چرچا ہوا اور اگرچہ اخیر زمانہ تک بھی فلسفہ کا عام رواج نہ ہو سکا تاہم خواص نے بڑے ذوق و شوق سے اس فن کو سیکھنا شروع کیا اور اس تحریک نے سو ڈیڑھ سو برس ہی ابن رشد ابن طفیل ابن ماجہ جیسے نامور پیدا کر دیئے۔

علم کلام پر امام صاحب کا جو اثر ہوا اس کریم علم کلام کے حصہ میں لکھ آئے ہیں۔

فارسی لڑیچر اور شاعری

امام صاحب کے زمانے تک فارسی کا لڑیچر عربی علوم وفنون کے فیض سے بلکل محروم تھا۔ ابن سینا نے علامہ الدولہ کی خاطر سے فلسفہ میں

Marfat.com

ایک مختصر سی کتاب حکمت علائیہ کے نام سے فارسی زبان میں لکھی تھی لیکن وہ غیر الفہم ہونے کی وجہ سے متداول نہ ہو سکی اور اس لیے اس کی تقلید یا اقتباس سے فارسی زبان کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

شاعری میں بھی قصائد مدحیہ کے سوا کسی صنف کو ترقی نہیں ہوئی تھی رزمیہ مثنوی اگرچہ سیکڑوں برس پہلے شروع ہو چکی تھی لیکن یہ کمان فردوسی نے اس حد تک زہ کی تھی کہ پھر کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔

امام صاحب غزالی نے احیاء العلوم کو جب فارسی کا لباس پہنایا اور کیمیائے سعادت لکھی تو فارسی زبان میں کثرت سے اخلاق تصنیفات لکھی جانے لگیں جن میں سے اخلاق ناصری اخلاق جلالی اخلاق محسنی عام طور پر مشہور اور متداول ہیں۔ اخلاقی نظم کا بھی اسی زمانے میں آغاز ہوا یعنی حکیم سنائی التوفی ۵۷۶ھ نے حدیقہ لکھی جو تمام تر اخلاق نظم و پند و موعظت ہے جو حکیم سنائی کو امام غزالی سے ایک رابطہ بھی تھا جس نے ان کو امام صاحب کی اتباع و تقلید پر آمادہ کیا ہوگا وہ یہ حکم موصوف ابو یوسف ہمدانی کے مرید تھے اور ابو یوسف شیخ ابو علی فارمدی کے مرید تھے جو امام غزالی کے پیر تھے۔ اس رشتہ سے حکیم سنائی امام غزالی کے بھتیجے تھے۔

امام صاحب کے زمانے میں شاعری کے دریا کا بہاو قصیدہ گوئی کی طرف تھا اور سلاجقہ کا سیلاب کرم اس کے زور کو روز بروز بڑھاتا جاتا تھا۔ امام صاحب کی بدولت جب فلسفہ اخلاق نے لڑیچر پر اثر ڈالنا شروع کیا تو گو ان کے قریب العصر شعراء مثلاً میر معزی عبدالوسع جبلی نظامی عروضی لامعی کرمانی انوری ادیب صابر کے کلام میں کوئی جدت پیدا نہیں

Marfat.com

ہوئی ان کے بعد ہی شاعری کے درخت میں اخلاق کی شاخ پھوٹنی شروع ہوگئی یہاں تک کہ خواجہ فرید الدین عطار مولانا روم سعدی شیزاری کی آبیاری نے اس میں ہزاروں برگ وبار پیدہ کر دیئے۔

ایک بڑا عظیم الشان اثر جو فارسی لٹریچر اور بالخصوص فارسی شاعری پر پڑا وہ تصوف کے مذاق کا شامل ہونا تھا اور اس وقت تک اشعار میں شاعری کا اصلی جوہر یعنی جذبات انسانی کا اظہار بالکل نہیں پایا جاتا تھا اور اس وجہ سے شاعری بالکل صدائے بے اثر تھی ۔غزل گوئی اگرچہ شروع ہوگئی لیکن چونکہ اس کی بنیاد ایک خلاف فطرت جذبہ یعنی امر وستائی پر رکھی گئی تھی اس لیے تاثیر کا نام ونشان تک نہ تھا۔

امام صاحب کا اثر فارسی شاعری پر

امام صاحب نے جب فارسی زبان کو تصوف سے آشنا کیا اور فارسی لٹریچر کے رگ وپے میں صوفیانہ خیالات سریت کر گئے تو شاعری میں صوفیانہ خیالات سرایت کر گئے تو شاعری میں بھی سچے جذبات اور احسات آ گئے۔

خواجہ فرید الدین عطار المتولد ۵۱۳ھ سادگی کے ساتھ صوفیانہ خیالات ادا کیے عارف روم اس میں گرمی پیدا لی اور پھر سعدی و حافظ وعراقی نے اس شراب کو قدر تیز کر دیا کہ۔

حریفاں رانہ سر ماندونہ دستار

Marfat.com

غرض فارسی شاعری میں تاثیر کا جو نشہ پیدا ہو وہ تصوف کی بدولت ہوا اور تصوف کا مذاق جو زبان میں آیا امام غزالی کی بدولت آیا۔

امام صاحب کی مخالفت

امام صاحب کی مقبولیت کے اگرچہ بہت سے اسباب فراہم تھے جن کا یہ اثر ہوا کہ ان کی زندگی میں ان کو حجۃ الاسلام کا لقب ملا جو آج تک قائم ہے لیکن مخالف کے بھی کچھ کم اسباب نہ تھے۔

۱۔ سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ انہوں نے اشاعرہ کی پابندی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا تھا اور وہ بہت سے مسائل میں اشاعرہ کے مخالف تھے اور جن مسائل میں متفق تھے ان میں بھی اشعری کے مقلد نہ تھے بلکہ ان کا اجتہاد اشاعرہ سے متوازی ہو گیا تھا۔

۲۔ بعض مضامین فلسفیانہ مذاق پر لکھے تھے اور فلسفہ کے اصول بعینہ تسلیم کر لیے تھے۔

۳۔ مروجہ فقہ و کلام کا رتبہ بہت گھٹا دیا تھا۔

۴۔ عقائد کی طرح فقہ میں بھی کسی کے مقلد نہ تھے۔

۵۔ احیاء العلوم باب لمعزورین میں فقہا و متکلمین واعظین متصوفہ کے بہت سے عیوب ظاہر کیے تھے۔

ان اسباب نے ایک جم غفیر کو برافروختہ کیا اور ہر فرقہ کے بڑے بڑے علماء مخالف پر کمربستہ ہو گئے فقہا نے فتویٰ دیا کہ ان کی

Marfat.com

تصانیف اور خصوصاً احیاء العلوم کا مطالعہ کرنا گناہ ہے اسپین کے علماء نے جن کے سرگروہ قاضی عیاض تھے ان کی تصنیفات بادشاہ وقت کے سامنے پیش کیں اور رائے دی کہ سب جلا دینے کے قابل ہیں چنانچہ کل کی کل جلا دی گئیں۔ یہ واقعہ ۵۰۰ھ میں بمقام مریہ وقوع میں آیا۔ محمد شاہ سلجوقی کے دربار میں بھی فقہا کے ایک بڑے گروہ نے ان کی شکایت کی جن کی تفصیل کیفیت ہم امام صاحب کے حالات زندگی میں لکھ آئے ہیں۔

مخالف کا سلسلہ امام صاحب کی وفات کے بعد بھی مدت تک قائم رہا۔ مخالفین کی تعداد اگرچہ بہت ہے لیکن ان میں سے جو لوگ علم وفضل میں ممتاز اور ناموار تھے ان کی تفصیل یہ ہے ابوبکر بن العربی مازوی طرطوشی قاضی عیاش (مصنف شفا)

ابن المیز محدث ابن الصلاح یوسف دمشقی بدر زرکشی برہان بقاعی محدث ابن جوزی علامہ ابن تیمیہ ابن قیم۔

جن لوگوں نے محض حسد وبغض کی وجہ سے مخالف کی تھی اوکا ذکر تو بے فائدہ ہے لیکن جن لوگوں کی مخالف نیک نیتی پر مبنی تھی ان کے حالات اور رائیں لحاظ کے قابل ہیں۔ ان میں سے محدث مازری بہت بڑے پایہ کے محدث تھے ان کی شرح صحیح مسلم تمام شروح سے اعلیٰ درجہ کی ہے محدث موصوف نے امام صاحب کے متعلق نہایت مفصل رائے دی ہے جس کو علامہ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں بجنسہا نقل کیا ہے ہم اس کا خلاصہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں اس میں بعض الفاظ امام صاحب کی

Marfat.com

نسبت نہایت سخت ہیں لیکن وہ محدث موصوف کے خاص الفاظ ہیں میں صرف ناقل ہوں۔

غزالی کے شاگردوں کو میں نے دیکھا ہے اور ان میں غزالی کے حالات وخیالات اس کثرت سے سنے ہیں کہ گویہ میں نے خود غزالی کو دیکھا ہے اس لحاظ سے میں ان کے نسبت اپنے خیالات بتفصیل ظاہر کرتا ہوں۔

غزالی کو فقہ میں اصولی فقہ کی بہ نسبت زیادہ کمال ہے علم کلام میں کلام میں بھی ان کی تصنیفیں ہیں لیکن اس فن میں ان کو کمال نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قبل اس کے علم کلام میں مہارت حاصل ہو فلسفہ کی کتابیں اس کا یہ اثر ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر اثر کر گئے مجھ کو یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ اخوان الصفا کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو دین میں ملانا چاہا اور اس پردے میں فلسفہ کی حمایت کی اسی زمانے میں بوعلی سینا پیدا ہو جو فلسفے کا امام تھا اس نے چاہا کہ عقائد اسلام کو بلکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے۔ چنانچہ اپنے زور قابلیت سے اس اردے میں بہت کچھ کامیاب ہوا۔

غزالی کے بہت مسائل بوعلی سنیا ہی کے خیالات پر مبنی ہے۔

تصوف کے مسائل بوعلی غزالی نے لکھے ہیں مجھ کو معلوم نہیں کہ اس فن میں ان کا ماخذ کیا ہے۔ قیاس غالب ہے کہ ابوحیان توحیدی کی کتاب ہو گئی۔

غزالی نے احیاء العلوم میں نہایت ضعیف اور موضوع حدیثیں نقل

Marfat.com

کی ہیں۔

غزالی جا بجا تصریح کرتے ہیں کہ لوگ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کو کتاب میں درج نہیں کرنا چاہیں۔ لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی وہ مسائل اگر غلط ہیں تو ضرور اس قابل ہیں۔ لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے تو کیوں نہ ظاہر کیے جائیں۔

یہ امام مازری کی رائے تھی۔

مخالفین میں ایک بڑے پائے کے شخص ابوالولید طرطوشی ہیں وہ خود امام صاحب سے ملتے تھے اور ان کے خیالات ومعتقدات ان کی زبانی سنے تھے وہ لکھتے ہیں

میں نے غزالی کو دیکھا ہے بے شبہ وہ نہایت ذہین فاضل اور واقف فن ہیں۔ ایک مدت تک وہ علوم کے درس وتدریس میں مشغول رہے لیکن اخیر میں سب چھوڑ کر صوفیوں میں جا ملے اور فلسفے کے خیالات اور منصور حلاج کے معمے مذہب میں مخلوط کر دیئے۔ فقہا و متکلمین کو برا کہنا شروع کیا مذہب کے دائرے سے نکل جائیں احیا العلوم لکھی تو چونکہ تصوف میں پوری مہارت نہیں تھی اس لیے منہ کے بل گرے اور تمام کتاب میں موضوع حدیثیں بھر دیں۔

علامہ ابن السبکی نے امام مازری اور طرطوشی کے اقوال نقل کر کے نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک اعتراض کا جواب دیا لیکن بعض جواب ایسے دیے تھے جن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ توجیح القول بمالا یرضی بہ قائلہ فلسفہ کی آمیزش کا الزام تھا۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ امام غزالی

Marfat.com

فلسفہ کے دشمن ہیں ان کی تصنیفات کو فلسفہ سے کیا تعلق لیکن جس شخص نے اما م صاحب کی تصنیفات کو دیکھا ہے اور فلسفہ سے واقفیت رکھتا ہے وہ کیونکہ اس واقعہ کا انکار کر سکتا ہے محدث ابن الصلاح امام صاحب سے اس بات پر ناراض ہیں کہ انہوں نے منطق میں کیوں کتاب لکھی منطق کا سیکھنا بالکل حرام ہے کیا ابن السبکی اس کے جواب میں امام صاحب کی منطقی تصنیفات سے بھی انکار کریں گے۔

محدث ابن جوزی نے احیاء العلوم کی غلطیوں پر ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء رکھا ابو بکر محمد بن عبداللہ مالقی نے مضمون کا رد لکھا۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون نے مضمون کے ذکر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

امام صاحب پر جو نکتہ چینیاں اور اعتراضات کیے گئے اگرچہ اکثر بے جا اور غلط تھے لیکن اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان اس وقت اشخاص پرستی میں مبتلا نہ تھے بلکہ آزادی رائے کا جوہر ان میں باقی تھا۔ امام صاحب کا فضل وکمال تمام عالم میں مسلم ہو چکا تھا خود سلاطین وقت ان کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے تاہم آزادی رائے نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ ان کی رائے میں امام صاحب نے جو غلطیاں کی تھیں بے تکلف ظاہر کر دیں

اس واقعہ سے یہ سبق سیکھنا چاہیئے کہ صحیح واقفیت کے بغیر کس چیز کی نسبت جو خیالات قائم کیے جاتے تھے وہ صحیح نہیں ہوتے محدث ابن الصلاح قاضی عیاض مازری ابن جوزی کس رتبے کے لوگ ہیں لیکن چونکہ فلسفہ اور

Marfat.com

منطق نہیں جانتے تھے اس لیے کس قدر غلط رائے قائم کی اور امام صاحب پر کیسے بے جا الزام لگائے۔

ہمارے زمانے کے علماء کا بھی یہی حال ہے چونکہ ان کو علوم وفنون جدیدہ سے مطلق واقفیت نہیں اس لیے علوم جدیدہ کے متعلق ان کو عجیب عجیب بدگمانیاں ہیں۔

اخیر میں اس بات کا اعتراف بھی کرنا ضروری ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات میں واقعی بعض باتیں مواخذے کے قابل ہیں۔ مثلاً احیاء العلوم میں احادیث کے نقل کرنے میں نہایت بے احتیاطی کی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں موضوع اور ضعیف نقل کردی ہیں جن کا کتب احادیث میں کہیں پتہ نہیں ۔ احادیث پر موقوف نہیں۔ بزرگوں سلف کے متعلق جو واقعات لکھے ہیں، اکثر دوراز کار اور بعید از عقل ہیں اور بجز عوام کے کوئی شخص ان پر یقین نہیں کرسکتا۔ اسی کے ساتھ زہد اور مجاہدے کے بیان میں ایسی باتیں لکھدی ہیں جو اعتدال سے متجاوز ہیں۔ علامہ ابن القیم نے نہایت سختی سے اس پر دار و گیر کی ہے چنانچہ علامہ مرتضٰی نے احیاء العلوم کی شرح میں امام صاحب کے اقوال اور ابن القیم کا رد تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ علامہ موصوف نے ابن القیم کے ہر اعتراض کا جواب بھی دیا ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ بعض اعتراض لاجواب ہیں بہر حال امام صاحب امام تھے پیغمبر نہ تھے اور پیغمبر کے سوا کسی شخص کو عصمت کا رتبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

شبلی نعمانی (دسمبر ۱۹۰۱ء حیدرآباد دکن)

﴿تمت بالخیر﴾

Marfat.com

ہماری دیگر مطبوعات

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور فون: 7223506-7230718